عقائد و رسومات شیعہ

القرآن الکریم

اصلاح عقائد و نظریات

اصلاح عبادت و معاملات

اصلاح سیاسیات و اجتماعیات

اصلاح رہبران دینی و اجتماعی و سیاسی

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

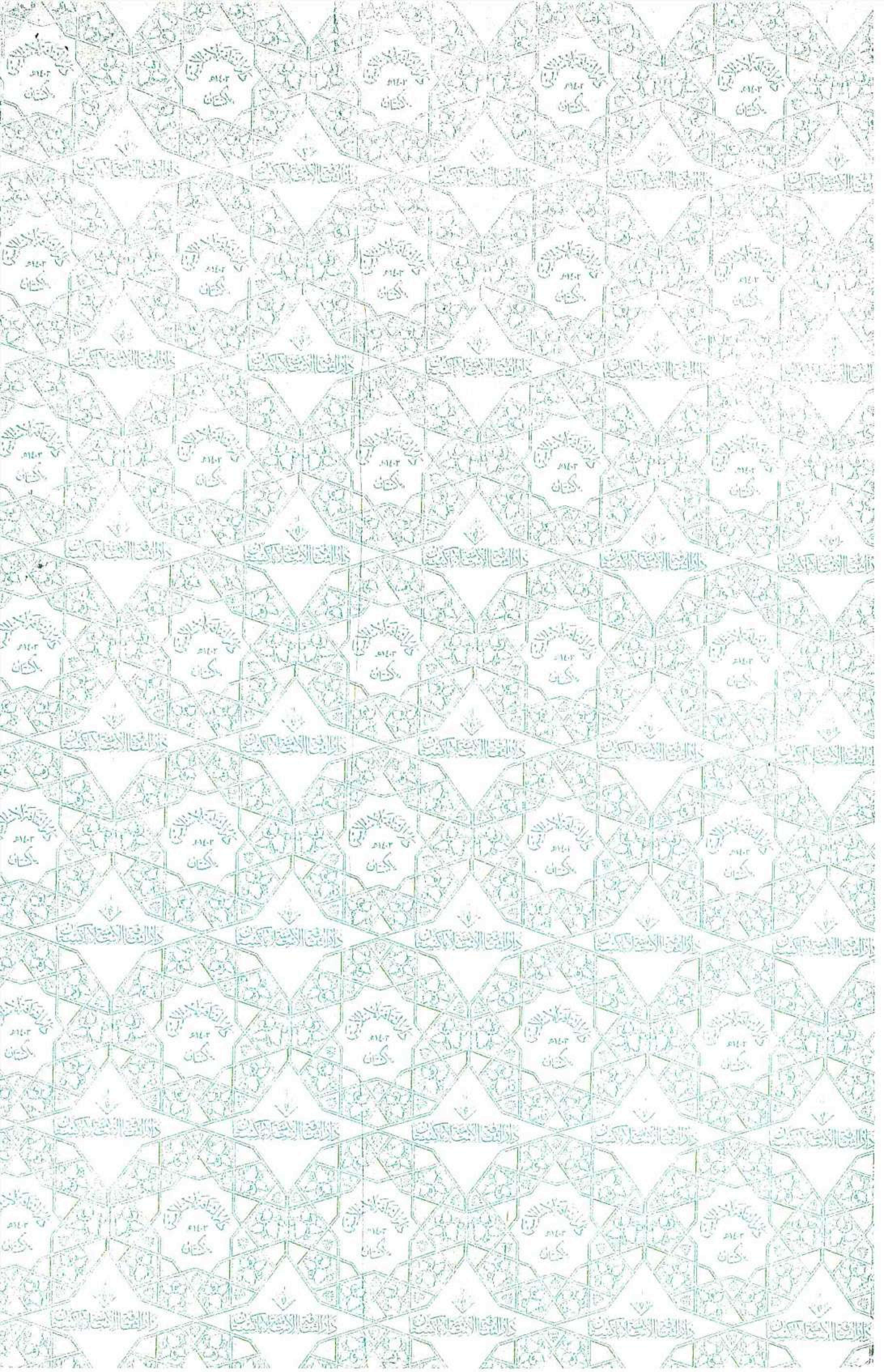

١٤٠٣هـ
باكستان

عقائد ورسومات شیعہ

15085
Acc No. 11,024 .... Date 4/2/10
Section .... Status ......
D.D. Class ......
NAJAFI BOOK LIBRARY

تالیف

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

15085
ACC No. 11224 .... Date 4/2/10
Section ... متفرق رسائل .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ----------------- عقائد و رسومات شیعہ

تالیف ---------------- سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

ناشر ----------------- دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

طبع اول ---------------- ذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۴ھ ق

انتساب

قرآن وسنت سے مآخوذ یہ صفحات ان ذوات مقدسہ کی خدمت میں پیش کیئے جارہے ہیں۔

﴿۱﴾ وہ فقہاومراجع عظام جنھوں نے تمام تر وابستگیوں سے بالاتر ہوکر بیداری اور ہوش مندی کیساتھ دنیا بھر کے گوشہ وکنار میں شیعہ مذہب کے اصول و فروع اورشعار کی پاسداری کی۔

﴿۲﴾ وہ علماء اعلام جنھوں نے اپنے علاقوں میں تمام ترملامتوں اوراہانتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے قول وفعل سے دین کی سربلندی کیلئے قربانیاں دی۔

﴿۳﴾ وہ ارباب دولت جنھوں نے خمس کے ذریعے اپناسرمایہ بڑھانے کی بجائے ،اپنے مال کودین کی سربلندی کیلئے صرف کیا۔

﴿۴﴾ وہ طالب علم دینی جنھوں نے مدارس دینی کا انتخاب دین فہمی اور تبلیغ دین کیلئے کیا،انھوں نے اس پست دنیا کیلئے مدارس کوذریعہ نہیں بنایا۔

﴿۵﴾ وہ طالب علم جنھوں نے مروجہ مدارس میں رہتے ہوئے اپنے دین ودیانت کی محافظت کی ہے۔

﴿۶﴾ وہ دانشوران جواپنے دین کے چہرے کوہمیشہ تابناک ودرخشاں دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔

عرضِ ناشر

دارالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان ایک ادارہ ہے، جسکی حیات و بقاء بھی دیگر اداروں کی مانند انسانوں سے ہی وابستہ ہے۔ انسان کی حیات و بقاء کا دارومدار ضروریات زندگی کے حصول سے قائم ہے' جبکہ ان ضروریات کا حصول طاقت وقدرت پر منحصر ہے۔ اس دنیا میں جسمانی طاقت کے علاوہ دیگر مصادیقِ طاقت وقدرت کا حصول اکثر و بیشتر میکاولی سیرت کی پیروی کرتے ہوئے ہی حاصل کیا جاتا ہے، جو اہل ایمان کیلئے شجرۂ ممنوعہ ہے۔ لہٰذا وہ ادارے یا افراد جو خداوند متعال کے رحم وکرم پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ تملق وچاپلوسی، حیلہ بازی و نیرنگی کو حرام سمجھتے ہوئے اس سے گریز کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے اداروں کو زندہ رہنا چاہئے۔ یہ ایک فرسودہ منطق ہے، کیونکہ فنا وزوال کائنات کی ہر چیز کا لازمہ ہے۔ بقاء ودوام صرف ذات باری تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے۔ کسی ادارے کے بانی کی وفات کے موقع پر عزیز واقارب' دوست واحباب یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں، انھیں بہترین خراج عقیدت پیش کرنے کا طریقہ انکے مشن کو جاری رکھنا ہے۔

لیکن ہم مندرجہ بالا دونوں قسم کی منطق سے اتفاق نہیں رکھتے' ادارے انسانی ساخت ہیں' انسان کے مرنے کے بعد اس سے وابستہ ادارے کی بقاء کی ضرورت کی کوئی منطق نہیں، کیونکہ اسے ایک انسان نے بنایا ہے شاید آنے والے انسان اس سے بہتر ادارہ قائم کرسکتے ہوں، اسی طرح بانی اور مؤسس کے مشن کو جاری رکھنے کی عقیدت کا مظاہرہ کرنا بھی ایک غلط فارمولا ہے۔

میری اولاد' اعزا واحباب کے سامنے میرے مشن سے بہتر مشن، فقہا و مجتہدین گذشتہ وحاضرین کا مشن ہے، ان سے بڑھ کر بہتر مشن نبی اکرمؐ اور آئمہ معصومینؑ کا ہے۔ امت اسلامی کیلئے پیغمبر اکرمؐ کے مشن سے بالاتر کوئی مشن نہیں، بلکہ ان سے ہٹ کر کسی راہ کو اپنانا کفر وظلم ہے۔ افضل مشن کو

چھوڑ کرادنی مشن کو اپنانا ایک واضح ظلم ہے۔ لہٰذا میرا اپنی اولاد و اعزاء و احباب کو مشورہ، نصیحت اور وصیت ہے، جو ان میں سے اس راہ کو اپنائے وہ اپنی توجہ قرآن و سنتِ رسولؐ اور سیرت معصومینؑ پر مرکوز کرے۔ ہمیں اس کتاب کو نشر کرتے وقت اپنے، معاونین اور ادارے کو منحرف افکار و عقائد کے حامل و پرچار کرنے والے گروہ سے خطرات لاحق ہونے کا خدشہ ہے۔ تاریخ شیعہ میں مولا امیر المومنینؑ کو انہی سے خدشہ لاحق تھا، آپ انہی کے غصہ اور غضب کی زد میں آئے، ہم اس سلسلہ میں خود، معاونین و اعزاء اور ادارے کو خداوندِ علیم و قدیر کے سُپرد میں دیتے ہیں، اگر وہ ہمیں یہاں تحفظ نہ دیں تو ہم دعا گو ہیں، وہ ہمیں آخرت میں تحفظ عنایت کریں۔

اس ادارے کے دوام و بقاء کے غیر یقینی ہونے کی ایک وجہ، معاشرے میں اہل باطل کا چاروں اطراف سے بچھایا ہوا جال ہے، جس میں اگر دین کا کام کرنے والے نہ پھنسیں تو انکے عزیز و اقارب ضرور پھنس جاتے ہیں، اسی طرح میرے وہ عزا و اقرباء جن سے اس ادارے کے بارے میں امیدیں وابستہ ہیں، وہ بھی انہی حوزات علمیہ کی پیداوار ہیں، وہ ان حوزات کی ثقافت اور تصورات کے خول سے شاید نجات حاصل نہ کرسکیں یا ایسی جرائت نہ کرسکیں۔ اسی طرح بعض کی ابھی تک اس مشن سے وابستگی قائم نہیں ہوئی، شاید وہ ان افراد کے بچھائے گئے جال میں پھنس جائیں۔

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمدللہ الذی جعلنامن المتمسکین بالقرآن العظیم وبسیدناوامامناخاتم النبین والمرسلین والائمۃ المعصومین وصحبہ المنتجبین علیھم صلواۃ اللہ وصلواۃ المصلین نتبرأمن اعدائھم و اعداء اللہ اجمعین من المشرکین والکافرین من اولین و الآخرین من الآن الیٰ قیام یوم الدین

خداوندا! تو ہرنہاں وپنہاں سے واقف وآگاہ ہے، تو دلوں کے بھید سے واقف ہے، لیکن تیری مشیت کیا ہے کوئی نہیں جان سکتا، خداوندا! تو آگاہ ہے میرے عمل، میرے اہداف ومقاصد، میری نیت سے کہ میں ان تمام کاوشوں کے نتیجے میں کیا فوائد حاصل کرنا چاہتا ہوں، یا اس ضمن میں مجھے کیا حاصل ہورہا ہے، تو جانتا ہے میری ان تحریروں کی وجہ سے میرے بارے میں کیا تاثرات قائم ہورہے ہیں، خداوندا تو جانتا ہے ان نگارشات سے مجھے معاشرے میں عزت ومقام، شہرت مل رہی ہے یا اس کے برعکس۔ تو جانتا ہے میرے وہ دوست احباب جو میرا ساتھ دیتے تھے، اب انکا کہنا ہے میں انتہا پسندی پر اتر آیا ہوں، آج انھوں نے مجھے تنہا وبے یارومددگار چھوڑ دیا ہے اور بعض نے مخالفت، نفرت اور دوری کا رویہ اختیار کیا ہے۔

خداوندا! اگر ان تمام ناگوار وناملائم حالات کے باوجود میں اس سلسلے کو جاری رکھوں، تو اس عمل کے دو ہی سبب بن سکتے ہیں، ایک سبب دیوانہ پن اور احمقانہ رویہ ہے، یعنی جہل مرکب ونادانی میں

اسے صحیح سمجھ رہا ہوں، تو اس صورت میں اس قاعدۂ فقہی کے تحت میں قصوروار نہیں، جہاں حدیث میں آیا ہے: [عن القلم عن مالایعلمون والمجنون] ''دیوانے اور احمق سے قلم تکلیف اٹھایا ہے' اسی طرح اگر اس تشخیص میں، میں گمراہ و جاہل ہوں اور اسے وظیفہ شرعی سمجھ کر انجام دے رہا ہوں، تو ایسی صورت میں' میں جہلِ مرکب کا شکار ہوں۔ لہٰذا اس جاہلیت کے خاتمہ کیلئے تیرا وعدہ پورا ہونا چاہیے، کیونکہ تو نے فرمایا ہے ہم کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک اسے ہدایت نہ پہنچا دیں، اس لحاظ سے میں خالق و مخلوق دونوں کی طرف سے بری الذمہ ہوں گا، اگر اس کا سبب وظیفہ شرعی کا انجام دینا ہے، تو اس ضمن میں تیرا وعدہ ہے کہ تو اپنی راہ میں مدد و نصرت فرمائے گا:

﴿ان تنصر الله ینصر کم﴾ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا'' (محمد/۷) ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا﴾ ''اور جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انھیں ضرور اپنے راستے کی ہدایت کریں گے'' (عنکبوت/۶۹)

﴿وما کنا معذبین حتی نبعث رسلا﴾ ''اور جب تک ہم کسی رسول کو مبعوث نہ کریں عذاب دینے والے نہیں ہیں'' (اسراء/۱۵)

خداوندا: تو میری حجت باطنی (عقل) سے کشف نقاب فرما اور ایک ایسے ہادی و مصلح کے ذریعے میری رہنمائی فرما جو مجھے راہ راست پر لگائے، مجھے میرے فرائض و ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ خداوندا! میری تقصیر صرف یہ ہے، میں نے اپنی زبان و قلم سے اس مذہب میں پھیلنے والی خرافات کے بارے میں سوال اٹھاتا ہوں' میرا سوال ہے، ہمارے مذہب میں اس وقت جو چیزیں موجود ہیں ان کی سند قرآن و سنت اور سیرت معصومین سے ملتی ہے یا نہیں، خداوندا کیا کسی شخص جاہل و نادان کا مسائل کے بارے میں سوال کرنا جرم و جنایت میں شامل ہے؟ کیا تیرے مقرب و معصوم ملائکہ نے تجھ سے خلقت آدم کے بارے میں سوال نہیں کیا:

﴿اتجعل فيهامن يفسدفيهاو يسفك الدما﴾ ''کیا تو زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کرے گا؟'' (بقرہ/۳۰)

کیا تیرے خلیل حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مُردوں کے بارے میں سوال نہیں کیا ﴿رب ارنی کیف تحی الموتی﴾ کیا تیرے کلیم موسیٰ نے عبدِ صالح سے نہیں کہا:

﴿اخرقتهالتغرق اهلها﴾ ''کیا آپ نے اس میں شگاف اس لئے ڈالا کہ سب کشتی والوں کو غرق کر دیں؟'' (کہف/۷۱)۔ ﴿اقتلت نفسًا زكيةً بغير نفسٍ لقدجئت شيئًا نكرًا﴾ ''کیا آپ نے ایک بے گناہ کو بغیر قصاص کے مار ڈالا؟ یہ تو آپ نے واقعی برا کام کیا'' (کہف/۷۴)

تو پھر میرا سوال اٹھانا کیوں جرم و جنایت میں شمار کیا جا رہا ہے' مجھے تیرے بندے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ ہم نے ارباب بست وکشاد سے درخواست کی' ہماری عزاداری کی رسومات اپنے حقیقی راستے سے انحراف کر چکی ہیں، جو اس مذہب کیلئے نا قابل جبران نقصان ہے۔ جس عزاداری سے اس مذہب کو فروغ ملنا تھا، اس عزاداری کے ذریعے' اس منبر سے اس مذہب کی بنیادوں کو ہلانے اور اس کو کونے پر لگانے کی مہم جاری و ساری ہے، لہٰذا آپ اسکا تدارک کیجئے۔ لیکن بدقسمتی سے انھوں نے اسکا تدارک کرنے کی بجائے خرافات پھیلانے والوں ہی کی حوصلہ افزائی کی۔

ہم نے حوزات علمیہ میں پڑھنے والے لائق وقابل طالب علموں کی تبلیغ وارشاد کا بندوبست کرنے کی درخواست کی ، انھیں قرآن وسنت اور سیرت معصومینؑ سے آراستہ کرنے کا مشورہ دیا، لیکن انہوں نے یہاں کی خرافاتی کیسٹیں وہاں منگوائیں اور ان کو وہاں کے قصے کہانیاں اور خوابوں سے مرکب کر کے یہاں دھرانے کا اہتمام کیا ہے۔

چنانچہ وہ کون ہے جس کے پاس انسان اس مذہب کی فریاد کو لیجائے، وہ کون سی ہستی ہے جو اس مذہب کی فریاد سننے والی ہے، ہاں ہم اپنے نفس سے یہ کہہ سکتے ہیں تو کیونکر پریشان ہے، لیکن یقیناً

اس وقت اس دین ومذہب پر ہونے والے جرم وجنایت کو دیکھ کر کتنے ہی لوگ پریشان ہونگے، شاید وہ اس وقت کے انتظار میں ہوں جب انھیں اس درد والم کو بیان کرنے کا موقع ملے۔

اے رب ذوالجلال! تو میرے سر وخفاء سے واقف وآشنا ہے، تو آگاہ ہے ان سطور کو تحریر میں لاتے ہوئے میں عمداً غلطی نہیں کرتا، اگر میری غلطی کی وجہ لغزش ہے، تو اس سے کوئی انسان بھی محفوظ نہیں۔ خداوندا! اپنی کتاب میں تو نے کبھی آدم صفی اللہ کو اپنے عہد وپیمان میں نسیان کرنے والا قرار دیا:

﴿ولقدعهدناالیٰ ادم من قبل فنسی﴾ ''اور بتحقیق ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گئے'' (طٰہ/۱۱۵)

کبھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے بارے میں نقل کیا، انہوں نے عبدِ صالح سے کہا مجھ سے جو نسیان ہوا اس پر میرا مواخذہ نہ کرنا:

﴿قال لاتوئاخذنی بمانسیت ترهقنی من امری عسرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: مجھ سے جو بھول ہوئی ہے اس پر آپ میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے اس معاملے میں مجھے سختی میں نہ ڈالیں'' (کہف/۷۳)

لہٰذا اس کتاب میں اگر میرے قلم نے کوئی ایسی لغزش کھائی ہو، جو تیرے نبی اکرم، انبیاء کرام یا مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہچانے کا سبب بنی ہو، تو میری ان غلطیوں اور لغزشوں سے عفو درگزر فرما آمین! کیونکہ تو نے اپنی کتابِ لاریب کی آیات کریمہ میں ہمیں ہماری غلطیوں سے بخشش کی دعا کرنے کی دعوت دی ہے:

﴿ربنالاتوئاخذناان نسینااو اخطأناربناو لاتحمل علینااصرًا کماحملته علی الذین من قبلناربناو لاتحملناماالاطاقة لنابه واعف عناواغفرلناوارحمنا﴾

''پروردگارا! ہم سے بھول چوک ہوگئی ہو تو اسکا مواخذہ نہ فرما پروردگارا! ہم پر وہ

بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلوں پر ڈال دیا تھا پروردگارا! جس بوجھ کے اٹھانے میں ہم طاقت نہیں رکھتے وہ ہمارے سر پر نہ رکھ پروردگارا! ہمارے گناہوں سے در گزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما'' (بقرہ/۲۸۶) (طٰہٰ/۳-۷، شوریٰ/۵۱، کہف/۳-۷)

ان آیات کریمہ کی رو سے میں آخرت میں بھی تیرے قہر و غضب سے مغفرت کا خواہاں ہوں اور اسی طرح لوگوں کے قہر و غضب سے محفوظ رہنے کے لئے بھی تیری ہی مدد کا طالب و متمنی ہوں۔

قارئین کرام مجھ پر تنقید کرنے والوں نے مجھے میری غلطیوں سے آگاہ بھی تو نہیں کیا، بلکہ اکثر و بیشتر نے یہ کہا، یہ باتیں تو صحیح ہیں لیکن طریقہ صحیح نہیں، بعض نے کہا ابھی اس کا وقت نہیں ہے، شاید بعض افراد مجھے اسلئے خطا کار سمجھتے ہوں کہ میں عقائد و تصورات کو قرآن عظیم سے اخذ کرتا ہوں اور اس وقت معاشرے میں رائج افکار و رسومات کو خاطر میں نہیں لاتا، کیونکہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کے بارے میں خداوند متعال نے فرمایا: باطل نہ اسکے آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے' یہ واضح و روشن ہے' اس میں کوئی کجی نہیں' یہ عربی واضح ہے' یہ وہ کتاب ہے جو لاریب ہے' پیغمبر اکرمؐ نے روایات کی صحت کی کسوٹی قرآن کو قرار دیا ہے، قرآن کریم ہی دین و مکتب کے عقائد و نظریات، اخلاق حسنہ کی شناخت اور حقائق و معارف کا واحد مآخذ و مصدر ہے۔

اس کتابچے کی تحریر و تدوین کے بنیادی اہداف و مقاصد ملتِ اسلامیہ کو شیعوں کے خود ساختہ اور حقیقی چہرے سے متعارف کروانا ہے، ان میں موجود فرق سے آگاہ کرنا ہے۔ کیونکہ دنیا بھر میں ادیان و مذاہب کے دشمن' ادیان و مذاہب میں موجود مفاد پرستوں سے گٹھ جوڑ کر کے ہر مذہب کے چہرۂ اصلی کو مسخ کر کے اُسکے بدلے میں ایک جعلی و خود ساختہ مذہب کو معاشرے میں متعارف کروا رہے ہیں۔ انکی مذہب دشمنی کی ان سرگرمیوں سے مذہب شیعہ اثنا عشری بھی محفوظ نہ رہ سکا، چنانچہ آئے دن وہ مذہب تشیع کی بنیادی فکر و عقیدے، عمل و کردار کو پسِ پشت ڈالنے اور اسکی جگہ پر خود ساختہ فکر و عقیدے اور کردار و عمل کو جاگزین اور رائج و عام کرنے میں سرگرم ہیں' انھوں

نے اس سلسلہ میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنی دینی و مذہبی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے مذہب تشیع کو، جو ایک لحہ بھی قرآن و سنت سے جدا نہیں ہو سکتا، جسکی پاسداری ذوات معصومینؑ نے کی، اسکے چہرے کو سامنے لانے کا عزم کیا ہے۔ تا کہ مذہبِ حقیقی کو تلاش کرنے والے اپنے اس کھوئے ہوئے مذہب کو پالیں، جسکی پیروی واتباع اور حفاظت و نگہبانی میں ذوات معصومینؑ کو انتہائی کھٹن اور صبر آزما مراحل سے دوچار ہونا پڑا، اسی کے ساتھ مذہب حقیقی کے مسخ شدہ چہرے سے بیزار و نالاں افراد بھی یہ درک کر لیں، جو مذہب اس وقت معاشرے میں شیعیت کے نام اور شیعوں کے افکار و عقائد و رسومات کی شکل میں مشہور و معروف ہے اسکا حقیقی شیعیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

برصغیر کے شیعہ مذہبی حوالے سے قرونِ وسطیٰ کے دور سے گذر رہے ہیں

قارئینِ کرام! ہم میں سے ہر کوئی دورِ قرونِ وسطیٰ سے واقف و آشنا ہے، جہاں مذہبی اقدار اور سائنسی و فلسفی تحقیقات پر پابندی تھی، اس پابندی سے انحراف کی کم سے کم سزا، سزائے موت تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے فلسفی و سائنسدان اپنے تحقیق شدہ مطالب سے روگردانی کرنے پر مجبور ہوئے، کوبرنیکوس کے بارے میں مشہور ہے، اس نے سزائے موت کے خوف سے اپنے گردش زمین کے نظریہ سے برگشت کی، لیکن وہ پھر بھی سزائے موت سے نہ بچ سکا۔

بعینہ ایسی ہی صورت حال عصر حاضر میں برصغیر کے شیعوں کی ہے، جہاں سائنسی تحقیقات تو اپنی عوج پر ہیں لیکن مذہبی تحقیقات پر بندش اور پابندی ہے۔ جسکے مندرجہ ذیل اسباب و عوامل ہیں:

۱۔ دینی درسگاہوں میں ہر قسم کا علم سیکھنے کی آزادی ہے، لیکن صرف عقائد تفسیرِ قرآن اور علم الحدیث پر پابندی ہے۔

۲۔ دوران درس اخبار و جرائد، مجلّات اور ڈرامے عصر حاضر کی ضروریات کے نام سے مباح ہیں، لیکن قرآن، تفسیر، حدیث اور عقائد نامی کتابوں کا مطالعہ اس لئے ممنوع ہے کہ یہ

امتحان میں پیچھے رہنے کا سبب بنتی ہیں۔

۳۔ مصادرِ اولی مذہب اصول کافی، فروع کافی، استبصار، تہذیب اور وسائل شیعہ وغیرہ کے تراجم اور ان کی چھپائی سے نالاں ہیں، کیونکہ بقول ان کے اس طرح وہ احادیث دشمنوں کے ہاتھ آجائینگی جو انکے خودساختہ عقائد کو چیلنج کرتی ہیں۔

۴۔ مطالب سے آگاہی کیلئے آیات وروایات سے استناد کی بجائے علماء ومجتہدین سے منسوب حکایتوں کو فروغ دینا۔

۵۔ قدیم وجدید مایہ ناز فقہاء ومجتہدین سے استناد کرنے کی بجائے ازخود مقامی وعلاقائی مصلحت کی تشخیص کرنا۔

سابق زمانے میں مذہب شیعہ دوسروں کے مقابل ان اعزازات وامتیازات کا حامل تھا جو دوسرے مذاہب کو حاصل نہیں تھے۔

۱۔ فقیہ وعالم بنو: یعنی علم میں تحقیق کرتے رہو، کسی مسئلے پر بحث وتحقیق سے ہراساں نہ ہو اور نہ ہی اس پر برآنگیختہ ہو۔

۲۔ عبادت وبندگی خدا میں دوست ودشمن سب ان کے مداح تھے۔ اسی بنیاد پر حکام ان سے خوف زدہ رہتے تھے۔

۳۔ وہ انسان دوست تھے کسی سے بھی دشمنی ومخالفت نہیں چاہتے تھے حتیٰ وہ اپنے مخالفین و دشمنوں کو بھی الفت ومحبت دعوت دیتے تھے۔

۴۔ آئمہ اپنے بارے میں کسی قسم کی معاشرتی امتیازات قائم کرنے کے خلاف تھے۔ بلکہ وہ فرماتے تھے کہ ہمارے ماننے والے امت کے دریا میں ڈوب جائیں۔

۵۔ مذہب شیعہ اثنا عشری کے عقائد وفروعات ہر ایک کی سند قرآن وسنت سے ماخوذ ہے، شیعہ ان کے علاوہ کسی چیز سے بھی استناد نہیں کرتے تھے۔

یہ اختیار کس نے دیا؟

شاید بعض لوگوں کا یہ اعتراض ہو کہ آپ ایسی باتیں کرنے کے مجاز نہیں۔ کیا قوم نے آپ کو اس ضمن میں کوئی اتھارٹی دی ہے۔ لیکن قارئین اس کے جواب میں ہم کسی کی اتھارٹی کو پیش نہیں کریں گے اور نہ یہ دعویٰ کریں گے کہ میرے پاس فلاں کی اتھارٹی ہے۔ معاشرے میں مختلف قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک معاشرہ وہ ہے جس میں مذہب کے تمام اصول وفروع کسی ایک شخصیت سے وابستہ ہوتے ہیں اور وہ شخصیت باقی معاشرے کو حیوانوں کی مانند رکھتی ہے۔ دوسرا معاشرہ وہ ہے جہاں آمریت کا دور دورہ ہو، جمہوریت نامی کوئی چیز سننے میں نہ آتی ہو، وہاں دلیل و برھان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ایسے معاشرہ میں ایک جملہ عام استعمال کیا جاتا ہے کہ فلاں نے کس اتھارٹی کے تحت یہ بات کی ہے۔

الحمد اللہ! تشیع، قرآن وسنت اور عظیم تاریخی علمی ثروت کے ہوتے ہوئے کسی اور اتھارٹی کا محتاج نہیں۔ ایک طفل مکتب بھی قرآن وسنت اور تاریخی علمی ثروت سے استدلال کر سکتا ہے۔ ہاں فریق مخالف کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر ہماری بات قرآن وسنت کے خلاف ہو یا ہم نے صوفی، باطنیوں، کیمونسٹوں یا اشتراکیوں کی طرح کسی آیات یا روایات کی کوئی من پسند تفسیر کی ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں یہ تفسیر وتشریح قبول نہیں۔

قارئین کرام ہم اپنی گفتگو میں نہ کسی آیت کی تفسیر پیش کر رہے ہیں اور نہ ہی کسی روایت کی بلکہ ہم متن آیت وروایت کو پیش کریں گے۔ لہٰذا ہم نہ کسی کی طرف سے اتھارٹی پیش کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں یہ حق دیا ہے، بلکہ ہماری اتھارٹی خدا اور رسول ہے۔ ہم قرآن وسنت سے ہی استناد کرتے ہیں۔

میری یہ عرائض کسی تنظیم و گروہ اور ملت کی نمائندگی کیلئے نہیں ہیں کیونکہ تنظیم، ادارے اور ملت کی نمائندگی کیلئے منتخب ہونا ضروری ہے، جبکہ ہم کسی کے منتخب کردہ نہیں ہیں۔ قومی وملی مسائل کیلئے

قیادت کا انتخاب اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ قومی مسائل کو اٹھائے۔ لیکن جن مسائل کو ہم اٹھارہے ہیں وہ قومی مسائل نہیں بلکہ دین ومذہب کے مسائل ہیں۔ لہٰذا دین ومذہب کے بارے میں گفتگو کرتے وقت فکرو رجحان کو قرآن وسنت کی طرف ہونا چاہیے نہ کہ قوم وملت کی طرف۔ اس کتاب میں تنہا شیعہ عقائد ورسومات کو نقد وانتقاد کا نشانہ بنانے پر یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہوگا کہ ہم شیعوں کے چہرے کو مسخ کر کے دکھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ دنیا کا ہر مذہب وفرقہ اس قسم کی خرافات سے محفوظ نہیں، اسی طرح ہمارا مذہب بھی انکی زد میں آیا ہے۔ مذہب کی مثال ایک حوالے سے اس عمارت کی مانند ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ گرد آلود ہوگئی ہے۔ کیونکہ اسکی صفائی ومرمت کرنے والوں نے اپنا فریضہ انجام نہیں دیا۔ مذہب والے اب نقد وتنقید کو برائی تصور کرنے لگے ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد ہر حال میں اپنے مذہب سے خرافات وخود ساختہ رسومات کو نکالنا ہے۔ اپنے مذہب کے چہرہ کو صاف رکھنا ہے۔ لہٰذا دوسرے فرقہ کی اس بیماری کا علاج کرنا انکے مذہبی غیرت رکھنے والے افراد کی ذمہ داری ہے۔

اس کتابچہ پر مرتب متوقع آثار

اگر اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا تو کتاب ھذا پر منفی آثار مرتب نہیں ہونگے، لیکن ہوسکتا ہے مشیت الٰہی یہ ہو اس کتاب پر منفی ومثبت اثرات مرتب ہوں، تاکہ اسکے ذریعے سے خداوند متعال بعض افراد کو امتحان وآزمائش سے گزارنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ یہاں ہم اس سلسلے میں آئندہ اثرات کا ایک جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے ہم پہلے ہی سے اس کیلئے آمادہ ہیں۔

۱۔ **عوامی غیض وغضب**: خداوند متعال رحمان ورحیم ہے۔ اسی سے دعا ہے وہ ہمیں عوامی غیض وغضب سے بچائے رکھے۔ عوامی غیض وغضب کی مثال حملہ آور حیوان کی ہے جو نہ تو عالم وجاہل میں تمیز کرتا ہے اور نہ ہی ظالم وعادل میں، بلکہ یہ تو ایک بے معنی نعرہ لے کر رؤف ومشفق اور مہربان امام معصوم کو بھی اپنے غیض وغضب کا نشانہ بنا کر بے بس ولاچار

بنا دیتا ہے۔ جسکی واضح مثال جنگ صفین میں امیر المومنینؑ علیؑ کے پیچھے نماز پڑھنے والے' آپؑ کو امام معصوم سمجھنے والے' آپ کے حکم پر معاویہ سے لڑنے والے' ایک بے معنی نعرہ بلند کر کے آپؑ کے سامنے آتے ہیں اور ایسے حالات میں مالک اشتر جیسے شجاع و جرائت مند انسان بھی علیؑ کی بے بسی کا مداوا نہیں کر سکتے' ابن عباس جیسے عالم و دانا علیؑ کا دفاع نہیں کر سکتے، اگر یہی عوام کسی بھی دن اپنے غم و غصے کا نشانہ ظالم و جابر و حکمرانوں کو بنائیں تو سالوں سے قائم ظلم و استبداد کے قصر و قصور کو مسمار کر دیں۔ ان کے غیض و غضب کی رسائی صرف خدا تک ممکن نہیں۔

۲۔ جدید درسگاہوں سے فارغ التحصیل پڑھے لکھے دانشوروں کی مزاحمت کا بھی احتمال ہے۔ لیکن اس مفروضہ میں کوئی خاص پریشانی نہیں کیونکہ یہ طبقہ تو ہمیشہ ہی سے اپنا علم اور صلاحتیں کسی نہ کسی حوالے سے مغرب اور اسکے الحادی افکار اور نظریات کو فروغ دینے کیلئے وقف کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے جس علم کو حاصل کیا ہے اسکے مقابل یہ نہیں چاہتے کہ دین کا حقیقی چہرہ سامنے آئے، کیونکہ دین کا حقیقی چہرہ سامنے آنے کے بعد انہیں علم دین میں جاہل ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض دین کے نام سے جن مناصب پر قابض ہیں، ان سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں انہیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ لہٰذا انکی مخالفت کا احتمال زیادہ قوی ہے لیکن ہم انکی مخالفت کو خوش آئندہ سمجھیں گے کیونکہ اس سے دینداروں کو پتہ چلے گا انکا دین کس کے قبضے میں ہے اور انکے دین کے محافظ کہاں ہیں

۳۔ وہ علمائے اعلام ہیں، جنہوں نے دین و عزاداری کے نام پر رائج باطل و بے بنیاد رسومات کو دل سے نہیں بلکہ مصلحت اندیشی اپناتے ہوئے قبول کیا ہے۔ انہوں نے نت نئی ایجاد ہونے والی باطل و بے بنیاد رسومات پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ انہیں رواج دینے والوں کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے ہیں۔ اگر یہ ذوات عوامی ریلے اور ایک بڑے اجتماع کی

رضائت وخوشنودی کی خاطر ہماری مخالفت مول لیں تو ہم یہاں بھی دو احتمالات سے انکا استقبال کرینگے۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ دلیل و منطق سے ہماری ان نگارشات پر قلم بطلان کی لکیر کھینچیں گے یا آیات وروایات سے اس کو غلط ٹھہرائیں گے، اگر ایسا ہوا تو ان کا یہ عمل ہمارے لیے خوشیوں ومسرت کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ ہماری ہدایت ورہنمائی اور نجات کا سبب بھی بنے گا۔ جسکے لئے ہم ہمیشہ ہی سے درگاہ خداوندی میں دست بہ دعا ہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ گذشتہ روش پر باقی رہتے ہوئے اب بھی خدا ورسول کی رضا و خوشنودی کی بجائے عوامی ریلے کے احترام میں بغیر دلیل و منطق کے ہماری مخالفت پر اتر آئینگے۔ لیکن اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ اپنے کثیر علم کو کس حد تک اس قلیل دنیا کیلئے بازار متاع میں رکھے ہوئے ہیں۔

۴۔ ہم اپنی کتب کے قارئین اور دروس ومجالس کے سامعین سے یہ نہیں کہتے کہ وہ دام درم سخنے ہماری مدد کریں۔ کیونکہ ہم جو کچھ بھی کررہے ہیں وہ سب خدائے روف ومہربان کی عطا کردہ ظاہری وباطنی نعمتوں ہی کے طفیل ہے۔ ہم دین کیلئے جتنا بھی کام کریں گے اسکے مقروض ہونگے۔ ہمارا یہ عمل قوم وملت یا کسی کی خوشنودی کیلئے نہیں کہ ہم جزاء ومعاوضہ طلب کریں، اگر ہمارا یہ عمل قبول ہوا تو اسکا صلہ خداوند متعال ہی عطا کرینگے ہم اسی سے ہی جزاء کے طالب ہیں کیونکہ وہ ذات ہی اہل تفضّل ہے۔

ہم آپ سے یہ درخواست بھی نہیں کریں گے کہ ہمارے ادارے کی کتب خرید کر ہماری یا ہمارے ادارے کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ بلکہ ہماری آپ سے درخواست یہ ہے کہ آپ بیشک کسی دوست احباب سے کتاب لے کر پڑھیں لیکن پڑھتے وقت اذہان کو تعصب سے خالی رکھیں۔ جو بات عقل و منطق اور قرآن وسنت معصومین سے موافقت و ہم آہنگی رکھتی ہو اسے دل سے قبول

کریں۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن اپنی ہر سوچ وفکر اور عمل کا اس بارگاہ میں جواب دینا ہے۔ جہاں جھوٹ اور غلط بیانی سے بات منوانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ اسی طرح اگر ہماری کتابیں دین و شریعت اور قرآن وسنت وسیرت معصومینؑ کے خلاف ہیں تو آپکو حق حاصل ہے کہ آپ قرآن و سنت سے رہنمائی لیتے ہوئے اس سلسلے کو روکنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر یہ کتب دین وشریعت یعنی احکام وتعلیمات قرآنی وسنت وسیرت معصومین علیہ السلام کے مطابق ہیں تو پھر آپ کا فرض بنتا ہے ان تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ تاکہ دین کے حقیقی چہرے اور خرافاتی چہرے میں فرق واضح ہو جائے اور ہر کلمہ گو مسلمان آسانی سے دونوں میں فرق وتمیز کر سکے۔ یقیناً ہم سب سے اس اہم ترین فرض کی ادائیگی کے بارے میں پوچھ گوچھ ہوگی۔

انتہا پسندی

ہمارے مخالفین نے دین و مذہب کی نصرت وحمایت کی بجائے ہماری مخالفت کو بنیاد بناتے ہوئے ہماری مخالفت کو وسعت دی ہے۔ جسکا دائرہ کار ہمارے دوستوں تک پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا یہ اپنے عمل میں کچھ حد تک کامیاب ہوئے ہیں، لیکن انکے مقابل ہم نے نفس پرستی، ملت پرستی کو اپنانے کی بجائے دین پرستی کے راستے کو اپنانے کا ہی فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ہم نے اس ملک میں لوگوں کو محرمات دین کا مذاق وتمسخر اڑاتے ہوئے دیکھا، عزاداری امیر المومنینؑ کے جلوس میں رمضان کے روزے کی ہتک حرمت کرتے ہوئے دیکھا، گوسفند اور دیگر حیوانوں کو ذبح کر کے ان کے خون کو چہروں پر ملنے اور پینے کا مظاہرہ دیکھا، ان جعلی ضریحوں کی جالیوں پر تالے اور دھاگے کی گرہیں باندھنے اور حاجتوں کو لفافوں میں بند کر کے جالیوں کے اندر ڈالتے دیکھا، جو خود انکے اس عقیدے کے خلاف ہے کہ آئمہ خدا کے برابر علم جانتے ہیں۔ اسی طرح ان پرچموں اور جعلی ضریحوں کے سامنے لوگوں کو ایسے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھا جس طرح بت پرست بتوں کے سامنے بیٹھتے ہیں، پرچموں اور ضریحوں کے سامنے لوگوں کے سجدہ ریز ہونے کے مناظر

دیکھے، ﴿قدقامت الصلوٰۃ﴾ کے بدلے میں ''حسین، حسین'' کہنے کے مناظر دیکھے، رکوع وسجود میں ﴿ربی الحسین﴾ کہتے ہوئے سنا، منابر امام حسینؑ پر خطاب کرنے والے مقررین کو امت اسلامی کا شیرازہ پاش پاش کرنے کی دعوتیں دیتے ہوئے سنا، لیکن ان تمام ترجنایتوں پر ہمارے بال تک بھی نہیں ہلے، کیونکہ ہم خود جینا چاہتے تھے۔ ہمیں دین سے زیادہ ملت عزیز تھی، ہم آخرت سے زیادہ دنیا کو پسند کرتے تھے۔ لیکن عمر کے آخری لمحات میں ہمیں بھی موت کی یاد آتی ہے لہٰذا ہم نے مال ودولت احباب وقوم وملت اور اولاد سب سے بے نیاز ہو کر خود کو عرصہ محشر میں محضرِ خدا میں پیش ہونے کے تصور کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت محسوس کی کہ شیعہ اثناعشری اور دیگر ناموں سے معروف ومشہور شیعوں کو انکی شناخت کے ہمراہ پیش کریں۔

اب فلاں نے نئے دین کا اعلان کیا ہے

یہ جملہ کہنے والوں کی مثال ویسے ہی ہے جیسے خود چور کہے دیکھو چور بھاگ رہا ہے قارئین کرام ایک عرصہ سے ہم اور آپ اکٹھے اس معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا آپ سے سوال ہے کہ دین کی شکل وصورت جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کیا آج سے پہلے یہ اسی شکل وصورت کا حامل تھا؟ کیا یہ بلند قامت اور فلک بوس علم آج سے دس بیس سال پہلے بھی ایسے ہی تھے؟ کیا پہلے بھی مردوں اور عورتوں کی مخلوط مجالس ہوا کرتی تھیں؟ کیا ہر جنازے کے پیچھے نوحہ خواں جلوس عزا نکالتے تھے؟ کیا لوگ علموں کے نیچے پیٹ کے بل سجدہ کرتے تھے؟ کیا پہلے بھی جھنڈے سے حاجتیں مانگی جاتی تھیں؟ کیا پہلے بھی گھوڑے کو مولا کہا جاتا تھا؟ کیا پہلے بھی مساجد وامام بارگاہوں میں گھوڑے کا مجسمہ رکھا جاتا تھا؟ کیا پہلے بھی میلادِ آئمہؑ کے موقع پر محافل میں کیک کاٹے جاتے تھے؟

بلکہ آپ لوگ آئے دن نیا دین بناتے گئے، ہم نے دیکھا اب دین میں کچھ باقی نہیں رہا لہٰذا ہم مجبور ہوئے کہ دین اور مذہب کی وہ صورت جو آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے نبی کریمؐ نے

چھوڑی تھی اسکی طرف رجوع کریں۔آپ کی پیشن گوئیاں عیاں ہوکر سامنے آنے لگی ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ دین کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا' اس وقت علماء ودانشمند خاموشی وسکوت اختیار کر کے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔لہٰذا ہم آپ لوگوں سے زیادہ نارِ جہنم سے ڈرتے ہوئے چند کلمات صفحۂ قرطاس پر لائے ہیں اور آپ کے غیض وغضب سے بچاؤ کیلئے خود کو اُس خالق ومالک کے تحفظ میں دے رہے ہیں جس سے بہتر کوئی محافظ ونگہبان نہیں۔

دیارِغربت کی بات

آج سے ڈھائی سال پہلے اپنے بچوں کی تعلیم کے حوالے سے میں نے کراچی کو چھوڑ کر اسلام آباد کے مضافاتی مسلمان مستضعف نشین علاقے کی طرف ہجرت کی۔کئی بار اپنے گھر سے دور ہونے کی وجہ سے بے اختیار میرے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ ہم دیارِ غربت میں زندگی گزار رہے ہیں۔لیکن لطف خدا ہے اچانک میرے ضمیر وجدان نے مجھے جھٹکا دے کر پوچھا کہ دیار غربت کسے کہتے ہیں؟ میں سوچ میں پڑ گیا کہ حقیقت میں دیار غربت کی کیا تفسیر ہے۔کلمات کے معانی تلاش کرتے ہوئے ان کے مصداق کی طرف رجوع کرنا چاہا تو اس کے دو مصادر ملے۔ ایک مصادر لغت میں جو عام ہے۔دیارغربت اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں کوئی شخص اپنے آبائی اور پیدائشی جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ پر منتقل ہوا ہو۔یعنی آبائی اور پیدائشی جگہ جو بقول بعض وطن عزیز ہے وہاں سے منتقل ہوکر کسی اور جگہ پر منتقل ہو' اس جگہ کو دیار غربت کہتے ہیں۔دین ودیانت پر عمل کرنے والوں کیلئے مصادر قرآن وسنت ہے جب ہم قرآن وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیار غربت کی تعریف یوں ملتی ہے' جہاں دین ومذہب اور حق کی آواز کو آزادی سے بلند نہیں کیا جاسکتا ہو وہی جگہہ تمہارے لئے دیار غربت ہے۔وہاں سے ہجرت نہ کرنے والے کو قرآن نے ظالم کہا ہے اور اسکے لئے وعید جہنم ہے۔اس آیت کی رو سے جب ہم نے غور کیا تو ہمارے لئے دیار غربت وہی ہمارا آبائی اور پیدائشی علاقہ بنا' جہاں ہم بلوغت کے بعد سات آٹھ

سال کفر الحاد لادینی طاقتوں کے قصیدہ خواں اور ان کی سلامتی اور اقتدار کے لئے دعا گو کے درمیان اپنے اندر مذہب کی حقانیت پر بار بار شکوک وشبہات جنم لیتے ہوئے کچھ عرصہ گذارا، ہم اس وقت اس سلسلے میں کسی قسم کی زبان کھولنے کو گناہ شمار کرتے تھے۔ لیکن آج وہ لوگ اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ اب ان کا کہنا ہے، دین کا کام مادی منافع اور اقتصادی مسائل کے حل میں ہے اور اس کیلئے ہمیں لادین افراد سے بھی تعاون کرنا چاہئے۔

ان افراد کی حالت یہ ہے دین و مذہب سے عاری صرف نعرۂ یاعلی کہنے والے شخص کی لاٹھی سے عصاءِ موسیٰ سے زیادہ معجزاتِ شفا کی طلب میں جوق در جوق آتے ہیں۔ اس سلسلے میں علماء کی حالت شیطانِ ساکت جیسی ہے، قارئین آپ فیصلہ کریں ایسی جگہ ایک عادی مسلمان کیلئے دیار غربت نہیں تو کیا ہے؟ اگر جہاں سے کچھ پیسہ ملیں، کوئی شفا ملے اسکی طرف جانا، اس سے حاجتیں مانگنا، امیدیں رکھنا، قرآن وسنت وسیرت معصومینؑ کی رو سے قباحت نہیں تو صدر اسلام کے مسلمان اور دور آئمہ میں رہنے والوں کی کیا تقصیر تھی جنھوں نے آئمہؑ کی حقانیت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنے جینے کی خاطر حکمران وقت کا جز بنے یا انکے دروازے پر دستک دی۔ واقعی وہ جگہہ اب دیار غربت لگتی ہے کیونکہ غربت کا معنی انوکھی، اور نا آشنائی کے ہیں۔ لہذا جہاں علماء و مروجین دین وشریعت اپنے لب ولہجہ سے یہ اظہار کرتے ہوں کہ ان کے پاس جو دین ہے اس میں وہاں کے عمائدین اور ارباب بسط واختیار کے لئے نرم گوشہ موجود ہے۔ اس عمل کو آج کی دنیا میں اصلاح پسند کہا جاتا ہے۔ لہذا اس تناظر کو سامنے رکھنے کے بعد ہم نے اس کلمہ دیار غربت کہنے پر توبہ استغفار کی۔ کیونکہ جہاں میری رہائش ہے وہاں ایسی کہانیاں سننے میں نہیں آتیں۔

دل چاہتا ہے یہاں سے چلے جائیں

جس معاشرے میں دین کی بات کرنے اور سچ کے اظہار پر پابندی ہو، جس معاشرے

میں دوستوں سے دشمنی اور اجنبیوں سے دوستی کو رواج دیا ہو جیسے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا جس معاشرے میں علماء کرام حلیہ دینی و ایمانی رکھنے والے افراد اس کپڑے کی مانند استعمال ہوتے ہیں جو چولہے سے گرم برتن اتارنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا معاشرہ ہمارا وطن کیسے بن سکتا ہے جس میں ظالم پیشہ افراد بغیر کسی سند و جواز کے ابھی تک مسلمانوں سے ڈوگرہ راج جیسا جزیہ لیتے ہوں، وہ اپنے خاندان کے بڑے فرزند کے علاوہ باقی تمام بیٹے، بیٹیوں کو ارث سے محروم رکھتے ہوں، معاشرے میں لہولعب، بے ہودگی اور بے حیائی پھیلانے کو اپنے خاندانی پہچان قرار دیتے ہوں۔ ان افراد کے بارے میں قرآن وسنت کے خلاف یہ کہنا کہ اسلام میں شریف خاندانوں کا احترام ہے اور یہ شریف خاندان کے لوگ ہیں۔ بھلا اسلام کے قوانین اور سنت و سیرت معصومینؑ کو پامال کرنے والے بھی شریف ہو سکتے ہیں۔ وہ خاندان جنکی پہچان گانا اور موسیقی ہو، اسے رواج دینے کو وہ پسند کرتے ہوں، جو گھنٹوں ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر بیہودہ پروگرام نہ دیکھیں انہیں نیند نہیں آتی، انھیں کس قانون کے تحت شریف کہا جا سکتا ہے۔ یہ تمام حالات دیکھ کر ہمارا دل چاہتا ہے آخرت کی طرف چلا جائے۔

بعض قارئین شکایت کرتے ہیں

بعض قارئین شکایت کرتے ہیں کہ فلاں مصنف ومؤلف نے اب مال و دولت کی خاطر ایک ہی مضمون کو دو کتابوں میں تکرار سے چھپوا کر ایک ہی کتاب میں کچھ اضافہ کر کے اور اسے ضخیم بنا کر پیسہ کمانا شروع کیا ہے۔ قارئین بیچارے کہاں جائیں، انہیں اب ایک کی بجائے دو کتابیں خریدنا پڑتی ہیں، وہ پہلے ایڈیشن کی کتاب کو کہاں پھینکیں یا کسے واپس کریں۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ آپ یہ اعتراض یا فرمائش ان افراد سے کر سکتے ہیں جنھوں نے آپ سے درخواست کی ہو کہ ہماری کتابیں خرید کر پڑھیں، ہم نہ تو پیسے کے لئے کتابیں لکھتے ہیں اور نہ ہی

پیسے کی خاطر کتابیں چھپواتے ہیں۔ اگر ہم خرچ ہونے والی لاگت کی مناسبت سے کتابوں کی قیمت لگاتے تو وہ موجودہ قیمت سے بہت زیادہ ہوتی ۔ ہمارا قیمت کم رکھنے کی وجہ کتابوں کے سلسلہ کو جاری رکھنا ہے۔ آپ لوگ ہمیشہ دینی مسائل کو مال کے زاویئے سے نہ دیکھیں کیونکہ یہ فکر آپ کو گمراہی کی طرف ہی لے کر جائے گی۔ آپ دین کے حوالے سے دیکھیں اس سلسلہ میں اپنے لئے درپیش مشکلات اور ہمارے لئے درپیش مشکلات دونوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں ۔آپ کی مشکل اس طریقے سے حل ہوسکتی ہے کہ آپ نئی کتاب میں اضافی طور پر آنے والے مضمون کو کسی سے کتاب لیکر پڑھ لیں یا فوٹو کاپی کروا کر پڑھ لیں یا پرانی کتاب کسی اور کو تحفہ دیکر نئی کو پڑھیں' آپ کیلئے تو آسان راستے موجود ہیں لیکن ہم سابق کتاب میں موجود کمی و نقص کو نئی کتاب کی اشاعت کے بغیر پورا نہیں کر سکتے ۔ یہ دنیا کی سنت ہے تصنیف و تالیف کے وقت کوئی مضمون کتاب میں اجمالی طور پر لکھ دیا جاتا ہے اور بعد میں موقع ملنے پر اسے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے ۔اسی طرح کسی جگہ اجمال کی ضرورت ہو تو وہاں اجمال سے گزر جاتے ہیں ۔تصنیف و تالیف میں یہ سنت قدیم زمانے سے جاری ہے بری طباعت کو اچھی طباعت سے' برے کاغذ والی کو اچھے کاغذ والی طباعت سے اور مجمل کو تفصیل کی صورت میں لایا جاتا ہے۔ ہم کوئی پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا ہو۔ لہٰذا ازراہِ کرم کسی بھی حوالے سے ہمیں مادہ پرستی کے تیر نہ ماریں۔ ہاں اگر آپ دین کی خدمت کے خواہاں ہیں اور دینی کتب کے مطالعے کے ساتھ ساتھ دین و مذہب کی سربلندی بھی چاہتے ہیں تو ان کاموں کو دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیں' اس سلسلہ میں آپ سورۂ حجرات کی اس آیہ کریمہ کو نظر میں رکھیں جہاں اللہ فرماتا ہے وہ دین کے کام کر کے کسی پر منت نہ رکھیں ۔

﴿بل اللّٰہ یمن علیکم ان ھدٰکم﴾ ''اگر تم سچے ہو تو اللہ کا تم پر احسان ہے''

(حجرات/۱۷)

آخر میں اپنے مالک ومعبود برحق کے حضور میں سر بسجدۂ شکر ہوں کہ اس نے مجھے نعمت صحت' سلامتی اعضاء وجوارح اورحواسِ ظاہری وباطنی سے نوازنے کے ساتھ اپنے پسندیدہ دین اوررہبرانِ حقیقی سے دفاع کرنے کی توفیق عنایت کی' میں اسکی اس نعمت عظمٰی کا شکر کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ اس نے مجھے اس سلسلہ میں ایسے مخلص وباصفادوست واحباب کی معاونت میں رکھا، جنکی معاونت میں وہی منطق شامل تھی، جسے ذات باری تعالی نے اپنے رسولوں کی زبان سے کہلوایا ہے کہ: ہم تجھ سے کسی قسم کے اجر کے خواہاں نہیں'' کیونکہ یہ خدمات مادی اجرت سے بالا ہیں۔ ایسے موقعہ پر مجھے اپنے مالک ومعبود کے سامنے تقصیر وکوتاہی پر شرمندگی ہوتی ہے۔ لہذا میں خدائے بزرگ وبرتر سے مغفرت کا خواہاں ہوں۔

ساتھ ہی خداوندمتعال سے دعا ہے اس کتاب کی تالیف میں جتنے بھی تیرے نزدیک پسندیدہ حقائق درج ہیں اسکی اجر میں میرے ساتھ میرے معاونینِ کرام کو بھی برابر کا شریک قرار دے کیونکہ وہ ان حقائق کو صفحۂ قرطاس پر لانے میں برابر کے شریک ہیں۔ اگر اس میں کوتاہی یا نعوذ باللہ کوئی غلط بیانی ہے تو ان برادران کو اس تقصیر سے معاف رکھنا۔ جن برادران نے اس کتاب کی تدوین میں معاونت کی وہ یہ احباب ہیں جناب برادر خادم حسین صاحب سلمہ' جناب برادر مبشر حسین صاحب سلمہ' جناب برادر فیاض حسین صاحب' جناب برادر محمد جاوید صاحب' جناب برادر سید ناصر علی شاہ نقوی صاحب' جناب برادر محمد باقر صاحب' خدا ان سب کو حفظ وامان میں رکھے اور اس عالم میں اجر جلیل وجمیل سے نوازیں اور انبیاء واولیاء کی قرب وجوار نصیب کریں وآخر دعونا الحمد وللہ رب العالمین۔

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

ذی القعدۃ الحرام ۱۴۲۴ ہجری

شیعہ اثناعشری اور دیگر شیعوں میں فرق

خداوند متعال نے بنی نوع انسان کی تخلیق میں کسی نہ کسی زاویئے سے مختلف امتیازات رکھے ہیں، تا کہ یہ ایک دوسرے کی شناخت اور پہچان بن سکیں اور اسطرح نظامِ اجتماعی سے متعلق مسائل میں دشواری بھی نہ پیش آئے، اس کا ذکر سورۂ مبارکہ حجرات کی آیت کریمہ ۱۳ میں آیا ہے:

﴿یاایھاالناس اناخلقنکم من ذکرٍ وانثی وجعلنکم شعوبًاوقبآئل لتعارفوا﴾

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اللہ یقیناً خوب جاننے والا' باخبر ہے''

اس آیت کریمہ کے تحت انسانی شناخت کی چند بنیادی اقسام ہیں:

اقسام شناخت

۱۔ **ذاتی اور طبیعی شناخت:** قدوقامت، رنگ وشکل، زبان ولہجہ، درج ذیل آیات میں ان امتیازات کی طرف اشارہ ہے:

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک آسمان و زمین کی خلقت ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ہے'' (روم/۲۲) ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کئے۔ اور پہاڑ وہ بھی مختلف رنگوں کے سفید اور سرخ بنائے اور بعض بالکل سیاہ رنگ کے'' (فاطر/ ۲۷'۲۸)

۲۔ شناخت اکتسابی

وہ شناخت ہے جو انسان اپنے اختیار' رضا ورغبت سے حاصل کرتے ہیں۔ انسان اپنے قول وفعل کے انتخاب کی بنیاد پر امتیازات قائم کرتا ہے جیسے نرم مزاجی' خوش خلقی' نخوت و بردباری' کرم

نوازی، عفو و درگزر صفات حمیدہ ہیں اور ظلم و بربریت وغیرہ صفات مذموم ہیں۔ تاریخ انسانیت میں ایک شناخت جو تسلسل سے موجود رہی وہ دین و مذہب ہے۔ اسلامی فرقوں میں سے شیعہ وہ فرقہ ہے جو رسول ختم مرتبت کی وفات کے بعد فوراً وجود میں آیا یہ فرقہ اپنے عقائد و احکام و اخلاق اور مصادر دین کے حوالے سے دیگر فرقوں کے ساتھ بعض میں امتیاز رکھتا ہے۔

شناخت و پہچان کے مختلف مصادیق ہیں

۱۔ زوال پذیر چیزوں کے ذریعے پہچان کروانے کا لازمہ ہے پہچان کے ساتھ خود اس نے بھی ختم ہونا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیزوں سے پہچان کروانے کو اپنے لئے افتخار و اعزاز سمجھتے ہیں، انہیں یہ درک کر لینا چاہئے کہ انھی چیزوں کے ساتھ انکا افتخار بھی ختم ہوگا۔ بہت سے چیزیں ایسی ہیں جو دیکھتے ہی دیکھتے زوال پذیر ہوتی ہیں مثلاً بالوں کی تزئین و آرائش، کپڑے وغیرہ، جبکہ دین اسلام قائم و دائم رہنے والا ہے۔ لہٰذا جن فرق و مذاہب اور گروہوں نے جلد زوال پذیر ہونے والی چیزوں کو معیار قرار دیکر انھیں اپنے لئے مایۂ افتخار بنایا ہے وہ انتہائی نادانی کا شکار ہے۔

۲۔ **قومیت کے حوالے سے پہچان:** قوم کے نام سے پہچان کروانے والے ایک قسم کی بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ جس طرح بت، بت پرستوں سے کچھ لیتے تو ہیں مگر کچھ دیتے نہیں اسی طرح ہر قوم میں موجود مفاد پرست آپ سے کچھ نہ کچھ لیتے ضرور ہیں مگر دیتے کچھ نہیں، قوم کو معیار و پہچان بنانے والوں کو بھی کسی نہ کسی دن حسرت و ندامت کی انگلی دانتوں میں دبانا ہوگی، کیونکہ اپنی قوم پر فخر و ناز کرنے والے کی زندگی میں ایک دن ایسا آئے گا جس دن یا تو قوم اسے چھوڑ دے گی یا اسے قوم کو چھوڑنا ہوگا، ہر قوم بحیثیت قوم افراد کو صالح و مفید اور منفعت بخش و ثمر آور نصیحت و مشورہ دینے میں بخیل ہوتی ہے۔ قوم پرستی کے تصور کو سمجھنے کیلئے کمیونسٹوں کی مثال کو دیکھیں، ایک طرف تو وہ پورے ملک کے مال و دولت

کو اجتماع کی ملکیت گردانتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ واضح نہیں کرتے اس اجتماع میں کون کون شامل ہوگا۔ کیونکہ حقیقت میں یہی وہ افراد ہیں جو قوم کا استحصال کرتے ہیں، انکے جائز حقوق کی پامالی کرتے ہیں، لیکن خود کو قوم کا محسن و خدمت گار ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے ملک میں لوگوں نے دین حقیقی سے آگاہ و آشنا نہ ہونے بلکہ منحرف ہونے کی وجہ سے دین و مذہب کے نام پر جمع ہونے والے سرمایہ و دولت کو مفاد پرستوں کے ہاتھوں میں دیا، اس طرح ان مفاد پرستوں نے خرد برد کر کے دین و مذہب کے سرمایہ و دولت کو اپنے دنیاوی مفادات پر خرچ کر کے اسے قوم کی خدمت کا نام دیا، اس طرح قوم نے جہالت و نادانی کی وجہ سے مفاد پرستوں کو دولت مند بنایا، جس کے صلہ میں ان مفاد پرستوں نے قوم کو استعماری طاقتوں کے ہاتھوں ثمن قلیل میں فروخت کیا، ہر آئے دن انھیں دین و مذہب سے منحرف کیا۔

۳۔ **دین کے ذریعے پہچان:** یہ وہ واحد پہچان ہے جو انسان کو دنیا و آخرت میں سرخرو کر سکتی ہے صرف اسی کی بدولت انسان عزت و آبرو اور سکون و اطمینان کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اگر اس پہچان میں خلل و کوتاہی واقع ہوئی تو پھر آخرت میں سرخرو ہونے کا امکان ختم ہو جائے گا۔ انسان اگر قرآن و سنت و سیرت معصومینؑ سے آگاہ اور ان سے ملنے والے احکام و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس چند روزہ زندگی کے مصائب و مشکلات کو برداشت کرے، تو اس عالم میں جہاں سب کو ندامت و حسرت کا سامنا ہوگا وہاں ہم اسے یہ کہتے ہوئے دیکھیں گے،

”کاش میری قوم کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا“ (یسین/ ۲۷)

دین نے انسان کو جو پہچان دی ہے اس کا خلاصہ دو کلموں میں کیا ہے، ان کے حامل افراد دنیا

وآخرت دونوں میں سرخرو ہیں۔قرآن کریم کی آیات میں یہ کلمے مذکور ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان وعمل صالح کو بلند کرتا ہے ایمان' خدا' رسول اور آخرت سے متعلق آگاہی کا نام ہے اور خدا کی طرف سے جاری کردہ امر ونواہی پر عمل، عمل صالح ہے۔قرآن کریم میں اسکی تفصیل کچھ یوں بیان ہوئی ہے۔

ا۔ ایمان راسخ کے ذریعے پہچان

﴿ولٰکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینۃ فی قلوبکم﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین فرمایا''

(حجرات/۷)

ہماری پہچان اس دنیا اور آخرت دونوں میں ایمان تقویٰ ہے۔ان دونوں سے ہٹ کر کسی فرقہ اور گروہ کی اپنی پہچان قائم کرنا قرآن وسنت اور سیرت اہل بیتؑ کے سراسر خلاف ہے۔آئمہ طاہرینؑ نے قرآن وسنت سے ہٹ کر امت اسلامی سے الگ کوئی پہچان نہیں اپنائی، آپ نے ٹوپی، عمامہ جیسی کوئی پہچان قرار نہیں دی۔

۲۔ اعمال صالح کے ذریعے پہچان

﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم﴾ ''تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے''

(حجرات/۱۳)

شناخت کی اقسام بیان کرنے کے بعد ہم فخر ومباہات کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہماری شناخت قرآن وسنت کی رو سے صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ہم گرچہ خود کو شیعہ کہلاتے ہیں لیکن علیؑ اور اولادِ معصومینِ علیؑ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہم اپنی تمام قسم کی فرقہ کی پہچان کو چھوڑ کر صرف اسلام کا نام بلند کریں۔شیعہ اثنا عشری عقائد وفروعات اسلامی کی اتم وکامل نفاذ واجرا کے حامی گروہ کا نام ہے۔بہت سے فرقوں نے شیعہ کا نام استعمال کر کے شیعہ اثنا عشری کے چہرے کو

مسخ کر کے شیعہ کو اسلام کے مقابل میں ایک الگ مذہب کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ انکا یہ عمل اس بات کا سبب بنا کہ ہم شیعہ اثناعشری کو اسکے نظریات، عقائد اور فروعات کی رو سے متعارف کروائیں۔

تعریف شیعہ: ادیان و مذہب میں تشیع ایک خط درشت سے لکھا گیا مذہب ہے، کلمہ شیعہ، لغت اور قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ کسی چیز کو زیادہ شہرت اور فروغ ملنے کو شیعہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ اسکا ذکر سورۂ نور آیت ۱۹ میں ہے۔

﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوالھم عذاب الیم فی الدنیاوالاٰخرة﴾ ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان بے حیائی پھیلے ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''

بعض لوگ بری چیز کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ افتراق وانتشار کے معنوں میں آیا ہے:

﴿من الذین فرقوادینھم و کانوا شیعًا﴾ ''جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور جو گروہوں میں بٹ گئے'' (روم/۳۲) (قصص/۴)

۳۔ اتباع و پیروری کے حوالے سے آیا ہے، قرآن کریم میں کسی کی اتباع و پیروری کرنے والے کو شیعہ کہا گیا ہے:

﴿وان من شیعته لابرٰھیم﴾ ''اور ابراہیم یقیناً نوح کے پیروکاروں میں سے تھا''

(صافات/۸۳)

جو گروہ اپنی زندگی سے متعلق فردی و اجتماعی، اخلاقی و سیاسی زندگی میں کسی فرد یا گروہ کی پیروی کرے، اُسے اس کا شیعہ کہا جاتا ہے۔

شیعہ فرقہ پر یہ تینوں تعریفیں منطبق ہوتی ہیں۔ بعض شیعہ فرقے اباحہ محرمات و منکرات، اسکی

اشاعت سے لے کر اسقاط واجبات اور الوہیت آئمہ تک کے قائل ہیں۔ دوسری تعریف شیعہ بمعنی ''اتباع و پیروی'' اس حوالے سے بھی ہر ایک نے اپنے لئے ایک متبوع کا انتخاب کیا ہے۔ لہٰذا اتباع کے حوالے سے افتراق اور انتشار وجود میں آیا اور آتا رہے گا۔ جہاں تک تیسری تعریف شیعہ بمعنی ''افتراق وانتشار'' ہے۔ صدر اسلام سے لے کر عصر حاضر تک دیگر فرق و مذاہب کی مانند شیعہ بھی افتراق در افتراق اور تقسیم در تقسیم کے مراحل سے گذرے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار سورج سے انکار کے مترادف ہوگا۔ حضرت علیؑ کے بعد امامت کو آپؑ کے معصوم فرزندان تک محدود رکھنے والوں کو دو ناموں سے پکارا جاتا ہے ایک ''امامیہ اثناعشری'' دوسرا ''شیعہ اثناعشری'' ان دونوں کا مصداق و مفہوم ایسا ہی ہے جیسے انسان و بشر۔ اس فرقے کے پیشواؤں اور پیروکاروں نے پہلے دن سے ہی تمام اصول و فروع اسلام، قرآن وسنت کی پاسداری کی، چاہے اس کیلئے انھیں کتنی ہی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑی۔ لہٰذا اس فرقے کے حق میں پہلی اور تیسری تعریف شیعہ صادق نہیں آتی۔ کیونکہ نہ تو یہ لوگ افتراق وانتشار کے قائل ہیں اور نہ ہی فرقہ اباحہ منکرہ کے قائل ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے یہ فرقہ کس سے صلح وآشتی، اتفاق واتحاد کر سکتا ہے اور اسی طرح کس سے جدائی اور برائت کا اعلان کر سکتا ہے۔ مسئلہ واضح ہے امت اسلامی ایک حوالے سے تین گروہوں میں تقسیم ہوئی ہے ایک نے اصرار کیا پیغمبر کے بعد آپ ؐ کے جانشین قابل احترام واکرام چار خلفاء ہیں۔ ان سے جدائی و دوری کسی ایک سے دشمنی اسلام سے دوری اور جدائی کی مانند ہے یہ گروہ اپنے عقیدے کے تحت اصول ثلاثہ کے ساتھ شریعت میں وارد واجبات ومحرمات کلی کا پابند ہے، گرچہ ان میں بعض افکار ونظریات اور بعض عمل وکردار میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو پیغمبرؐ کے بعد پیغمبرؐ کے جانشینِ برحق علیؑ اور آپؑ کے گیارہ فرزندوں کی امامت کے معتقد ہیں اسکے ساتھ ساتھ بارہویں امام کے نظروں سے غیب ہونے کے بھی معتقد ہیں۔ یہ فرقہ عقائد ثلاثہ کے ساتھ دو اور اصولِ مذہب کے طور پر امامتِ معصومین

اور عدالتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ تمام واجبات اور محرمات کے قائل ہیں۔ان میں سے کسی ایک کے انکار کرنے والے کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔تیسرا فرقہ وہ ہے جو حضرت علیؑ کی امامت کے بعد سے ہر دور میں تسلسل امامت معصومینؑ سے جدا ہوئے ہیں۔انھوں نے عقیدہٗ امامت معصوم سے انحراف کیا اور اسکے ساتھ بعض اصول عقائد، واجبات و محرمات سے بھی انحراف کی راہ اپنائی ہے۔شریعت کے اصول و فروع کو تقسیم در تقسیم کیا اور اس آیتِ کریمہ کے مصداقِ جلی بنے کہ ''بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض پر نہیں'' مندرجہ بالا فرقوں میں سے کس سے اتحاد کرنے کے حوالے سے تین مفروضے موجود ہیں جس کی تفصیل ہم بحث ''شیعہ سنی اتحاد'' میں کریں گے۔

ادیان و مذاہب کو بادِ خزاں لاحق ہونے کا وقت وہ ہے۔جب ان میں مفاد پرست اور منافقین نفوذ کرتے ہیں ان افراد سے کوئی بھی دین و مذہب محفوظ نہیں رہ سکا۔اسی طرح یہ بادِ خزاں یا حسب تعبیر قرآن ﴿صرصر عاتیه﴾ اس مذہب کو بھی لگی ہے۔اس میں کئی مسالک و مذاہب نے خود کو شیعیان علیؑ یا شیعیان حیدر کرارؑ سے متعارف کروایا اور اسکے مقابل شیعیان اثناعشری نے دانستہ اور نادانستہ دونوں حالت میں یہ کوشش نہیں کی کہ خود کو دیگر فرقوں سے جدا اور ممتاز رکھیں۔اسی دیگران کی بھی یہ خواہش وکوشش رہی کہ یہ امتیازی دیوار کھڑی نہ ہونے پائے۔یہاں سے عام انسان کیلئے شیعہ فرقوں میں امتیاز و پہچان کرنا ممکن نہیں رہا۔لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ ایک انسان جو حق و باطل میں تمیز کرنا چاہے تو یہ اس کیلئے ممکن نہ ہو۔فرق و مذاہب کے محققین و ماہرین کے تحقیق کے مطابق شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں۔ان میں سے مشہور فرقے مندرجہ ذیل ہیں:

فرق شیعہ: ماہرین فرق و مذاہب کے مطابق مشہور شیعہ فرقے درج ذیل ہیں:

۱۔ **مذہب کیسانی:** ان میں سے ایک گروہ امیر المومنینؑ کے بعد حضرات حسنینؑ کی امامت کا منکر ہے۔اسی طرح بعض حضرات حسنینؑ کی امامت کے بعد زین العابدینؑ کی امامت کے منکر ہیں،

لہٰذا یہ شیعہ حیدار کرار ہیں لیکن شیعہ اثنا عشری نہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو محمد ابن حنفیہ کی امامت کے معتقد ہیں۔ ان میں سے بعض کا کہنا ہے امیر المومنین علیؑ نے اپنے بعد محمد ابن حنفیہ کو منصب امامت پر نصب کیا۔ جبکہ بعض کا کہنا ہے امام حسینؑ کے بعد خلافت محمد ابن حنفیہ کی طرف منتقل ہوگئی ۔کیسانیہ کے بھی چند فرقے ہیں۔ ان کے دو بڑے فرقے ہیں جن میں سے ایک محمد بن حنفیہ کو امام مہدی سمجھتے ہیں اور دوسرا فرقہ محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد سلسلہ امامت جاری رکھنے کا معتقد ہے۔

۲۔ زیدیہ: انھوں نے امام زین العابدینؑ کے بعد امام محمد باقرؑ کی امامت کا انکار کر کے امامت کو زید ابن علی کی طرف موڑا ہے ۔فرقہ زیدیہ جو خود کو حضرت زید فرزند امام زین العابدینؑ سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ تین بڑے فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں جن میں جارودیہ' سلیمانیہ اور جریریہ شامل ہیں۔ ان سب کی برگشت زید بن علی کی طرف ہوتی ہے جنھوں نے ہشام بن عبدالملک بن مروان کے خلاف خروج کیا ان کے عقائد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کسی امام کی امامت کا نص پیغمبر سے ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ امام سابق کی طرف سے آئندہ امام کی تائید ہونا ضروری نہیں۔

۳۔ ضروری نہیں کہ امام کے والد بھی اپنے زمانے کے امام ہوں اور امام کو وراثت میں امامت ملے بلکہ تعین امام کیلئے طریقہ انتخاب کو بھی اپنایا جا سکتا ہے۔

۴۔ ایک زمانے میں دو مختلف علاقوں میں دو امام بھی ہو سکتے ہیں۔

۵۔ افضل انسان کے ہوتے ہوئے مفضول بھی امام بن سکتا ہے۔

۶۔ حضرت ابوبکر صدیق و عمر کی خلافت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

۷۔ خلیفہ سوئم پر تنقید کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔

۸۔ ان کے پاس امام مہدی علیہ السلام اور ان کے ظہور کا کوئی تصور موجود نہیں۔

۹۔ ان کے عقیدہ کے مطابق کتاب خدا اور سنت رسول سے استدلال کے علاوہ قیاس واستحسان سب جائز ہے۔

۱۰۔ عقائد میں یہ معتزلہ کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ یہ فرقہ اس وقت ویلم' طبرستان' گیلان' حجاز' مصر اور یمن میں رہائش پذیر ہے۔ برادران اہل سنت کا کہنا ہے' زیدیہ وہ فرقہ ہے جو تمام شیعہ فرقوں میں اہل سنت کے زیادہ قریب ہے۔

۳۔ باقریہ: یہ وہ فرقہ ہے جو امامت کو امام محمد باقرؑ تک تسلیم کرتے ہیں۔ انکی امامت کے بعد امام جعفر صادقؑ کی امامت کے منکر ہیں، انہیں ہی مہدی موعود قرار دیتے ہیں۔

۴۔ ناووسیہ: اس فرقے کے پیروکار امامت کو امام جعفر صادقؑ تک مانتے ہیں۔ انہیں زندہ اور مہدی موعود قرار دیتے ہیں۔

۵۔ اسماعیلیہ: ایک گروہ نے امام جعفر صادقؑ کے بعد امامت کو آپ کے بڑے فرزند محمد اسماعیل اور انکے بیٹے محمد ابن اسماعیل کی نسل میں تسلسل دیا۔ انھوں نے امام محمد موسیٰ ابن جعفرؑ کی امامت سے روگردانی کی چنانچہ یہ فرقوں در فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے بعض نے تو قیامت صغریٰ کا اعلان کر کے شریعت محمدی کی تنسیخ کا اعلان بھی کیا ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ مندرجہ ذیل عقائد کا حامل ہے:

۱۔ ہر دور میں ایک امام کا نسل محمد ابن اسماعیل سے ہونا ضروری ہے۔

۲۔ انسان کے لیے گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہونا ضروری نہیں۔

۳۔ امام وہ ہے جو علم باطن پر عبور رکھتا ہو۔

۴۔ یہ عام مسلمانوں کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے۔

۵۔ اپنی آمدن میں سے پانچواں حصہ اپنے امام کیلئے مختص کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۶۔ ہر چیز مباح ہے۔

۷۔ دین میں حجاب کا کوئی تصور موجود نہیں۔

۸۔ تمام محرمات حلال ہیں۔

۹۔ اللہ نے کائنات کو از خود خلق نہیں کیا' بلکہ یہ طریقہ عقل کلی کے ذریعے خلق کی گئی ہے اس عقل کلی نے پیغمبر اور ائمہ میں حلول کیا ہے اور تمام صفات الٰہی اس عقل کلی کو ہی حاصل ہیں۔

انکے عقائد کی بنیادیں قدیم ایرانی اور ہندوستانی مذاہب کے افکار سے ماخوذ ہیں۔ ان کے عقائد میں براہمہ، بوزی، کلدانی، زردشتی اور ستارہ پرستوں کے عقائد شامل ہیں۔ اسماعیلیوں کے عقائد میں سے کوئی بھی چیز کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ سے ماخوذ نہیں۔ یہ لوگ شام' عراق' افریقہ' مصر' ہندوستان اور پاکستان میں پائے جاتے ہیں۔

۶۔ **موسویہ:** یہ وہ فرقہ ہے جسکے پیروکار امام جعفر صادقؑ کے بعد انکے فرزند حضرت موسیٰ ابن جعفر صادق کو امام سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں امام موسیٰ ابن جعفر صادق ابھی تک زندہ ہیں اور وہی مہدی منتظر ہیں۔

۷۔ **ابطحیہ:** امام جعفر صادقؑ کی وفات کے بعد عبداللہ ابن ابطح نے خود کو امام جعفر صادقؑ کا جانشین قرار دے کر امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت سے روگردانی کی' اس فرقے کے پیروکار امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے بڑے بیٹے عبداللہ ابطح کو امام قرار دیتے ہیں۔ انہی کو ابطحیہ بھی کہتے ہیں۔

۸۔ **واقفیہ:** وہ گروہ ہے جس نے امام موسیٰ کاظمؑ کی بغداد کے زندان میں شہادت کا انکار کر کے ان کو مہدئ موعود قرار دے کر سلسلہ امامت کو ان پر ختم کیا ہے

۹۔ **شمطیہ:** یہ وہ لوگ ہیں جنکا کہنا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے اپنے بعد امامت کیلئے اپنے فرزند محمد ابن جعفر کو منسوب کیا ہے اور وہی مہدی موعود ہیں۔

۱۰۔ **یونسیہ:** ان کے عقیدہ کے مطابق ایمان لانے کیلئے دل اور زبان سے اقرار کر لینا ہی کافی ہے

فرق مذہب شیعہ میں کچھ ایسے فرقے بھی وجود میں آئے جنہیں آئمہ اور فقہائے مذہب نے خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ لیکن ان فرقوں نے خود کو شیعہ متعارف کروا کر کفر و الحاد کو فروغ دیا، نادان شیعہ انھیں علیؑ کا نام لینے کی وجہ سے پہچان نہ سکے۔ ان فرقوں میں مشہور فرقہ فرقۂ نصیریہ ہے، یہ فرقہ تیسری صدی ہجری میں وجود میں آیا' اس کا بانی ابوشعیب محمد بن نصیر بصری نمیری تھا، یہ لوگ درج ذیل عقائد سے پہچانے جاتے ہیں:

۱۔ انکے عقیدہ کے مطابق امام علیؑ خدا ہیں اور جس طرح حضرت جبرائیل بعض اشخاص کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اسی طرح انکا بھی ظہور ہوا ہے۔

۲۔ یہ لوگ امام علیؑ کے قاتل عبدالرحمان ابن ملجم سے محبت رکھتے ہیں کیونکہ انکے مطابق اس نے علی کو قتل کر کے لاہوت کو ناسوت سے نجات دلائی۔

۳۔ اگر کوئی عبدالرحمٰن ابن ملجم پر لعنت بھیجے تو یہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔

۴۔ انکی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ انکی زبان سے یہ جملہ سننے میں ملے گا ''علی بادلوں میں ہے آسمانوں میں ہے''

۵۔ انکا کہنا ہے امام علیؑ نے حضرت محمدؐ کو خلق کیا پھر انھوں نے سلمانؓ، مقدادؓ، ابن اسودؓ، ابوذر غفاریؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، عثمان بن مظعون کو خلق کیا ہے۔

۶۔ یہ لوگ شراب کا احترام کرتے ہیں اور اسی وجہ سے انگور کو بھی محترم گردانتے ہیں انکے نزدیک انگور کے درخت کا کاٹنا جرم تصور کیا جاتا ہے۔

۷۔ نماز میں طہارت کو شرط نہیں سمجھتے۔

۸۔ ان کے ہاں مسحر کا کوئی تصور نہیں۔

۹۔ یہ لوگ نماز میں خرافات پڑھتے ہیں۔

۱۰۔ مسیحیوں کی طرح مختلف چیزوں کو مقدس گردانتے ہیں۔

۱۱۔ حج کے معتقد نہیں ہیں۔

۱۲۔ روزہ رکھنے کے بھی معتقد نہیں، بلکہ یہ عورتوں سے دوری کو روزہ گردانتے ہیں۔

۱۳۔ یہ لوگ صحابہ کرام سے شدید بغض رکھتے ہیں۔

۱۴۔ ان کے عقیدے کے مطابق نماز، نام علی، نام حسن و حسین محسن و فاطمہ ہے۔

۱۵۔ یہ لوگ ان دنوں میں عید مناتے ہیں عید نوروز' عید کساء' عید غدیر' عید مباہلہ' عید الضحی بارہ ذی الحج کو مناتے ہیں، نو ربیع اول خلیفہ دوئم کی وفات کے دن بھی عید مناتے ہیں۔

نصیریوں کے عقائد کی بنیاد سابقہ بت پرستی ہے۔ یہ لوگ ستاروں کو مقدس گردانتے ہیں اور انھیں مسکن امام علی گردانتے ہیں۔ اسی طرح عرشِ الٰہی کو قصرِ مادّی کے حوالے سے متعارف کرواتے ہیں، اور کہتے ہیں وہاں پنجتن کے مجسمے آویزاں ہیں۔ جبکہ حقیقت میں عرش جسم و جسمانیت سے مبراء ہے اور نہ ہی وہاں اہل بیت کے مجسمے ہیں۔ غلات کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ ان کی طرح دوسرے لوگ بھی آئمہ اطہارؑ ہی کو خدا تسلیم کرلیں اور تمام شرعی محرمات کو حلال اور واجبات کو ساقط قرار دیں۔

فرقہ مرجئہ: یہ لوگ نظریہ ارجاء کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے انسان کیلئے عقائد پر ایمان لانا ہی کافی ہے' عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کے بقول انسان صرف وہی عمل کرتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ لہٰذا انسان اپنے اعمال میں بالکل بے بس و مجبور ہے۔ اس نظریہ کو آجکل اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے، قیامت کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے وہاں کس کے ساتھ کیا ہوگا، اس مسئلہ کو وہاں کیلئے ہی چھوڑنا چاہئے۔ اس نظریہ کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے ڈالی اور اسے بنی امیہ کے حکمرانوں نے اپنی خلافت کی ناشائستہ حرکات کا چھپانے کیلئے فروغ دیا۔ لیکن آج کل یہ شیعوں کے ایک بڑے طبقے کا پسندیدہ نظریہ ہے۔

۱۲۔شیعہ اثنا عشری: تمام شیعہ فرقوں میں سے صرف شیعہ اثنا عشری ہی وہ فرقہ ہے جس نے اسلام کے تمام عقائد وفروع کو بطور کامل اپنایا اور اسکی پاسداری کی خاطر ہر قسم کی مظلومیت کو برداشت کیا، تاکہ اسلام زندہ وسالم رہے۔ جبکہ دیگر فرقوں نے اپنے سلامتی کی خاطر اسلام کے عقائد وفروعات حتٰی نظریات تک سے بھی انحراف کیا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو بھی اسلام کے کھاتے میں ڈالا، شیعہ اثنا عشری کی حقیقی پہچان پہلے مرحلہ میں اسلام ہے، رہبری امت کے حوالے سے ہم شیعہ اثنا عشری ہے، جس طرح ہم صرف شیعہ علیؑ ہونے کو اپنی پہچان نہیں سمجھتے، اسی طرح خود کو جعفری کہلانا ایک ناقص تعریف سمجھتے ہیں، بعض ناسمجھ افراد کہتے ہیں ہم فقہ میں امام جعفر صادقؑ کی پیروی کرتے ہیں، یہ ایک قسم کی مجاز گوئی ہے، شیعہ اثنا عشری فقہ میں تمام بارہ اماموں کی پیروی کرتے ہیں چاہے اس حوالے سے کسی امام سے ایک ہی روایت کیوں نہ بیان ہوئی ہو۔ چنانچہ فقہاء اثنا عشری نے ابواب فقہ میں بارہا نہج البلاغہ کلام امیر المومنینؑ اور سیرت حضرات حسنین اور دیگر آئمہ اطہارؑ کی سیرت طیبہ سے استناد کیا ہے۔ گرچہ فقہ میں امام جعفر صادق سے مروی حدیث دوسروں کی نسبت زیادہ ہیں۔ لیکن فقہ کا آغاز نہ تو جعفر صادقؑ سے ہوا ہے نہ ہی ان پر اسکا اختتام ہوا ہے۔ شیعہ اثنا عشری کے عقیدے کے تحت تمام آئمہؑ راویانِ رسول اللہ ہیں چنانچہ خود آئمہؑ بارہا اپنے قول کی سند رسول اللہؐ سے فرماتے تھے، فرق اتنا ہے کہ ہم ان کے قول کے ساتھ انکے فعل اور سکوت غرض پوری سیرت کو حجت سمجھتے ہیں کیونکہ وہ معصوم تھے۔ ہمارے مذہب کی حفاظت امام صادقؑ کے ساتھ دیگر آئمہؑ سے بھی قائم ہے۔ لہٰذا خود کو جعفری کہلوانے کی پہچان ایک ناقص پہچان ہے۔ چنانچہ دنیا کے دیگر گوشہ وکنار میں رہنے والے شیعہ بھی خود کو فقہ جعفری کے حوالے سے متعارف نہیں کرواتے، یہ تعارف صرف ہمارے ہاں رائج ہے۔

مندرجہ بالا فرقوں کو سامنے رکھنے کے بعد اگر ہم اپنے ملک میں شیعوں کا جائزہ لیں تو ان تمام کو دو فرقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں' ایک شیعۂ حیدر کرار اور دوسرا شیعۂ اثنا عشری، ہر ایک کی مذہبی

ساخت کوایک دوسرے سے الگ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دوسرے مذہب کی خرابیاں اور برائیاں شیعہ اثناعشری کے حساب میں شمار نہ ہوں۔ پہلے ہم شیعہ اثناعشری کے عقائدوفروعات کے نظریئے کو بیان کریں گے، تاکہ ہمیں ان دونوں فرقوں کوایک دوسرے سے جدا کرنے اور فرق رکھنے میں آسانی ہوسکے:

۱۔ شیعیان اثناعشری کے دین کا آغاز کلمہ ﴿لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ﴾ ہوتا ہے۔ جو پوری اُمتِ اسلامی کا کلمہ ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں عبادات' معاملات' سیاسیات' اجتماعیات' اقتصادیات، اخلاقیات سب میں قرآن وسنت کے پابند ہیں۔ اس سے ذرہ بھرانحراف اور خودساختہ تصورات وقوانین کو داخل کرنا کفروشرک سمجھتے ہیں' گویا انکا آخری کلمہ تسلیم اللہ ہے۔ شیعہ اثناعشری پہلے مرحلہ میں ہی اپنے کلمہ کی بنا پر شیعان حیدر کرار سے جدا ہوجاتے ہیں۔

دین اسلام کی حقانیت پردل سے یازبانی اعتراف کرنے کے بعد کلمہ ﴿لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ﴾ پڑھنے اس انسان، اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے، اس کی جان ومال اور ناموس ہرمسلمان کیلئے محترم بنتے ہیں' جسے امیرالمومنینؑ نے کلمہ اخلاص اور کلمہٴ فطرت کہا ہے:

﴿ان افضل ماتوسل به المتوسلون الیٰ الله سبحانه وتعالیٰ، الایمان به وبرسوله، والجهادفی سبیله، فانه ذروة الاسلام، و کلمة الاخلاص فانهاالفطرة﴾ ''اللہ والوں کیلئے اسکی بارگاہ تک پہنچنے کا بہترین وسیلہ اللہ اوراسکے رسولؐ پر ایمان اور راہِ خدامیں جہاد ہے کہ جہاد اسلام کی سربلندی ہے اور کلمہ اخلاص ہے کہ یہ فطرت الٰہیہ ہے'' (خطبہ/۱۱۰) (خطبہ/۵۷ پیرا۲)

ہمیں یہی کلمہ پیغمبراکرمؐ سے ملا ہے آئمہ طاہرینؑ اور فقہا ومجتہدین اور دنیا کے گوشہ وکنار میں رہنے والے شیعہ اثناعشری اسے ہی اپناتے ہیں۔

دین اسلام کے اصول

قرآن کریم کی آیات کے مطابق دین اسلام کے تین بنیادی اصول ہیں، پہلا توحید یعنی تخلیق، تدبیر، تربیت، حاکمیت کے تمام مراتب میں خدا کو واحد و یکتا سمجھنا۔ دوسرا بعثت انبیاء آدمؑ سے لے کر خاتم تک تمام انبیاء کی نبوت کو برحق اور عنداللہ سمجھنا۔ تیسرا اس دنیا کے بعد عالم آخرت میں حساب و کتاب پر ایمان لانا۔ ان تین اصولوں کو اصول عقائد اسلام کہتے ہیں انکے علاوہ کسی اور اصول کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام

خالق کائنات اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے:

﴿ان الدین عنداللہ السلام﴾ ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''

(آلعمران/۱۹)

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں ہے:

﴿ومن یبتغ غیرالاسلام دینًافلین یقبل منہ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران/ ۸۵)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے:

﴿ورضیت لکم السلام دینًا﴾ ''اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا''

(مائدہ/۳)

جس کا سینہ اسلام کیلئے کھلا اسے نور نصیب ہوا:

﴿افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھوعلیٰ نورٍمن ربہ﴾ ''کیا وہ شخص جسکا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہواور جسے اپنے رب کی طرف سے روشنی ملی ہو''

(زمر/۲۲)﴿بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صٰدقین﴾ ''بلکہ اگر تم

سچے ہوتو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی'' (حجرات/۱۷)

مرتے وقت جس دین پر مرنے کا حکم دیا ہے وہ اسلام ہے چنانچہ فرمایا:

﴿ولا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ ''تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو'' (آلعمران/۱۰۲)

حضرت ابراہیمؑ نے جس کا نام انتخاب کیا وہ اسلام ہے:

﴿ملة ابیکم ابرٰهیم هو سمٰکم المسلمین﴾ ''یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا'' (حج/۷۸)

خدا کی طرف دعوت دینے کیلئے سب سے بہتر قول اسلام ہے:

﴿ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین﴾ ''اور اس شخص کی بات سے زیادہ کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا: میں مسلمانوں میں سے ہوں'' (فصلت/۳۳)

جس دین کی دعا ابراہیمؑ نے کی ہے وہ اسلام ہے جس دین سے ہم دیگر ادیان سے ممتاز ہوتے ہیں وہ اسلام ہے:

﴿الحمدلله الذی شرع الاسلام فسئل شرائعه لمن ورده، واعزار کانه علیٰ من غالبه، فجعله امنا لمن عقله، و سلماً لمن دخله [عقله] و برهاناً لمن تکلم به، و شاهداً لمن خاصم عنه، و نوراً لمن استضاء به، و فهماً لمن عقل، ولباً لمن تدبر، و آیةً لمن توسم، و تبصرةً لمن عزم، و عبرةً لمن اتعظ، و نجاةً لمن صدق، و ثقةً لمن توکل، و راحةً لمن فوض، و جنةً لمن صبر۔ فهو ابلج المناهج واوضح [واضح]الوائج؛ المشرف المنار، مشرق الجواد، مضیء المصابیح، کرم المضمار، رفیع الغایة، جامع الحلبة، متنافس السبقة، شریف

الفرسان۔التصديق منهاجه، والصالحات مناره، والموت غايته، والدنيامضاره، والقيامة حلبته، الجنة سبقته﴾ ''ساری تعریف اس خدا کیلئے ہے جس نے اسلام کا قانون معین کیا تو اسکی ہر گھاٹ کو وارد ہونے والے کیلئے آسان بنا دیا اور اسکے ارکان کو ہر مقابلہ کرنے والے کیلئے مستحکم بنا دیا اس نے اس دین کی وابستگی اختیار کرنے والے کیلئے جائے امن اور اسکے دائرہ میں داخل ہو جانے والوں کیلئے محل سلامتی بنا دیا ہے یہ دین اپنے ذریعہ کلام کرنے والوں کیلئے برھان اور اپنے وسیلہ سے مقابلہ کرنے والوں کیلئے شاہد قرار دیا گیا ہے۔ یہ روشنی حاصل کرنے والوں کیلئے نور' سمجھنے والوں کیلئے فہم' فکر کرنے والوں کیلئے مغز کلام' تلاش منزل کرنے والوں کیلئے نشانِ منزل' صاحبان عزم کیلئے سامانِ بصیرت' نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے عبرت' تصدیق کرنے والوں کیلئے نجات' اعتماد کرنے والوں کیلئے قابلِ اعتماد' اپنے امور کو سپرد کر دینے والوں کیلئے راحت اور صبر کرنے والوں کیلئے سپر ہے' یہ بہترین راستہ اور واضح ترین داخلہ کی منزل ہے' اس کے مینار بلند' راستے روشن' چراغ ضوبار' میدان عمل باوقار اور مقصد بلند ہے' اس کے میدان میں تیز گھوڑوں کا اجتماع ہے اور اسکی طرف سبقت اور اسکا انعام ہر ایک کو مطلوب ہے اسکے شہسوار باعزت ہیں۔ اس کا راستہ تصدیق خدا اور رسول ہے اور اس کا منارہ نیکیاں ہیں موت ایک مقصد ہے جس کیلئے دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور قیامت اسکے اجتماع کی منزل ہے اور پھر جنت اس مقابلہ کا انعام ہے'' (نہج البلاغہ خطبہ/ ۱۰۶ ترجمہ جوادی ص ۲۰۶)

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا، اسلام سے بہتر کوئی شرافت نہیں ہے:

﴿وفضل حرمة المسلم علىٰ الحرام كلها﴾ ''اس نے مسلمان کی حرمت کو تمام محترم چیزوں سے افضل قرار دیا ہے'' (خطبہ/ ۱۶۷ ترجمہ جوادی، ص ۳۲۱)

امیر المومنین علیؑ نے معاویہ پر اپنی فضیلت و برتری اسلام سے قرار دی ہے:

﴿امابعد، فانا کنا نحن وانتم علیٰ ماذکرت من الالفة والجماعة، ففرق بیننا و بینکم امس انا آمنا و کفرتم، والیوم انا استقمنا و فتنتم، وما اسلم مسلمکم الا کرھاً﴾ ''امابعد! ہم اور تم اسلام سے پہلے ایک ساتھ زندگی گذار رہے تھے لیکن کل یہ تفرقہ پیدا ہوگیا کہ ہم نے ایمان کا راستہ اختیار کرلیا اور تم کافر رہ گئے اور آج یہ اختلاف ہے کہ ہم راہِ حق پر قائم ہیں اور تم فتنہ میں مبتلا ہوگئے ہو تم مسلمان نہیں ہوئے مگر مجبوری پیش آ گئی'' (کتب/۶۴ جوادی ۶۰۹) ﴿لانسبن الاسلام نسبةً لم ینسبھا احد قبلی: الاسلام ھو التسلیم، والتسلیم ھو الیقین، والیقین ھو التصدیق، والتصدیق ھو الاقرار، والاقرار ھو الاداء، والأداء ھو العمل﴾ ''میں اسلام کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی اسلام سرتسلیم خم کرنا ہے اور سرتسلیم جھکانا یقین ہے یقین تصدیق ہے اور تصدیق اعتراف ہے اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے'' (ق/۱۲۵، مفتی، ص ۸۴۷)

آئمہ اطہار علیہم السلام، اسلام کے ستون ہیں:

﴿ھم عیش العلیم، وموت الجھل؛ یخبر کم حلمھم عن علمھم، وظاھرھم عن باطنھم، وصمتھم عن حکم منطقھم، لایخالفون الحق ولا یختلفون فیه، وھم دعائم الاسلام، وولائج الاعتصام﴾ ''یہ لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں انکا حلم انکے علم سے اور انکا ظاہر انکے باطن سے اور انکی خاموشی انکے کلام سے باخبر کرتی ہے یہ نہ حق کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ حق کے بارے میں کوئی اختلاف کرتے ہیں یہ اسلام کے ستون اور حفاظت کے مراکز ہیں'' (خ/۲۳۹، جوادی، ص ۴۷۵)

اسلام کا سب سے پہلا گھر، بیت پیغمبر و علی و خدیجہ تھا:

﴿ولم يجمع بيت واحد يومئذٍ في الاسلام غير رسول الله صلى الله عليه وآله، وخديجة وانا ثالثهما﴾ ''اس وقت رسول اکرمؐ اور خدیجہ کے علاوہ کسی گھر میں اسلام نہ گذرا تھا اور انکا تیسرا میں تھا'' (خطبہ ۱۹۲ ترجمہ جوادی ص ۳۹۷)

(خطبہ ۶۴ پیرا ۴۱، خطبہ ۱۰۶، خطبہ ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۵۲، ۱۸۰، ۱۲۰)

دین اسلام کے علاوہ جو بھی دین اپنائیں گے وہ شقاوت کا سبب بنے گا:

﴿(من يبتغ غير الاسلام دينا) تحقق شقوته، وتنفصم عروته؛ وتعظم كبوته، ويكن مابه الىٰ الحزن الطويل والعذاب الوبيل (الشديد)﴾ ''لہٰذا اب جو بھی اسلام کے علاوہ کسی راستہ کو اختیار کرے گا اس کی شقاوت ثابت ہو جائے گی اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور منہ کے بل گرنا سخت ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا'' (خطبہ ۱۶۱ ترجمہ جوادی، ص ۳۰۳)

(خطبہ ۵۶ پیرا ۴۱، خطبہ ۱۲۷ پیرا ۵۱، خطبہ ۱۰۶ پیرا ۱۱، خطبہ ۱۰۳ پیرا ۱۱۱)

دین اسلام وہ دین ہے جسے خداوند متعال نے بشریت کیلئے منتخب کیا۔ یہ دین آدم سے لے کر خاتم تک ایک ہی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ذکر ہے خدا کے نزدیک دین صرف ایک ہی ہے اسکے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں۔ کثرت بعثت انبیاء اور تعدد کتب آسمانی دین میں نقص کا سبب نہیں بنتی بلکہ یہ دین میں موجود خرافات کے خاتمہ کیلئے ہیں۔ دین ہمیشہ سے عالمی اور دائمی ہے اسکے علاوہ دین کسی خاص جگہ اور زمانے کیلئے نہیں۔ دین تین ستون پر قائم ہے خود دین اسکی کتاب اور اسکے داعی اور یہ تینوں عالمی ہیں۔

۱۔ دین اسلام عالمی ہے۔ ۲۔ نبی خاتم کی نبوت عالمی ہے۔ ۳۔ قرآن کریم عالمی ہے۔

یہ تینوں ستون اپنی جگہ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ عالمی بھی ہیں، کسی بھی خاص علاقے یا خطہ سے وابستہ دین جعلی اور خود ساختہ تصور ہوگا۔ خاتم انبیاء کے بعد دین کی محافظت اور پاسداری کس کے

ذمہ ہے؟اس سلسلے میں اہل تشیع کا عقیدہ ہے یہ ذمہ داری ان افراد کی ہے جو خدا اور اسکے رسول کی طرف سے منتخب کردہ ہوں قرآن وسنت سے آگاہ اور عصمت کے حامل ہوں۔وہ ہی مقام امامت پر فائز ہو سکتے ہیں۔

اسلام نا قابل تقسیم ہے

محاورۂ فلسفی ﴿جزءِ لایتجزا﴾ ''اسلام نا قابل تقسیم ہے'' کے تحت یعنی جو چیز قابل تقسیم نہ ہو اور اسکی تقسیم اسکے خاتمہ کا سبب بنتی ہو۔دین اسلام میں بھی یہ خاصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔دین اسلام قرآن وسنت سے مرکب ہے جسکے بنیادی ستون توحید خداوندی اور رسالت محمدیؐ ہیں۔
ان دوستون اسلام کا اعتراف کرنے والے کو ''مسلمان'' کہتے ہیں۔لہٰذا جو افراد یہ کہتے ہیں ''بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض پر نہیں'' یہ کفر ہے۔ایسا اسلام قابل قبول نہیں آئمہ طاہرینؑ فرزندان اسلام تھے نہ کہ برادران اسلام۔ان ذوات نے اسلام کے دامن میں پرورش پائی ہے ان ذوات نے تمام تر تلخیوں اور نا گوار حالات کو قبول کیا لیکن اسلام کی تقسیم پر راضی نہ ہوئے۔ان ذوات نے اپنے حقوق سے تو دستبرداری اختیار کی لیکن اسلام کو تقسیم ہونے سے بچایا چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام نے خلافت سے معذول کرنے کے مسئلہ کے موقع پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿فرایت ان الصبر علی ھاتا احجی﴾ ''تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کرلیا'' (خطبہ/۳ ترجمہ جوادی ص ۳۹) (خطبہ۱۹۲، کتب ۶۲) ﴿واللہ لقد دفعت عنہ حتٰی خشیت ان اکون آثماً﴾ ''خدا کی قسم میں نے عثمان سے یہاں تک دفاع کیا کہ یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں'' (خطبہ/۲۴۰ ترجمہ جوادی صفحہ ۴۷۷) (خطبہ ۱۱۴، خطبہ ۴۷، کتب ۶۵، کتب ۵۱)

شیعہ اثناعشری عقائد عقل قرآن وسنت قطعیہ رسول اللہؐ سے ثابت ہیں۔جن میں تین اصول بنیادی ہیں جبکہ اسکے علاوہ دیگر عقائد ان تین کی فروعات میں شمار ہوتے ہیں وہ تین عقائد یہ ہیں:

توحید ووحدانیت:

توحید ووحدانیت حق سبحانہ تعالیٰ اہل قرآن کے لئے کوئی ایسا موضوع نہیں جس کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہو۔ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے تمام مراتب ودرجات کو اپنی ذات سے مختص کیا ہے۔ تخلیق کائنات کے کسی بھی مرتبے ودرجے کو کسی بھی حوالے سے کسی کے سپرد کرنا یا اللہ تبارک تعالیٰ کا خود ہی اس کام سے بے دخل ہونے کا تصور توحید خالقیت کے منافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر چیز کی خالقیت کو اپنے سے مختص کیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں قرآن کیا فرماتا ہے:

﴿بدیع السمٰوٰت والارض انٰی یکون له ولدولم تکن له صاحبة وخلق کل شیءٍ وھونکل شیءٍ وکیل﴾ ''وہ آسمانوں اورزمین کا موجد ہے اس کا بیٹا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس کی کوئی شریک زندگی نہیں اور ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے'' (انعام/۱۰۲)

(رعد/۶، فاطر/۳، زمر/۶۲، غافر/۶۲، حشر/۲۴، طور/۳۵، واقعہ/۵۹، صافات/۱۲۵، حجر/۸۶، حج/۵، صافات/۶۱)

قرآن کریم میں کئی جگہوں پر اللہ تبارک تعالیٰ نے کسی بھی حوالے سے کسی کو اپنا وکیل ومختار بنانے کی نفی کی ہے:

﴿قل لست علیکم بو کیلٍ﴾ ''کہہ دیجئے میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں'' (انعام/۶۶)

(انعام/۱۰۷/ ۱۰۸، اسراء/۵۴، زمر/۴۱، شوریٰ/۶)

ان آیات کریمہ کو پڑھنے کے بعد تخلیق کائنات کو کسی کے سپرد کرنے کا تصور ازخود مردود ہوجاتا ہے ہاں جو تصور باقی رہتا ہے وہ تصور معجزات ہے۔ خداوند کریم نے انبیاء کو ان کی نبوت کے اثبات کیلئے معجزات عطا کئے تصور معجزہ اس حقیقت سے متصادم نہیں کہ خداوند متعال نے خالقیت کو صرف اپنی ذات سے مختص کیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے جہاں انبیاء کرام کے معجزات کا ذکر کیا

ہے وہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ یہ ذوات مقدسہ ان چیزوں کی خالق نہیں بلکہ مظہر ہیں۔ چنانچہ معجزات کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام نے یہ بھی فرمایا کہ ہم یہ کام اذن خدا سے کرتے ہیں اس سلسلے میں تفصیلی بحث موضوع معجزہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وما کان لرسولٍ ان یاتی بایۃٍ الا باذن اللہ﴾ ''اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے'' (رعد/۳۸)

ایمان بہ نبوت

آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ تک کے انبیاء کا برحق ہونا اور حضرت محمدؐ کا آخری نبی ہونا قرآن کریم کی کثیر آیات سے ثابت ہے۔ آپؐ تمام انبیاء سے افضل و برتر ہیں بعض آیات کے تحت آپؐ امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اسی طرح آپؐ امام الائمہ معصومینؑ بھی ہیں، حضرت علیؑ سے مہدی الزمان (عج) تک کا اعزاز و افتخار آپؐ سے انتساب میں ہی ہے۔ آئمہ اپنے ہر قول و فعل کے جواز کی سند پیغمبر اکرمؐ کے قول سے لیتے تھے۔ قرآنِ کریم نے مختلف اور متعدد زاویوں سے حضرت محمدؐ کی نبوت کو آخری نبوت قرار دیا ہے:

۱۔ قرآنِ کریم خود کو آخری کتابِ آسمانی قرار دیتا ہے:

﴿لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمیدٍ﴾ ''باطل نہ اسکے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے یہ حکمت والے اور لائق ستائش کی نازل کردہ ہے'' (فصلت/۴۲)

۲۔ حضرت محمدؐ جس دین کے داعی بن کر آئے، قرآنِ کریم نے اسے آخری دین قرار دیا ہے۔

۳۔ قرآن کریم نے حضرت محمدؐ کو صرف اپنے دور تک محدود نہیں کیا بلکہ ''ناس'' کا نبی قرار دیا ہے۔ چاہے یہ ''ناس'' دنیا کے گوشہ و کنار میں جہاں کہیں آباد ہوں، اور زمانی حوالے سے یہ دور قیامت تک محیط ہے۔

﴿قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض﴾ ''کہہ دیجئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے'' (اعراف/ ۱۵۸)

لٰہذا کسی بھی حوالے اور زاویئے سے جو تصور حضرت محمدؐ کی ختمِ نبوت کو مخدوش کرتا ہو یا آپؐ سے برتری یا برابری کا مظاہرہ کرتا ہو وہ قرآن کریم کی آیات اور آپؐ کے فرمان اور خود آئمہ طاہرینؑ کے قول فعل کے سراسر خلاف ہے۔ وہ ملت جو اپنے دین کا مصدر قرآنِ کریم اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سنت کو قرار دیتی ہو وہ ایسے افکار کی معتقد نہیں ہوسکتی جو قرآنِ کریم کے بنیادی افکار سے متصادم ہوں۔ چاہے اسی تصور کیلئے کسی مولف نے احادیث ہی کیوں نہ بیان کی ہوں کیونکہ خود پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے فرامین کے مطابق وہ روایات جو قرآن کے خلاف ہیں وہ مجہول ومخدوش ہیں۔ لیکن بعض افراد جو یہ کہتے ہیں شیعہ عصمتِ آئمہ طاہرینؑ کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ اعتقاد ختم نبوت سے متصادم ہے اُن کی یہ بات کسی بھی حوالے سے قابلِ فہم نہیں' کیونکہ شیعہ جب کتبِ اعتقاد میں ایک باب کے عنوان سے عصمتِ آئمہ اطہارؑ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو وہاں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کسی بھی کتاب میں آئمہ طاہرینؑ سے کبھی بھی خلافِ عصمت فعل سرزد ہونے کی کوئی سند نہیں ملتی یہ بات ہماری فکر کی تائید کرتی ہے۔ جبکہ یہی تصورِ عصمت دوسری شکل میں برادرانِ اہل سنت خلفاءِ راشدین کے بارے میں رکھتے ہیں چنانچہ وہ بار بار کہتے ہیں ممکن ہی نہیں کہ خلفائے راشدین سے کوئی غلطی سرزد ہوتی' خلفاءِ راشدین سے ہٹ کر وہ ہر صحابی کے بارے میں دوسرے الفاظ میں ایسی ہی گفتگو کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ان کی عصمت کے بھی معتقد ہیں۔ لٰہذا ہم واضح وواشگاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں شیعہ کسی بھی حوالے سے اس قسم کے کسی بھی عقیدے کے معتقد نہیں ہیں جو ختم نبوت کی فکر سے متصادم ہو۔ ختم نبوت کا تصور یعنی حضرت محمدؐ خدا کے آخری نبی ہیں اور نزولِ شریعت کا سلسلہ

حضرت محمدؐ پر اُترنے والی آخری وحی کے ساتھ ختم ہوگیا۔کوئی بھی شیعہ یہ نہیں کہتا انکے آئمہ طاہرین علیہم السلام پیغمبر اکرم سے بہتر ہیں یا انکے برابر ہیں، اسی طرح کسی بھی امام نے حضرت محمدؐ کے بعد شریعت میں کسی ایسی شق کا اضافہ نہیں کیا جسکا قرآن وسنت رسول سے استناد نہ ملتا ہو۔

نبی کو اپنے لئے معجزہ کی ضرورت ہے

قرآن وسنت سے ثابت ہے خداوند متعال کے پاس دو قسم کی کتب ہیں ایک کتاب تکوین ہے جس میں جمادات سے لے کر نظام جسمانی تک کی مخلوقات شامل ہیں جو بہت ہی دقیق قانون کے تحت تغیر میں ہیں۔دوسری کتاب کتاب تدوین ہے' جسے خداوند متعال نے اپنے انبیاء کے ذریعے انسانوں کے عقائد وافکار اور سلوک کی حد بندی کیلئے نازل کیا ہے۔اس کتاب کی حامل ہستیوں کا تعلق خدا سے ثابت کرنے کیلئے خداوند متعال نے ان ہستیوں کے ذریعے محدود پیمانہ پر کتاب تکوین میں تغیر وتبدل کرنے کا مظاہرہ انکے توسط سے کیا ہے جہاں ضرورت ناگزیر ہوئی اور دوسرا راستہ ممکن نہ ہوا۔قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کیلئے ۹ معجزات کا ذکر ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ کیلئے انکی مادر گرامی کو خود ان کیلئے معجزہ قرار دیا گیا۔

نبوت اور معجزہ ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔خداوند عالم نے بہت سے معجزات انبیاء کے ہاتھوں جاری فرمائے ہیں جن سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔معجزہ کا نام سنتے ہی کسی ایسے عمل کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے جو عادت' الفت اور مانوس زندگی سے ماوراہو۔انسان کیلئے بہت سی چیزیں ایک زمانے میں غیر مانوس تھیں لیکن بعد میں انھیں چیزوں سے وہ مانوس ہوگیا۔لہٰذا ستارے' حرکت افلاک' قانون جاذبیہ' دوران خون' اور خود انسان سب معجزہ ہیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان ایک حیوان غیبی ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں۔

یہ بات واضح وعیاں ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے تو اس سے اپنے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کیلئے دلیل طلب کرنا ہر شخص خصوصاً جن افراد کے دلوں میں اس دعوی کے بارے میں

شکوک وشبہات پیدا ہوں انکا عقلی و منطقی دونوں حوالوں سے حق بنتا ہے وہ اس مدعی سے اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کریں۔قرآن کریم میں اس دلیل کو آیت کہا گیا ہے یعنی نشانی جبکہ علمائے اعتقاد کی اصطلاح کے تحت اسے معجزہ کہتے ہیں۔یعنی ایسا عمل جسے دوسرے انجام دینے سے عاجز ہوں تا کہ اس نبی کی نبوت کا انکار کرنے والوں کیلئے اس انکار کا کوئی جواز باقی نہ رہے، جبکہ آئمہ طاہرین کی امامت کا استناد قدیم زمانے سے عصر حاضر تک کے محققین وعلمائے اعتقاد شیعہ نے پیغمبر اکرم کی وصیت سے کیا ہے، وہ ذوات اپنی امامت کے ثبوت میں معجزہ کے محتاج نہیں ہیں، ابواب اعتقاد میں یہ ایک مسلمہ و نا قابل تردید حقیقت ہے۔

معجزہ فعلِ انبیاء ہے یا انبیاء مظہرِ فعل ہیں؟

ارکانِ ثلاثہ توحید یعنی توحید خالقیت، توحید ربوبیت اور حاکمیت پر اعتقاد رکھنے کے بعد وہ معجزات جو انبیاءِ کرام اپنے نبوت کی حقانیت کی دلیل میں پیش کرتے ہیں آیا یہ عمل جو نبی سے ظاہر ہوا ہے واقعاً نبی ہی اس کا فاعل ہے، اگر ایسے ہے تو یہ عقیدہ توحید خالقیت سے متصادم ہوگا یا اس عمل کا فاعل خدا ہے اور نبی اسکا مظہر ہے۔اس صورت میں توحید خالقیت پر عقیدہ اپنی جگہ سالم رہنے کے ساتھ نبی کی نبوت کیلئے دلیل بھی بنے گا۔جن آیات میں انبیاء کے معجزات کا ذکر آیا ہے، اس سے دوسرے مفروضے کی تائید ہوتی ہے۔

ان دونوں سوالوں کا جواب قرآن کریم میں مختلف طریقے سے دیا گیا ہے۔اس کے دو نمونے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ا۔معجزہ فعل نبی نہیں، اگر ہوتا تو حضرت موسیٰ کوہ طور پر اپنے عصا کو سانپ بن کر چلتے ہوئے دیکھ کر خوف نہ کھاتے:

﴿قال خذھا و لا تخف﴾ ''اللہ نے فرمایا: اسے پکڑ لیں اور ڈریں نہیں'' (طٰہٰ/۲۱)

۲۔اسی طرح سورۂ آل عمران/ ۴۹ میں رعد/ ۳۸، ابراہیم/ ۱۱، غافر/ ۷۸ میں خدا نے نبیاء کے معجزہ کو اپنے

اذن سے مربوط کیا ہے:

﴿فیکون طیرًاباذن اللہ﴾ ''تو اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے'' ﴿وماکان لرسولٍ ان یاتی بایۃٍ الاباذن اللہ﴾ ''اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے''

ایمان بہ آخرت

تیسرا اصول اعتقاد ایمان بہ آخرت ہے۔ ایمان بہ آخرت برزخ سے ہوتا ہوا حشرِ اکبر سے جاملتا ہے، اس دنیا کے بعد والی زندگی پر ایمان کو علمائے اعتقاد نے معاد کا عنوان قرار دیا ہے، جبکہ قرآن نے اسے یوم آخرت سے متعارف کروایا ہے۔ اس دوسری زندگی کے بارے میں تین نکات تشریح و تفسیر طلب ہیں:

۱۔ دنیا سے انسان کی زندگی کے اختتام کا مفہوم اسکی روح کا جسم سے جدا ہونا ہے، روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد جسم سے کسی قسم کی توقع وتخاطب عقل و شرع کی رو سے غلط ہے، آیات قرآنی سے ثابت ہے یہ جسم مٹی میں تبدیل ہو جائے گا، لہٰذا یہ کہنا اس جسم سے قبر میں حساب ہوگا، مردے گھروں میں آتے ہیں، یہ سب وہ خرافات ہیں جو جاہلوں اور مفاد پرستوں نے جعل کی ہیں۔

۲۔ روح جسم سے نکلنے کے بعد عالم برزخ میں منتقل ہوتی ہے عالم برزخ دنیا سے بڑی اور عالم آخرت سے چھوٹی جگہ کا نام ہے، روح جسم سے جدا ہونے کے بعد اس عالم میں زندہ ہے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات شاہد و گواہ ہیں، لیکن وہاں حساب و کتاب کی کیفیت و نوعیت کے بارے میں اجمالی ذکر آیا ہے:

﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ بل احیآء ولکن لاتشعرون﴾ ''اور جو لوگ راہ خدا میں مارے جاتے ہیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی

کا) ادراک نہیں رکھتے'' (بقرہ/۱۵۴) ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتًا بل احآء عندربهم یرزقون۔ فرحین بمااٰتهم الله من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوابهم من خلفهم الاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ یستبشرون بنعمةٍ من الله وفضلٍ وان الله لایضیع اجرالمومنین﴾ ''اور جولوگ راہ خدا میں مارے گئے قطعاً انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پارہے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے جو کچھ انھیں دیا ہے اس پر وہ خوش ہیں اور جو لوگ ابھی ان سے نہیں جاملے ان کے بارے میں بھی خوش ہیں کہ انھیں (قیامت کے روز) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمت اوراس کے فضل پر خوف ہیں اوراس بات پر بھی کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا''

(آل عمران/ ۱۶۹ تا ۱۷۱) یٰسین ۲۷، غافر ۴۶، مومنون ۸۹، ۱۰۰

۳۔ خداوند متعال نے جس عالم میں انسان کو حساب وکتاب جزاوسزا کا وعدہ دیا ہے یوم آخرت اسکا دوسرا مرحلہ ہے اس دن کو خداوند عالم نے مختلف ناموں سے یاد فرمایا کبھی یوم الجمع کہا کبھی ﴿یوم الحسرت﴾ اور کبھی ﴿یوم الجزاء﴾ کہا ہے۔

مذہب کے دواصول

علماء شیعہ نے باب عقائد میں دو اصول مذہب کے نام سے اصول کا اضافہ کیا ہے یہ اضافہ حقیقت میں اصول دین میں نہیں بلکہ انھی تین اصولوں کے اتمام وتکمیل کیلئے ہیں۔ جیسے عدالت یعنی خدا سے ہر قسم کے عیب کی نفی کرنا۔ دوسرا اصول نبوت کا ایک جز یعنی حفظ شریعت و نفاذ شریعت ہے، جس سے کوئی بھی بشر بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا نبی کے بعد ایک خاص صفات کا حامل انسان جو نبی کی طرف سے منسوب ہو جو نبوت کی تفصیل وتشریح کرے نہ کہ خود الگ سے کوئی اصول بنائے کا ہونا ضروری ہے۔ اہل تشیع پیغمبر اکرمؐ کی وفات سے لے کر قیامت تک انکے

جانشین کی ضرورت کے قائل ہیں اور انکی صفات کو انھیں تین اصولوں سے وابستہ ہونے کو سمجھتے ہیں ان کی ذمہ داری دین کی محافظت اور تشریح کرنا ہے۔لہٰذا اسکے علاوہ جس شاخ یا عقیدہ کو شیعہ سے منسوب کیا جائے گا وہ گمراہی اور ضلالت ہے۔کوئی بھی فرقہ شیعہ سے جدا ہونے کی بنیاد پر دوبارہ شیعہ نہیں کہلوا سکتا۔شیعہ وہی ہے جو اصول دین اور اصول مذہب سے قریب ہے۔لہٰذا مختصر سی مشترکات کی بنا پر کسی کو شیعہ کہنا شیعوں کے ساتھ ظلم اور جنایت تصور ہوگا اور یہ عمل گمراہی اور فساد کے مترادف ہے۔

امامت:

شیعہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد دین وشریعت اور ملت اسلامی کی سرپرستی ونگرانی کو ایک ضرورت ناگزیر تسلیم کرنے کے بعد محکم دلائل سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور آپ کے فرزندان کے بعد دیگر آئمہ طاہرین کو اس منصب کے لئے لائق وسزاوار سمجھتے ہیں۔ان دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے وصیت ونامزدگی۔

۲۔ اگر اس دلیل کو کوئی مسترد کرے تو پھر شرائط وصلاحیت کے تحت آئمہ طاہرین دیگر خلفاء سے افضل واشرف ہیں۔

۳۔ اگر اتفاق امت کی رائے کو معیار بنایا جائے اور آزادانہ استصواب رائے کو بنیاد بنایا جائے تو تب بھی آزاد انتخاب کے امیدوار حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور دوسرے آئمہ ہی بنیں گے

ان تصوارات کے حوالے سے خلافت کیلئے شیعہ تصورانکے زیادہ قریب ہے، کیونکہ شیعہ کہتے ہیں اگر پیغمبرؐ کی وصیت نہ ہو تو انتخاب صلاحیت واہلیت کی بنیاد پر ہوگا، اگر یہ بھی نہ ہو تو آزادانہ انتخاب اسکا حل ہے' اگر یہ بھی نہ ہو تو اسلام کی بقاء کیلئے تعاون انہی ذوات سے حاصل کرنا پڑے گا لیکن اسکے بالمقابل برادران اہل سنت کے اس حوالے سے قدم کئی جگہوں پر متزلزل ہوتے ہیں۔ جیسے اگر خلیفہ اول کا انتخاب اتفاق ملت سے ہوا ہے تو خلیفہ دوئم کا انتخاب نامزدگی سے کیوں ہوا،

اسی طرح اگر نامزدگی کو بنیاد بنایا جائے تو خلیفہ سوئم کا انتخاب نہ تو نامزدگی اور نہ ہی اتفاق امت سے ہوا ہے، بلکہ انکا انتخاب ایک محدود کمیٹی کے ذریعے عمل میں لایا گیا۔

شیعوں نے تمام مراحل میں بنیادی نکتہ محافظت دین وشریعت کو ہی قرار دیا ہے جس کی مثال خود امیرالمومنین اوران کے اصحاب برجستہ کا دیگر خلفاء کے ساتھ دین وشریعت کے حوالے سے گفتار وسلوک اورانکی حمایت کرنا ہے۔

حضرت علیؑ کی خلافت کے بعد اتفاق امت ہے کہ خلفائے راشدین کا دور اختتام کو پہنچا، لہذا غیبت امام زمان (عج) کے بعد شیعہ وسنی دونوں کو قرآن وسنت کی رو سے ایک شریعت شناس، دین دار شخص کا انتخاب کرنا چاہئے۔ اسکے علاوہ کسی فرد ہو یا گروہ کا انتخاب کرنا طاغوت کے انتخاب کے مترادف ہے۔ اور ایسا کرنا اسلامی اصولوں سے انحراف ہوگا۔

چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے ابتداء ہی سے مشرکین سے فرمایا تمہارا دین تمہارے لئے ہمارا دین ہمارے لئے۔ قرآن کریم میں بیان ہوا ہم نہ کافرین کی مدد کریں گے نہ ان سے تعاون ومدد لیں گے:

﴿لکم دینکم ولی دین﴾ ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین''

(کافرون/۶)

امامت وخلافت

قرآنِ حکیم میں یہ دونوں کلمات جہاں جہاں استعمال ہوئے ہیں وہاں اکثر وبیشتر یہ دین وشریعت کے اجراء ونفاذ، نگہداری وپاسداری اور تفسیر وتشریح کے معنوں میں ہی آئے ہیں۔

لیکن اگر ان کلمات کو استعمال کے حوالے سے دیکھا جائے تو پیغمبر اکرمؐ کے بعد مذکورہ امورات کی ذمہ داری سنبھالنے والے ایک گروہ کے افراد نے اس مقصد کیلئے ''خلیفہ'' کا لفظ استعمال کیا اور دوسرے گروہ نے لفظ ''امامت'' استعمال کیا ہے۔

ہم یہاں پر ان کلمات کے استعمال کے بارے میں موشگافی وتحقیق کرنے، دوسرے فریق کو غلط

ٹھہرانے اور اپنے نقطۂ نظر کو صحیح ثابت کرنے مقام پر نہیں اور نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کام کرنے والوں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس میں بحث و تحقیق کرنے کی ضرورت ابھی باقی ہو چنانچہ نہ تو اس باب میں کوئی پہلو پوشیدہ یا تشنہ طلب ہے اور نہ ہی ہماری استطاعتِ علمی اجازت دیتی ہے کہ ایسے عمیق اور پارینہ موضوعات پر قلم اٹھائیں۔ ہمارا موضوعِ گفتگو واضح مسلماتِ دین ہیں۔ ہم مسلماتِ دین و مذہب کو نظر انداز کر کے غیر مستند مفاہیم کو ان کی جگہ پر لانے اور انھیں اہمیت دینے اور کلمات کے اصل معانی کو مسخ کر کے انھیں کوئی نئے معانی پہنانے کے خلاف ہیں۔

کلمۂ امامت ابتداء ہی سے قیادت و رہبریٔ امت کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اسی بنیاد پر پیغمبر اکرم کے بعد ایک ایسی ہستی کی ضرورت پیش آئی جو قیادت و رہبری کی ذمہ داری نبھا سکتی ہو مسئلہ امامت تاریخ مسئلہ نہیں یہ مسئلہ نبوت کی مانند نہیں کہ پیغمبر اکرم تشریف لائے کارِ رسالت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور اب نبوت کے بارے میں ہماری ذمہ داری بس یہی ہے کہ اس ماضی پر اعتقاد و یقین رکھیں۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ہی دروازۂ نبوت بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے۔ لیکن منصبِ امامت سے کوئی بھی زمانہ یا گروہ بے نیاز نہیں رہ سکتا لیکن اہل معاشرہ نے مسئلۂ امامت کو ماضی کی داستان قرار دیا جیسے انھیں اب اس کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ مسئلۂ امامت کو مسئلۂ نبوت کی مانند سمجھنے لگے ہیں چنانچہ جس طرح مسیحیوں میں بحث و گفتگو کی جاتی ہے کہ آیا ان کے نبی یعنی عیسٰی علیہ السلام برحق ہیں یا پیغمبرِ اسلامؐ، اسی طرح شیعہ بھی برادرانِ اہل سنت سے اسی انداز و فکر کی گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں (آیا علی حق تھے یا دیگر خلفائے راشدین) آیا امام علی امامت و رہبری کیلئے لائق سزاوار تھے یا دیگر خلفائے راشدین، لیکن ہم یہاں واضح کرنا چاہتے ہیں مسئلۂ امامت ماضی کا مسئلہ نہیں اور نہ ہی یہ ایسا مسئلہ ہے کہ آج اسے فراموش و نظر انداز کر دیا جائے۔ مسئلہ امامت ہر روز بلکہ آج ہی کا اور بالکل تازہ مسئلہ ہے۔ مسئلہ امامت پر ہمیشہ ہی بحث

وگفتگو کرنے کی ضرورت ہے چاہے یہ گفتگو اختلافی ہو یا اتفاقی اسے بہر طور جاری رہنا چاہئے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس وقت کون منصبِ امامت ورہبری کیلئے لائق وسزاوار ہے اور کون اس منصب کیلئے نااہل ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں مسئلہ امامت پر جنونیت اور دیوانے پن سے بات کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے پیدا ہونے والی سوچ وفکر نے ہر آن ولحہ جنگ وجدال اور خون وخرابے کی فضا ہموار کی ہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں بھی مسئلہ امامت کو کفر وشرک وفحش حرکات کے حامل جاہل ونادان افراد کے کاندھوں پر چھوڑ محض ''علی اور نعرۂ حیدری'' کی صدائیں بلند کی جارہی ہیں تاکہ اصل مسئلہ پسِ پردہ ہی رہے۔

عقیدۂ مہدویت

روئے زمین پر قیامت سے پہلے ایک عدل وانصاف کی بنیاد پر قائم حکومت کا قیام، انسانیت کو ظالمین وجابرین کے تسلط سے آزادی دلانے والی ہستی، حضرت امام مہدی (عج) کی آمد کے بارے میں تورات وانجیل کے علاوہ چندین آیات قرآنی میں بھی بشارت کی تکرار ہوئی ہے:

﴿ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمةً ونجعلهم الوٰرثین﴾ ''اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جنہیں زمین میں بے بس کر دیا گیا ہے ہم ان پر احسان کریں اور ہم انھیں پیشوا بنائیں اور ہم انہی کو وارث بنائیں'' (قصص/۵)

(نور/۵۵، انبیاء۱۰۵، صف۹)

لیکن کیا ابھی وہ مہدی موعود علیہ السلام پیدا ہونگے یا پیدا ہو چکے ہیں اور اپنے ظہور کے منتظر ہیں اس حوالے سے امت اسلامی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ مذہب کے مطابق امام مہدی دختر گرامی ختمی نبوت زہرا مرضیہؑ کے نویں فرزند حضرت حسن ابن علی بن محمد تقی بن علی ابن موسی الرضا بن موسی ابن جعفر بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین ابن علی بن فاطمۃ الزہرا ملقب بہ عسکری جنھوں نے ۲۶۰ھ میں سرزمین عراق کے شہر سامرہ میں جو عباسی حکومت کا دارالخلافہ تھا

میں وفات پائی کے فرزند ہیں، آپ کی وفات سے پانچ سال پہلے ۲۵۵ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی ۔آپ کے والد گرامی نے آپؑ کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا آپ کے والد گرامی کی شہادت کے بعد بفضل خدا آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے امام مہدیؑ کے چار نائبین کا دور گزرنے کے بعد خدا نے آپ کو غیر محدود مدت کے لئے غیبت کبریٰ میں اٹھایا فلسفہ وحکمت غیبت اور وقتِ ظہور امام مہدیؑ کا دارومدار مشیت خدا سے وابستہ ہے امام مہدیؑ کے دور غیبت میں مسلمانوں پر مندرجہ ذیل فرائض وذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

وجود امام زمانؑ اور ہماری ذمہ داریاں

مکتب تشیع کی شناخت میں سے ایک امام زمانؑ کا فی زمانہ موجود ہونا ہے۔کتب ادیان وملل اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں کی گئی پیشنگوئیوں اور روایات کے تحت آئندہ زمانے میں بشریت کو ظلم وستم سے نجات دلانے والی ایک ہستی کے آنے کا ذکر موجود ہے۔مکتب تشیع کے ماننے والوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اس ہستی کے موجود ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اہل تشیع کی شناخت میں اس ہستی کا ۲۵۵ھ میں پیدا ہونا اور ابھی تک زندہ ہونے کا اعتقاد رکھنے کے علاوہ دیگر ادیان وملل کے ساتھ انکے ظہور کا منتظر ہونا بھی ہے۔لیکن سوال یہ ہے اس نجات دہندہ کے ظہور تک ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

اہل تشیع کے بنیادی اعتقادات مخصوص نکات پر استوار ہیں جن سے انحراف شیعیت سے انحراف قرار پائے گا، یہ نکات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ شیعہ خود کو اسلام کا تسلسل گردانتے ہیں۔وہ اسلام جسے رسول اللہ لائے' چنانچہ امیر المومنین علیؑ اہل مصر کے نام لکھے جانے والے اپنے خط میں فرماتے ہیں میرے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ لوگ خلافت کو اس گھر سے نکال کر ہماری بجائے کسی اور کا انتخاب کریں گے لیکن اکابر قریش نے ہم سے اتفاق نہیں کیا خلافت کو اس گھر سے نکال کر اسے محروم کر دیا

جو اس منصب خلافت کیلئے لائق و سزاوار تھے۔ اس حوالے سے شیعہ خود کو اسلام کا تسلسل ہی سمجھتے ہیں۔

۲۔ شیعہ خود کو دیگران سے زیادہ اسلام کے محافظ و پاسدار سمجھتے ہیں۔ لہٰذا تاریخ گواہ ہے انہوں نے خلافت کو دوسروں کے ہاتھوں میں ہوتے ہوئے بھی خود کو اس کا محافظ و نگران بنائے رکھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں امیر المومنین امام علیؑ کا وہ جملہ بھی ہمارے اس موقف کی تائید کرتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں اگر میں اسلام کی مدد نہ کرتا تو اسلام میں ایک خلا و نقص پیدا ہو جاتا۔ اسی طرح امام حسینؑ روساء بصرہ کے نام بھیجے گئے خط میں تحریر فرماتے ہیں جب پیغمبر اکرم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو خلافت کیلئے ہم ہی ہر لحاظ سے اہل و سزاوار تھے۔ لیکن ہماری ہی قوم یعنی قوم قریش میں سے بعض افراد نے اس پر سبقت کی اور خلافت کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، لیکن ہم نے امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کو کراہت سمجھا اور وحدت امت کی خاطر خاموش ہو گئے۔

امیر المومنین علیؑ کو پہلے دو خلفاء کی نسبت تیسرے خلیفہ کے دور میں زیادہ ظلم اور زیادتیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ خلیفہ سوم کی مشاورت مروان بن حکم کے ہاتھوں میں تھی، جو علیؑ کے دیگر دشمنوں کی نسبت آپؑ سے زیادہ دشمنی و عداوت رکھتا تھا۔ اسکے باوجود امام علیؑ نے حضرت عثمان کو قتل ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔

لہٰذا شیعہ اپنی امتیازی شناخت و پہچان کے لئے کوئی نئی علامت وضع نہیں کرتے کیونکہ علامت و نشان کا محتاج وہ ہوتا ہے جو کسی گروہ یا مذہب سے الگ ہو جائے۔ جبکہ شیعہ ابتداء ہی سے اسلام کے پیروکار تھے، اب بھی اسلام ہی کو اپنی شناخت و پہچان سمجھتے ہیں اور آئندہ بھی اسلام ہی سے تعلق و واسطہ رکھیں گے۔

شیعہ عقائد

شیعہ عقائد صریح آیات قرآن اور روایات متواتر اسلامی کا خلاصہ و نچوڑ ہیں۔ ان دونوں سے استدلال عقل سلیم اور تجربات مسلمہ کی محکم بنیادوں پر استوار ہے۔ شیعہ اپنے عقائد کو تجربہ و تحلیل

کے لئے دنیا کی کسی بھی نمائش کسی بھی جگہ اور کسی کے سامنے پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ ہیں۔ وہ شیعہ کہلانے کا حقدار نہیں جو اس وقت اس خطے میں بابی' بہائی' قادیانی' باطنی اور مغربی و مشرقی بت پرستوں کے ہاتھوں کھیل رہے ہیں' بلکہ یہ وہ بدکردار لوگ ہیں جو قرآن وسنت سیرت معصومینؑ کی مخالف سمت چل کر شیعیت کے چہرے کو مسخ و بدنام کررہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے عام لوگ انھیں شیعہ سمجھ رہے ہیں۔

شیعہ اپنے مدعیٰ کے ثبوت میں دلیل و برھان پر اعتماد کرتے ہیں

معاشرے پر مسلط ظالم وجابر حکمران اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کیلئے طاقت اور دھمکی کا استعمال کرتے ہیں تاکہ عوام انکے سامنے خاضع رہیں۔ جبکہ اس کے مقابل آزادی وحریت کے خواہاں دلیل و برھان پیش کرتے ہیں۔

انبیاء وآئمہ طاہرین علیہ السلام نے اپنی دعوت کے مرحلہ میں ہمیشہ دلیل و برھان سے تمسک کیا جبکہ انکے مقابل قابض افراد نے ہمیشہ مُکّا و دشنام سے سہارا لیا، شیعہ مذہب نے قرآنِ کریم وسیرت معصومینؑ کی تاسی کرتے ہوئے مذہب کے فروغ واشاعت میں تنہا دلیل و برھان سے سہارا لیا ہے۔ دلیل و برھان ہی اس مذہب کی نمایاں پہچان وشناخت بنی ہیں۔

قرآنِ کریم نے ہمیشہ اپنے مخاطبین سے برھان و دلیل سے مقابلہ کیا:

﴿یاایھاالناس قدجائکم برھان من ربکم وانزلناالیکم نورًامبینًا﴾ ''لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا ہے'' (نساء/۱۷۴)(مومنون/۱۱۷، بقرہ/۱۱۱، انبیاء/۲۴، نمل/۶۴، قصص/۷۵)

قرآنِ کریم کے ان آیات میں دلیل و برھان کو پیش کیا گیا اور ساتھ فریق مخاطب کو برھان پیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

قرآنِ کریم میں برھان کی جگہ دوسرا کلمہ ''سلطان'' استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿ما نزل الله بها من سلطٰنٍ﴾ ''اللہ نے تو اس بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے'' (اعراف/ ۷۱) (یونس/ ۶۸، ہود/ ۹۷، یوسف/ ۴۰، ابراہیم/ ۱۰/ ۱۱، نحل/ ۸۹، کہف/ ۱۵، مومنون/ ۴۵، صافات/ ۳۰/ ۱۵۶، غافر/ ۲۳/ ۵۶، ذاریات/ ۳۸، طور/ ۳۸، نجم/ ۲۳، رحمٰن/ ۳۳)

تیسرا کلمہ قرآنِ کریم میں گواہ استعمال ہوا ہے:

﴿قل انی علیٰ بینةٍ من ربی﴾ ''کہہ دیجئے: میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں'' (انعام/ ۵۷) اعراف ۷۳، ۸۵، ۱۰۵، ہود ۱۷، ۲۸، ۵۳، ۶۳، ۱۳۳، عنکبوت ۳۵، فاطر ۴۰، بینہ ۱، ۴، بقرہ ۸۷، ۹۲ وغیرہ

شیعہ اپنے اصول و فروع میں عقل، قرآن و سنت جیسے دلائل کے ذخائر کے مالک ہیں، ان دلائل کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی علاقائی رسومات اجتہاد یا مصلحتوں کے محتاج نہیں۔ آئمہ طاہرینؑ کی یہ سیرت رہی، وہ حالات نشیب و فراز میں ہمیشہ دوست و دشمنی سے دلیل و منطق سے بات کرتے تھے جبکہ ان کے مخالفین نے ہمیشہ دھونس دھاندلی کی روش اختیار کی، لہٰذا جو شیعہ دلیل و برھان سے بات کرتے ہیں وہ ہی پیروکار اہل بیت کہلوا سکتا ہے۔

دین و مذہب کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے بعض اذہان میں ہمیشہ گھنٹی بجتی رہتی ہے کبھی یہ کہتے ہیں یہ عمل بیرون ملک سے مذہبی یا اقتصادی و سیاسی توانائی کی پشت و پناہی کے بغیر ممکن نہیں اسکے لئے ملک میں کوئی تنظیم یا ادارہ ہونا چاہیے۔

امام خمینیؒ نے اپنے پیغام میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے فرمایا وہ کسی کی آمد یا پشت پناہی کا انتظار نہ کریں بلکہ خود پر اعتماد کرتے ہوئے از خود قیام کریں حتٰی دین میں صاحب ثروت لوگوں کی طرف نظر نہ دوڑائیں کیونکہ وہ آپ کی معاونت سے قبل یہ سوچیں گے کہ آپ ان کے کس کام آسکتے ہیں

مآخذ ومصادر شیعہ

عقلاء و دانشور کسی نئی کتاب کے مطالعہ سے پہلے اسکے مصدر و ماخذ پر نظر دوڑاتے ہیں۔ جس سے وہ آسانی سے یہ اندازہ لگالیتے ہیں اس کتاب کے محتوئ ومضامین کس نہج پر ہیں اور ان پر کس قدر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کئی مذاہب اور فرقے ایسے ہیں، اگر انکی بنیاد کو دیکھنا چاہیں تو کوئی بنیاد نظر نہیں آئے گی۔ ایسے فرقے حقائق کے بیان کرنے کی ہمیشہ مخالفت کرتے ہیں لیکن مذہب تشیع میں اس قسم کا کوئی نقص وعیب نہیں، یہ مذہب قرآن وسنت اور سیرتِ معصومینؑ جیسے عظیم ذخائر کا حامل ہونے کی وجہ سے دنیا کے دیگر مذاہب سے تنہا مستغنی نہیں بلکہ انھیں افکار صادر کرنیکی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا آپ عراق، ایران اور لکھنو کے کتب خانوں کو ملاحظہ کریں، جو علمی ذخائر سے مالا مال ہیں لیکن اسکے برعکس ان چند سالوں میں ہمارے ہاں اگر مصادر تشیع کا جائزہ لیا جائے تو ان خائن اور بیوقوف انسانوں کے پاس تحفۃ العوام اور چودہ ستارے کے علاوہ کوئی مصدر و ماخذ نظر نہیں آتا، یہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں جو تشیع کے مصادر و ماخذ کے حوالے سے کتب نشر کرتا ہو بلکہ یہاں ہر نئی آنے والی کتاب کی مخالفت کی جاتی ہے، تاکہ انکی تحفہ العوام اور چودہ ستارے سے کہیں پردہ نہ اٹھ جائے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اگر کسی غیرت مند شیعہ کی آنکھوں سے آنسوں کی بجائے خون آئے تو وہ بھی کم ہے، اس سے بڑھ کر ظلم، فکر دینی کو فروغ دینے والے مدارس میں بھی ان کتب کو بطور نصاب رکھا گیا ہے۔

عقل

شیعہ مذہب میں تمام عقائد واحکام کی بنیاد عقل پر قائم ہے عقل ہی تمام دلائل کی ماں یا دلیلوں کی دلیل ہے، عقل مادہ عقال سے ہے عقل عقال بعیر سے ہے۔ یہاں سے ہر وہ چیز جسے آپ حبس کریں یا روک دیں اسے عقل کہا جاتا ہے۔

عقل انسان کو مذموم اقوال وافعال سے روکتی ہے، عقل وہ ہے جس کے ذریعے انسان کسی چیز کو بہتر درک کر سکے، عقل جہل کے خلاف ہے، عقل وعلم میں فرق یہ ہے کہ عقل علم اول ہے جس کے ذریعے انسان فعل قبیح سے باز رہتا ہے، عقل وہ قوت ہے جس سے انسان مادی ومعنوی خیر وصلاح میں تمیز کرتا ہے۔ یہی وہ واحد وسیلہ ہے جسے انسان سعادت تک پہنچنے کیلئے استعمال کرتے ہیں عقل کے بغیر نہ تو عبادت وریاضت اور نہ ہی کوئی اور کام منفعت بخش وثمر آور ہوتا ہے۔ عقل نہ ہونے کی صورت میں انسان حیوان کے زمرے میں آتا ہے:

﴿ان شر الدوآب عندالله الصم البکم الذین لایعقلون﴾ ''یقیناً اللہ کے نزدیک تمام جانداروں میں بدترین وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے''

(انفال/۲۲)

ادیان ومذاہب کے ڈھانچے کا ابتدائی اور بنیادی عنصر عقل انسانی ہے۔ اسی سے دین ومذہب کے تصور نے جنم لیا، ادیان ومذاہب میں اگر کوئی روحانی ومعنوی تصور موجود ہے تو وہ اسی عقل کا ہی ثمر ہے۔ اسکے بالمقابل حیوانیت اور درندگی جیسی صفات عقل سے دوری کا نتیجہ ہیں، دین اسلام خصوصاً مذہب شیعہ میں عقل کو جو مقام ومنزلت حاصل ہے وہ دیگر ادیان وفرقوں سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ یہاں دین کی ابتداء عقل سے شروع ہوتی ہے اور اختتام بھی عقل پر ہی ہوتا ہے۔ اہل تشیع کی کتب احادیث وروایات میں ایک باب، باب عقل کے نام سے موجود ہے۔

اس وقت مذہب شیعہ میں خرافات وفرسودگی اور دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ عقل سے دوری کی وجہ منابر حسینی پر قابض عقل سے عاری خطیب یا بعض صوفی اور خود ساختہ عرفان کے وہ داعی ہیں جنہوں نے اپنے خوابوں اور خیالوں کو رائج کرنے کیلئے عقل سے دوری اختیار کی ہے۔

اسی طرح مغربی درسگاہوں سے فارغ التحصیل دانشوروں نے دین ومذہب کے بارے میں اپنی جہالت کو چھپانے کی خاطر عقل کو دین سے خارج کرنے کی مہم بھی چلائی ہے۔

عقل، قرآن وسنت کو سمجھنے کا وسیلہ ہے، عقل سے باطل کا مقابلہ کیا جاتا ہے لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں ہر چیز عقل سے نہیں چلتی، انکی یہ بات بھی عقل کے خلاف ہے۔

مافوق عقل

شیعہ مذہب میں عقل سے بالا یا خارج از عقل نامی کسی فکر وعقیدہ کا وجود نہیں ہے، عقل سے ہی فکر اور فکر پر عقائد اور احکام استوار ہوتے ہیں، عقل ہی ہر چیز کی مصدر وماخذ ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ فلاں حکم شرعی یا فلاں قضیہ عقل سے ہم آہنگ نہیں، اسکے بارے میں عقل کیا کہتی ہے۔ بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ عقل کی درک کرنے کی صلاحیت اور کسی چیز کا خلاف عقل ہونے میں فرق ہے مثلاً اسمائے وصفات خدا کے حوالے سے عقل کی رسائی ''کن'' تک نہیں چونکہ عقل محدود ہے اور خدا لامحدود، اسی طرح طواف کعبہ، رمی جمرات جیسے احکام عقل میں نہیں آتے لیکن ان احکام کی برگشت ایسی نقل کی طرف ہے جو بذات خود عقل سے ثابت ہیں۔ جب کسی چیز کے بارے میں صدیقین کا اتفاق ہو تو عقل یہ نہیں کہتی کہ انھوں نے جو بات کی ہے وہ جھوٹ ہے

شیعہ مذہب میں دوسری دلیل

قرآن

قرآن کریم نے خود کو مافوق از کلام بشر کا دعویٰ کرتے ہوئے جن و بشر کو چیلنج کیا، اگر میرے کلام خدا ہونے کے بارے میں کسی کو شک وشبہ ہے تو مجھ جیسا کلام بنالاؤ۔ قرآن کریم کے اس چیلنج کا ابھی تک برقرار رہنا اسکے کلام خدا ہونے کی دلیل ہے۔ دین ومذہب کے ثبوت، تشریح وتفسیر کیلئے قرآن حجت ہے لیکن بعض دشمنان اسلام نے کبھی آیات متشابہات، کبھی باطن قرآن، اور کبھی تفسیر قرآن کو آئمہ سے مختص کر کے لوگوں کو قرآن سے دور کر رکھا ہے۔ جبکہ ظاہر قرآن کے حجت ہونے کے بارے میں قدیم وجدید مجتہدین نے کثیر دلائل وبراہین پیش کئے ہیں۔

قرآن جس نے خود کو نور و ہدایت کہا، وہ قرآن جس نے پیغمبر اکرمؐ کے ہر امر و نہی کی اطاعت و پیروی کرنے کی دعوت دی، جس نے رسول پاکؐ کے قول و فعل اور سنت و سیرت کو شریعت کا جزو قرار دیا، وہ قرآن جسے حدیث ثقلین میں ثقل اکبر کہا گیا، جسے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے بھی ثقل اکبر کہا، وہ قرآن جسے خدا نے حق و باطل میں تمیز و فرق کرنے والا قرار دیا، جسے آئمہ طاہرینؑ نے اپنے سے مروی تمام روایتوں کی کسوٹی قرار دیا، اس قرآن کی ثمر آور و نجات دہندہ احکام و تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل سے روکنے کے لئے، مستشرقین نے کبھی تو سر سید احمد خان کی شکل میں، کبھی غلام احمد پرویز، اور کبھی چکڑالوی جیسے دھوکہ باز و پرفریب افراد کو مسلمانوں کے معزز علماء کے طور پر متعارف کروایا۔ جنھوں نے احترام و تعظیم قرآن کے بہانے سے مسلمانوں کو صرف قرآن سے باندھنے کی مہم چلائی تاکہ ضروریات زندگی کے ایک بڑے حصے کے بارے میں قرآن میں احکام و تعلیمات کے نہ ہونے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو مغربی خود ساختہ قوانین سے وابستہ کریں۔ اسی ذہنیت کے حامل بعض افراد نے کبھی تو قرآن کو ناقص اور کبھی اسے کتاب نافہم قرار دیکر اس کے فہم کو آئمہ طاہرین تک محصور کیا، یا اسے حجت سے گرا کر جعلیات سے پر کتب احادیث سے باندھنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں یہ لوگ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں جس کا ایک ثبوت اس وطن اسلامی میں پیغمبر اکرمؐ سے مروی متواتر حدیث ثقلین کے خلاف محض اہل بیت اطہارؑ سے وابستگی کا اظہار کر کے لوگوں کو ایک ایسے ترجمہ و حاشیہ والے قرآن سے وابستہ کیا، جو تمام غالیوں اور نصیریوں کے عقائد سے پُر ہے، انہوں نے قرآن کی اس حد تک اہانت کی اور کہا اگر قرآن اردو میں ہوتا تو یہ ترجمہ کافی ہوتا گویا خداوند متعال کی طرف سے مولانا فرمان علی نے اپنی طرف سے کیے ہوئے قرآن کے ترجمے کو بطور چیلنج پیش کیا ہے، ہمیں معلوم نہیں یہ بات مولانا کی حیات میں لکھی گئی، یا کسی نے ان کی وفات کے بعد اس بات کو ان کی طرف نسبت دی ہے۔ اگر کسی نے بعد میں یہ عمل انجام دیا تو مولانا معذور ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے اس

بات پر اپنی زندگی میں خوشی کا اظہار کیا تو وہ اس جرم میں شریک ہیں بہر حال ہمیں ان علماء کی باتوں پر تعجب ہوتا ہے جو خود کو غلو اور نصریت سے تو جدا سمجھتے ہیں لیکن ان کی طرف سے بھی بار بار سننے میں آیا ہے کہ آپ قرآن کریم کے ساتھ حدیث اور عترت کو بھی اٹھائیں گویا ان کے بہ زعم ہم عترت پاک کو چھوڑنے اور نظر انداز کرنے والے ہیں۔ اگر یہ علماء عقل کو استعمال کرتے ہوئے عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے تو ضرور جان لیتے، ہم نے کس قدر اہل بیت اطہارؑ کی سیرت و فضائل کے بارے میں لکھا ہے کیونکہ ہم نے حدیث ثقلین کی تحت قرآن و عترت دونوں ہی سے فکری و عملی تمسک کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ انہیں اتنے سالوں تک قرآن کا نام نہ لینے اور اسے پیچھے چھوڑنے پر قطعاً دکھ نہیں ہوا۔ انہوں نے اتنے طویل عرصہ میں کبھی نہیں کہا کہ عترت کے ساتھ قرآن کو بھی اٹھایا جائے لیکن جب قرآن کا نام لیا جانے لگا تو ان کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ یقیناً ان لوگوں کے خلاف قیامت کے دن پیغمبر اکرمؐ بارگاہ ایزدی میں یہ شکایت کریں گے:

﴿وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا﴾ ''اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنالیا تھا''
(فرقان/۳۰)

۲۔ سنت مسلمہ رسول اکرمؐ

دین میں پیغمبر اکرمؐ کا قول و فعل اور سکوت ہمارے لئے حجت ہے اس کی سند دو محکم دلیل عقل و قرآن سے ثابت ہیں:

۱۔ **عقل**: ہم مسلمان ہیں، مسلمان کا کام رسول اکرم کی پیروی و تاسی کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص پیغمبر اکرمؐ کے کسی قول و فعل اور سکوت سے روگردانی اختیار کرے گا تو وہ دائرہ مسلمانیت سے خارج ہو جائے گا۔ اسلام پیغمبر کی تاسی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

۲۔ قرآن

جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں آیا ہے:

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ ''بتحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے'' (احزاب/۲۱) ﴿قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰھیم والذین معہ﴾ ''تم لوگوں کیلئے ابراہیم اوران کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے'' (ممتحنہ/۴) ﴿لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ﴾ ''بتحقیق انہی لوگوں میں تمہارے لئے ایک اچھا نمونہ ہے'' (ممتحنہ/۶) ﴿وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا﴾ ''اور جو رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ'' (حشر/۷)

عقائد، احکام، اخلاق اور نظام اجتماعی کے بارے میں پیغمبر اکرم کی سنت بطور تواتر ہمارے پاس کتب میں موجود ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہر وہ چیز جو تمہیں جنت سے نزدیک کرنے اور جہنم سے دور کرنے والی ہو وہ ہم نے بیان کی ہے یہاں تک کہ خارش کی دیت تک بیان کی ہے۔ لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے موقع پر دین اپنی جگہ کامل واتم ہے۔ تکمیل دین کے بعد ہر علاقے اور ملک کی رسومات اور رواج دین میں بدعت گذاری کا اعلیٰ مصداق ہیں۔ لیکن ایک بات واضح ہونی چاہیے کہ سنت صرف پیغمبر اکرمؐ کی ہے اسکے علاوہ کوئی چیز کتنی ہی مستحسن کیوں نہ ہو وہ سنت کا درجہ اختیار نہیں کرسکتی۔

۳۔ مصادر کتب

شیعیان اثناعشری کی کتب مصادر تفسیر قرآن، روایات پیغمبر اکرمؐ وآئمہ معصومینؑ میں اصول کافی کلینی، من لایحضر الفقیہ صدوق، تہذیب واستبصار طوسی، نہج البلاغہ سید رضی، وسائل

شیعہ محدث نوری، جامع الشیعہ بروجردی ہیں۔

نہج البلاغہ

شیعہ اثنا عشری کے مصادر میں قرآن کریم کے بعد متن وسند کے حوالے سے سب سے زیادہ اہمیت کتاب نہج البلاغہ کو حاصل ہے۔ جسے سید شریف رضی علیہ رحمہ نے ترتیب دیا ہے حضرت امام خمینی علیہ رحمہ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے، ہمیں یہ فخر واعزاز حاصل ہے کہ ہمارے پاس کتاب نہج البلاغہ ہے جس میں امیر المومنینؑ کے خطبات، کتب اور کلمات موجود ہیں، اس کتاب میں امیر المومنینؑ کے وہ کلمات ہیں، جو آپ نے ۲۵ سالہ خاموشی کے بعد اپنے دور خلافت میں ارشاد فرمائے اس کتاب میں شریف رضی علیہ رحمہ نے وہ خطبات نقل کئے ہیں جو امیر المومنینؑ نے اپنے دور حکومت میں امت اسلامی کو خدا و آخرت کی طرف توجہ دلانے اور شریعت الٰہی پر عمل کرنے سے متعلق بیان فرمائے ہیں، امیر المومنینؑ کے یہ مواعظہ حسنہ حکمتوں اور جواہر کلام پر مشتمل ہیں، ان میں وہ خطوط شامل ہیں، جو آپ نے اپنے نمائندوں اور مخالفین کے نام تحریر کئے، یہ خطوط ایک مثالی عادل حکومت کے قیام کیلئے ایک مثالی نمونہ ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس کتاب کو اس معاشرے میں وہ مقام ومنزلت حاصل ہے جو اس کے شایان شان ہے؟ کیا یہاں کے شیعوں نے اس کتاب کو وہ مقام ومنزلت دیا جو اس کتاب کو دینا چاہیے تھا۔ اگر مرحوم مفتی جعفر رضوان اللہ علیہ اور علامہ ذیشان حیدر جوادی علیہ رحمہ اس کا ترجمہ نہ کرتے تو یہاں اس کتاب کا نام ونشان تک نہ ہوتا۔ لیکن کیا اس ترجمہ کو وہ مقام حاصل ہے جو اسکے شایان شان ہو۔ جس کتاب کو امام خمینی علیہ رحمہ نے اس ملت کیلئے اعزاز وافتخار قرار دیا ہے، کیا اس کتاب کو وہ مقام حاصل ہے جو تحفہ العوام، چودہ ستارے، چودہ معجزے اور اس ملک میں رائج دس بیبیوں کی کہانی کو حاصل ہے۔ کیا شیعوں نے اجتماعی طور پر اس کتاب کو چھوڑ کر اس پر ظلم نہیں کیا؟ کیا شیعہ اس کتاب کے معارف سے دوری اختیار کرنے کے باوجود بھی مظلوم ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ

صحیفہ سجادیہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ ہے، اس کتاب عظیم کے بارے میں بھی امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے فرمایا، ہمیں یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ ہمارے پاس صحیفہ سجادیہ جیسی دعاؤں کا ذخیرہ موجود ہے، اگر اس کتاب کی تفسیر وتشریح اور تدریس وتعلیم کو فروغ ملتا تو خدا گواہ ہے کثیر معارف وحکمتوں کے دروازے اس قوم وملت کے لئے کھلتے اور خود امت مسلمہ پر بھی عیاں ہوتا، توحید کا تصور کیا ہے۔

اگر ہم اس کتاب کو فروغ دیتے تو ہمیں آج کفر وشرک کی ناروا تہمتیں سننا نہ پڑتیں، اس کتاب سے بندے اور خدا کے درمیان ربط، یا اجتماع یا معاشرے میں انسان کے انسان سے تعلق سے متعلق کثیر اصول وضوابط اخذ کرتے، لیکن اس کتاب کے ساتھ بھی بعینہ وہی رویہ اپنایا گیا جو نہج البلاغہ کے ساتھ اپنایا گیا' جس کتاب کو ''زبورِ آل محمدؑ'' کا لقب ملا اس کو پیچھے چھوڑ کر قصوں اور کہانیوں کو رواج دیا گیا' کیا اس سے بڑھ کر بھی آئمہؑ پر کوئی اور ظلم ہوسکتا ہے۔ بلکہ حقیقت میں اس عمل سے شیعوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، ظلم کی اقسام میں سے بنیادی قسم اپنے اوپر ظلم کرنا ہے لہٰذا شیعوں نے اپنے آئمہ پر جھوٹ باندھ کر ان پر ظلم کیا جو حقیقت میں خود اپنے پر ظلم کے مترادف ہے۔

۴۔ فقہاء وہ مجتہدین

شیعہ مذہب میں فقہاء ومجتہدین کی ذمہ داری تفسیر وتشریحِ مصادر اصلی قرآن وسنت ہے وہ اپنے اجتہاد کو فہم قرآن وسنت میں صرف کرتے ہیں فقہاء ومجتہدین کا فعل وسکوت پیغمبر اکرم ''آئمہ معصومینؑ جیسا نہیں ہے جو سند وجواز بنے۔ جیسا کہ آج کل قرآن وسنت سے بے بہرہ لوگ ان کے بے سند فتویٰ یا کسی معاملہ میں خاموشی کو اپنی غیر شرعی سیرت کے جواز میں پیش کرتے ہیں ہم جب بھی فقہاء ومجتہدین کی بات کرتے ہیں تو اس سے مُراد ان کا قرآن وسنت کی تفسیر کرنا ہے

وہ قرآن وسنت کے مقابل میں اپنی کوئی رائے پیش کرنے کی مجاز نہیں۔

۵۔علمائے کرام

فقہاء ومجتہدین کے بعد دین کے عقائد اور احکام، عبادات ومعاملات، رسومات کا حلیہ علماء عمل ودانش اور باعمل باکردار علماء کی سیرت سے استناد کیا جاتا ہے۔انکی ذمہ داری ہے ہر وہ چیز جو دین کے نام سے نئی شامل کی جائے یا جو چیز دین سے خارج کی جائے دونوں پر نظر رکھیں اس حوالے سے دنیا کے گوشہ وکنار میں ترویج واشاعت دین کے مناصب پر فائز علماء حوزات علمی نجف اشرف، ایران اور پاکستان کی دینی درس گاہوں کے اہتمام کنندگان، اساتید سے ہٹ کر جو چیز ہمارے معاشرے میں رائج ہوگی وہ شیعہ مذہب کی پہچان نہیں ہوگی۔کیا جو چیزیں اس ملک میں شیعہ کے نام سے رائج ہیں ان علماء کی تصدیق سے قائم ہیں یا انکے تقیہ اور خاموشی سے مستند ہیں۔لیکن انکی خاموشی انکا جواز نہیں بنتی۔پیغمبرؐ کے بعد آئمہ معصومین کی خاموشی صرف حجت ہے انکے علاوہ کسی علاقے کے عالم دین، حتی مرجع کل کی خاموشی بھی اس فعل کا جواز نہیں بنتی۔چاہے یہ خاموشی کسی خاص وقت، علاقے کی مصلحت کی خاطر اختیار کی ہو یا اپنے دنیوی مفاد کی خاطر ہو۔کسی عالم وفقیہ کی خاموشی شرعی سند نہیں بن سکتی۔

۶۔دین دار اسلامی معاشرہ

دین کے عقائد واحکام پر پابند معاشرہ، دین دار معاشرہ کہلوائے گا۔اس وقت اگر کہیں شیعہ مذہب کی کچھ حد تک پہچان جو قرآن وسنت کے مطابق ہے۔اس میں ان جگہوں کو شمار کیا جاسکتا ہے عراق، ایران، حجاز مقدس، لبنان، افغانستان اور پاکستان کے بعض علاقے۔ جبکہ ہمارے یہاں کونڈے، کڑے، گھوڑے، جھنڈے کو مذہبی شناخت کے حوالے سے متعارف کروایا جارہا ہے، ہمیں سوچنا چاہئے کیا یہ چیزیں ان علاقوں میں بھی موجود ہیں۔

تصویر شیعہ روایات کی رو سے

علماء و محققین کی بیان کردہ تعریف کے تحت شیعہ وہ ہیں جو پیغمبر اکرمؐ کے بعد سلسلہ امامت حضرت علیؑ سے لیکر مہدی موعود (عج) تک بارہ ہستیوں کو امام مانتے ہیں، انھیں منصوص من اللہ سمجھتے ہیں، لہٰذا جو شخص بھی آئمہ اطہارؑ کے منصوص من اللہ ہونے کے نظریہ کو مسترد کر کے چھ اماموں کی امامت کا قائل ہو زیدیہ، اسماعیلیہ یا کرامیہ ہو یا کوئی خاص نعرہ بلند کر کے شیعہ نمائی کر کے عزاداری کی مراسم میں شامل ہو وہ شیعہ نہیں ہوسکتا۔

ہر وہ انسان جو کلمہ شہادتین ﴿لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ کا اقرار کرتا ہو، شیعہ اس کی جان و مال عزت و ناموس کو اپنی جان و مال و ناموس سمجھتے ہیں اور ان کے تحفظ کو اپنا فرض جانتے ہیں، خواہ وہ شیعوں کے ساتھ منافقت کا رویہ ہی کیوں نہ اپناتے ہوں، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ میں بھی حسب قرآن کریم منافق موجود تھے اور آپ بحکم قرآن ان پر اسلامی احکام کا نفاذ فرماتے اور انکی جان و مال کی حفاظت فرماتے، شیعہ ہر قسم کی شرک گرائی، بدعت گزاری، خرافات پرستی اور خرافات سازی سے خواہ وہ مذہبی شعائر کے نام سے ہی کیوں نہ ہو بیزاری ولاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔ شیعہ ہر اس فعل سے جو قرآن وسنت اور سیرت آئمہ اطہارؑ سے مطابقت نہیں رکھتا اس سے برائت ولاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

شیعہ اپنے ائمہ طاہرینؑ کی سیرت کی تاسی کرتے ہوئے اس ملک میں سوائے اس گروہ کے جنھوں نے کلمہ اسلام ﴿لاالہ اللہ محمد رسول اللہ﴾ پڑھنے والوں کی جان و مال کو اپنے لئے مباح قرار دے کر خون بہانے کے درپے ہوا، تمام برادرانِ اہل سنت والجماعت، بریلوی و دیوبندی کے ساتھ دوستی و برادری کے اصول پر قائم ہیں۔ وہ افراد جو مندرجہ بالا گروہ کے جرم و جنایت کو دیگر برادرانِ اسلامی کے کھاتے میں ڈال کر کفر و شرک کی طرف دوستی و آشتی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں شیعہ مذہب کسی بھی حوالے سے اس کی تائید نہیں کرتا۔ شیعہ اثنا عشری اپنے آئمہؑ کی سیرت کی

روشنی میں اپنے تحفظ پر اسلام کے تحفظ کو ترجیح دیتے ہیں اور اس سے آگاہ ہیں سیکولرازم میں اسلام کا کوئی تحفظ واحترام نہیں۔

پاکستان میں سیکولرازم کے داعیان نے اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی خاطر، اس کی راہ میں شیعوں کو یہ کہہ کر لا کھڑا کیا کہ اگر یہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہو تو برابری اور مساوات کے اصول کو اپنانا چاہئے' کیونکہ ملک کو بنانے میں شیعہ سنی دونوں برابر کے شریک تھے۔ انکی یہ بات شیعہ اور دیگر برادرانِ اسلام دونوں کے خلاف ایک سازش ہے۔

شیعہ اپنے عقیدہ توحید اور دیگر دینی عقائد کا مصدر وماخذ قرآن کی آیات' حدیث وسنت پیغمبر اکرمؐ نہج البلاغہ میں جناب امیر المومنینؑ کے خطبات' صحیفہ سجادیہ میں امام سجادؑ کی دعائیں' دعائے ابوحمزہ ثمالی' دعائے کمیل اور امام حسینؑ کی دعائے عرفہ جیسے ذخائر کو قرار دیتے ہیں اور اس سرمایہ فکری پر ناز کرتے ہیں۔

عقائد کی بنیاد مسلمات عقلیہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ شیعہ اپنے عقائد کے بارے میں جو دلائل عقلی پیش کرتے ہیں، وہ ہر انسان عاقل کے لئے قابل قبول اور قابل فہم ہیں۔ انھیں صرف ظالم و جابر اور متکبر انسان ہی مسترد کر سکتے ہیں ورنہ کسی بھی دین و مذہب یا قانون کا معتقد انسان انہیں مسترد نہیں کرسکتا، ان عقائد میں وحدانیت خدا، ایمان بہ ضرورت انبیاء اور روز معاد پر ایمان شامل ہے۔ ان کے علاوہ اہل تشیع کے دیگر عقائد کے مصادر و مآخذ ان منقولات پر مبنی ہیں جو عقل سے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن اور ان روایات سے بھی ثابت ہیں جو کتب فریقین میں بطور تواتر نقل ہوئی ہیں۔

شعائر شیعہ اثنا عشری

ا۔ مساجد

شعائر مکانی میں خانہ کعبہ کے بعد دنیا بھر کے گوشہ و کنار میں خدا کی عبادت و بندگی کیلئے قرآن کریم کی مکرر آیات اور متواتر روایات کے تحت مساجد کو اہمیت حاصل ہے۔اس کے علاوہ شیعہ مذہب میں کسی بھی نام سے کسی مکان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

۲۔ جمعہ و جماعت

شعائر عبادی میں پانچ اوقات کی نماز اور جمعہ اتنی اہمیت کے حامل ہیں جتنا برادران اہل سنت کے نزدیک ہے۔البتہ شیعہ اثنا عشری کے فقہاء جمعہ میں ایک جمعہ کے دوسرے جمعہ کے درمیان فاصلے کیلئے ساڑھے پانچ کلو میٹر کی شرط عائد کی ہے۔لیکن اس وقت مفاد پرست چندے کے صندوق کی خاطر دین کے دیگر مظاہر کی طرح اس سے بھی کھیل رہے ہیں۔اور اس شرط کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔

علماء حق کو چاہئے کہ وہ نماز جمعہ کے تمام قدیم وفرسودہ وروایتی خطبوں اور جدید فرسودہ سیاسی واجتماعی اور معاشرتی وسیکولرزم کی کھچڑی سے بنے ہوئے خطبوں کو خیر باد کہتے ہوئے احکام وتعلیماتِ قرآن وسنت وسیرت معصومینؑ اوران سے ملنے والے عقائدوافکار ومواعظِ حسنہ اوراسلام ومسلمین کو درپیش مسائل سے لوگوں کو واقف وآشنا کریں اس پاک منصب سے قوم پرست اورسیکولرزم طاقتوں کی تائیدوترویج سے باز آجائیں ۔اس وقت ہماری مساجد میں موجود اکثر وبیشتر آئمہ کا پس منظر یہ ہے کہ یہ وہ افراد ہیں جو حکومتی سکولوں میں فیل ہونے یا اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکنے کی وجہ سے مدارس دینی میں داخل ہوئے، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر یہی لوگ مدارسِ دینی میں امتیازی حیثیت کے مالک اور نمونہ طالب علم قرار پائے ،انھوں نے

مساجد سنبھال لیں اور وہاں وہ ایسے انقلابی امام جمعہ و جماعت بن بیٹھے گویا اب وہ امام زمانہ کیلئے بھی محراب و منبر کو خالی کرنے کیلئے تیار نہیں۔

مذہب شیعہ اہل اور صالح افراد کے ہوتے ہوئے نا اہل اور غیر صالح افراد کو آگے لانے کو ظلم سے تعبیر کرتا ہے، یہ شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے۔لہٰذا دین و دیانت رکھنے والوں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ سمجھنے والوں کی ذمہ داری ہے وہ ایسے افراد کے اخراجات کو اپنے ذمہ لیں اور محراب و منبر کو علم و عمل سے آراستہ صالح و قابل افراد کیلئے ان سے خالی کروائیں۔اور ان پر بھی کڑی نظر رکھیں کہ یہ بھی شیطانی جال اور مقام و منصب اور مادہ پرستی کی حرص و ہوس میں نہ پھنسیں۔

مومنین کرام کو چاہیے کہ وہ محلّہ و علاقہ سے بالاتر ہو کر وہاں جمعہ و جماعت کیلئے جائیں جہاں امام جمعہ و جماعت باعلم و عمل اور صالح ترین افراد ہیں۔ چاہے اس کیلئے انھیں زحمت ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے، تاکہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور دین کا بول بالا کرنے میں ان کے کردار کو بھی ملائکہ الٰہی اور گواہانِ خدا نوٹ کریں۔

۳۔ زیارتِ قبور مطہر آئمہ معصومین علیہم السلام:

جن چیزوں میں شیعہ دیگر مسلمانوں سے مختلف نظر آتے ہیں ان میں سے ایک زیارت قبور پیغمبر اسلام و آئمہ طاہرین علیہ السلام ہے۔ یہ عمل کثیر شیعہ روایات سے استناد کرتے ہوئے انجام دیا جاتا ہے۔اس حوالے سے دیگر فرقہ ہائے اسلامی سے جو چیز شیعوں میں مشترک اور منفرد ہیں اور جو چیز حقیقت ہے، ان تین زاویوں سے پردہ ہٹانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ آئمہ طاہرینؑ کی قبور مطہر ایک حوالے سے دیگر مسلمانوں کی قبور سے اشتراک رکھتی ہیں کیونکہ جسطرح امت اسلامی قبرستان میں جا کر قبور مسلمین کی زیارت کرنے یا انکے لئے طلب مغفرت کرنے کو تنہا جائز نہیں سمجھتی بلکہ مستحب گردانتی ہے۔لہٰذا اس استحباب میں قبور مطہر آئمہ طاہرین علیہ اسلام بھی شامل ہیں۔

۲۔ بعض مخالف شیعہ کی نظر میں شیعہ اثنا عشری زیارت آئمہ کو حج سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انکا یہ نظریہ شیعہ اثنا عشری کے خلاف پروپیگنڈا ہے۔ تمام فقہاء شیعہ اثنا عشری کے نزدیک حج بیت اللہ واجب ہے، اسکا عمداً ترک کرنے والا قرآن کے مطابق کافر ہے۔ جبکہ زیارت آئمہ طاہرین ایک مستحب عمل ہے۔

۳۔ قبور آئمہ طاہرینؑ کی زیارت اس لیئے نہیں کہ وہاں دنیوی حاجتیں، امیدیں لے کر جائیں۔ چنانچہ چوتھے نکتے میں ہم زیارت کے فلسفہ کو بیان کریں گے۔ جبکہ لوگوں نے زیارت کو صرف اسی مقصد کیلیئے محدود کیا ہوا ہے۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ وہاں جانے کے بعد ان سے حاجتیں مانگ سکتے ہیں یا نہیں یا اگر مانگیں گے تو کس طریقے اور کن شرائط کے تحت مانگ سکتے ہیں، یہ ایک تفصیل طلب ہے۔ لیکن یہ واضح ہے کہ حاجتیں طلب کرنا جز زیارت نہیں۔

۴۔ جس زیارت کی شیعہ روایات میں تاکید کی گئی ہے اور اس کیلیئے کثیر اجر و ثواب نقل ہوا ہے، یہ کسی فقیر کا ایک صاحب ثروت کے سامنے حاجت طلبی جیسا عمل نہیں۔ جن روایات میں زیارت کی تاکید کی گئی ہے انکی رو سے یہ عمل مقصد زیارت میں شمار نہیں ہوتا۔ زیارت قبور آئمہ طاہرین کا فلسفہ خود ان زیارتوں کے فقرات کے مجموعہ سے واضح و روشن ہے۔ جتنی بھی زیارات کتب میں نقل ہوئی ہیں چاہے وہ مستند ہوں یا غیر مستند، ان کے اسی فیصد مضامیں اس نکتہ پر مرکوز ہیں کہ زائرین قبر مطہر امامؑ پر جا کر امام سے مخاطب ہوتے ہیں اور یوں گویا ہوتے ہیں آپ نے نماز کو قائم کیا، دین کی نصرت کی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، اور ہم بھی اس نکتہ پر آپکے ہم قدم ہیں۔ اور اسی راستے پر چلیں گئے جس پر چلنے کا آپ نے حکم دیا جسکی آپ نے رہنمائی فرمائی۔ شیخ بزرگوار علامہ مظفر نے اپنی عقائد کی کتب میں زیارت کے حوالے سے انہی نکات کو بیان کیا ہے۔

آئمہ طاہرینؑ کی قبور پر جا کر آئمہ سے اظہار وابستگی کرنا اور دین پر قائم ودائم رہنے کی تجدید کرنا یا آئمہ طاہرین کی حیات طیبہ کو اپنے ذہن میں لا کر اپنے اندر دین کے لئے نئی روح اور نیا جذبہ پیدا کرنا، قرآن وسنت اور سیرت معصومینؑ کے مطابق زندگی گزارنے اور ان سے ملنے والے اسلام حقیقی کے احیاء واجراء ونفاذ کے لئے مخلصانہ سعی وکوشش کا عزم وارادہ کرنا ہی مقصد زیارت قبور آئمہ طاہرین علیہ السلام ہے۔ بعض عوام الناس شیعہ نے قرآن وسنت اور سیرت معصومینؑ کے خلاف ومتضاد عقائد وتصورات اپنائے ہیں۔ انھیں بنیاد بنا کر مذہب تشیع پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر کسی کو شیعوں کی ان سرگرمیوں پر اعتراض ہے تو وہ اپنے اعتراض کا رخ ان لوگوں ہی کی طرف رکھے اور ان لوگوں سے ہی پوچھے کہ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو کیا یہ تمہارے مذہب کے حقیقی مصدر وماخذ میں بھی موجود ہے یا نہیں، یا یہ سب تمہاری خود ساختہ چیزیں ہیں لہٰذا شیعہ مذہب پر بات کرنے کیلئے اسکے حقیقی مصدر وماخذ پر نظر کرنی چاہئے کیونکہ اس کے بعد ہی نقد وانتقاد کا حق حاصل ہوسکتا ہے۔

زیارت پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ معصومینؑ شیعہ اثناعشری کے نزدیک خود کو اپنے رہبران دینی کی تاریخ کو تازہ کرنا، انھیں یاد کرنا اور تجدید عہد وپیمان کرنے کی خاطر ہے۔ جبکہ زیارت شیعیان حیدر کرار وہاں جا کر اپنی دنیوی نیاز اور حاجتوں کو لینے کی خاطر ہے۔ بلکہ وہ اسے راستے میں ہی زواروں سے وصول کرتے ہیں۔ انکی زیارت کا مقصد کسی قسم کا عہد وپیمان کرنا نہیں ہے۔

یہ تھے شیعہ اثناعشری کے اسلام اور اسکے عقائد اور فروعات کے بارے میں عقائد ونظریات اب ہم قارئین کے خدمت میں شیعیان علی کی اسلام اور اس کے عقائد فروع کے بارے میں نظریات کو پیش کریں گے۔

شیعیانِ علی علیہ السلام کی شناخت

شیعیان حضرت علیؑ کے دو تعارف ہیں، ایک وہ گروہ ہے جو حضرت علیؑ اور ان کے گیارہ جانشینِ معصومینؑ نے جو سلوک توحید و رسالت کی پاسداری کی خاطر خلفائے ثلاثہ کے ساتھ روا رکھا اور اسی سیرت طیبہ کی پیروی کرتے ہوئے فقہائے عظام نامدارِ شیعہ جیسے حسین بن روح، کلینی، مرزائے شیرازی، کاشف الغطاء، محسن امین، شہید الصدر اور خمینی عظیم نے اسلام و مسلمین سے بلاتفرقہ دفاع کیا، وحدت امت کی طرف دعوت دی اور اسی پر قائم رہے کی تاسی کرتا ہے، یہ شیعیان علی اور شیعیان اثناعشری بھی ہے۔ شیعہ علی کا دوسرا گروہ وہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے بعد خط امامتِ اثناعشری سے نکلا ہے۔ یہ خود کو شیعہ اثناعشری یا شیعیان علی کہلوانے کی بجائے شیعیان حیدر کرار سے تعارف کروانا زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسکی سادگی اور گہرائی کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ظاہری طور پر انھیں علیؑ کی بجائے حیدر کرار کا کلمہ زیادہ پسند ہے، کیونکہ یہ کلمہ پیغمبر اکرمؐ نے جنگ خیبر کے موقع پر آپؑ کو میدان جنگ میں بھیجتے وقت فرمایا تھا، آپ نے فرمایا اب میں ایسے فرد کو بھیجوں گا جو اپنی جگہ کرار ہوگا پیچھے نہیں ہٹے گا۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ انھیں ایک دن کا کلمہ کرار پسند آیا جہاں آپؑ یہود خیبر کے مقابل میں گئے۔ لیکن ان کو وہ پچیس سال نظر نہیں آئے جہاں آپؑ نے اسلام و مسلمین کی خاطر جنگ و جدال کے مقابل صبر و تحمل کو برداشت کرتے ہوئے فرمایا

”میں یہاں صبر کو ترجیح دیتا ہوں درآنحالیکہ میری آنکھوں میں سنگریزے پڑے اور گلے میں ہڈی پھنس گئی ہو“ (خطبہ/۳)

مزید برآں، ہم اس گروہ کے افکار و عقائد، اعمال و کردار اور نعروں کا ایک خاکہ آگے پیش کریں گے تاکہ موافق و مخالف دونوں کیلئے شیعیان اثناعشری اور شیعیان حیدر کے بارے میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

شیعیان حیدر کرار کا دین

شیعیان حیدر کرار کے عقائد، توحید میں خدائے ناقص و بے بس، نبوت میں رسول محتاجِ علیؑ، روزِ آخرت میں بغیر عمل جنت کی بشارت' اسی طرح فروعات میں نماز کی جگہ سینہ کوبی، روزے کی جگہ ماتم، حجِ خانہ خدا کی جگہ صرف زیارت، کفر شرک کیخلاف جہاد کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ جہاد، تولیٰ و تبریٰ میں یہود و نصاریٰ سے دوستی اور مسلمانوں سے دشمنی شامل ہے، شیعیان حیدر کرار کے اصول دین کے مصادر میں عقل کو دخل نہیں کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق علیؑ عزاداری' آئمہ مافوق عقل ہیں، قرآن ان کے نزدیک ناقابل فہم ہے، یہ قرآن کے معانی از خود اخذ نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت ہے، سنتِ رسول میں سے انھیں صرف فضائلِ علی قبول ہیں باقی سب ان کے نزدیک مردود ہے۔

شیعیان حیدر کرار کی کتب مصادر میں ترجمہ قرآن مولانا مقبول' فرمان علی، حدیث میں اسرارِ آلِ محمد' تحفۃ العوام' چودہ ستارے' دس بیبیوں کی کہانی اور حدیث کساء شامل ہے۔

شیعیان اثناعشری اور شیعیان حیدر کرار کا فرق واضح نہ ہونے کی وجہ سے شیعہ اثناعشری کا چہرہ مسخ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے تمام تشخصات ختم ہو گئے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام سنجیدگی سے ان دونوں میں موجود فرق پر غور کریں۔

ہم یہاں شیعیان حیدر کرار کے افکار و نظریات، عقائد و فروعات' رسومات و مظاہر' علامات و امتیازات جو شیعہ اثناعشری سے بالکل مختلف ہیں کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:

شیعیانِ حیدر کرار مذاہب و ادیان کی کھچڑی ہے

شیعیان حیدر کرار نے اسلام کی تمام صفات و کمالات کو پس پشت ڈالا اور ہر قسم کا شرک و کفر، اخلاق رذیلہ اور افکار باطلہ انھیں جہاں کہیں بھی نظر آئیں انھیں چن چن کر اس مذہب میں

شامل کیا ہے۔ جن کی وجہ سے اب یہ مذہب ایک مذہبی کھچڑی بن گیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں ان افراد نے قرآن وسنت سے دوری اختیار کرتے ہوئے اس مذہب میں کیا کیا شامل کیا ہے:

۱۔ بنی امیہ سے عمل کے بغیر ایمان پر اکتفا کرنا' مقصد قیام امام حسینؑ کو پسِ پشت ڈالنا' بنی عباس سے سیاہ لباس اور سیاہ پرچم اٹھانا' اخباریوں سے مجتہدین ومحققین کی مخالفت کرنا' اہل تفویض سے خدا کو معطل کر کے تخلیق وارزاقِ کائنات آلِ محمدؐ کے سپرد کرنا' سحر وساحران سے بناوٹی معجزوں کا پرچار کرنا' ظالم حکومتوں سے قوم وملت کی توجہ کو ہٹانا' سکھوں سے عدد پانچ کی تقدیس واحترام اور ہاتھوں میں کڑا پہننا' ہندوؤں سے مجسمہ سازی' مجسمہ پرستی' مجسمہ فروغی اور حیوان دوستی سے گھوڑا پرستی کو لیا' قدیم مصری اور ہندوستان کے بت پرستوں سے دریا سے حاجتیں طلب کرنے کو لیا' مشرکین سے انبیاء وآئمہ طاہرینؑ کیلئے بشریت کو نقص گردانںے کے نظریہ کو لیا ہے، مشرکین سے انبیاء وآئمہ سے دنیا طلبی کو لیا' یہودیوں کے اس عقیدے کہ ہم فرزندان خدا ہیں ہم اولیاء اللہ ہیں' جنت صرف ہمارے لئے ہے اس کو بنیاد بنا کر کہا شیعہ ہی صرف جنت میں جائیں گے، مسیحیوں سے خرافات سے پُر عقائد' آئمہ کی شہادت امت کی بخشش کیلئے تھی اس تصور کو مسیحیوں سے لیا' آغا خانیوں سے خمس وحجاب کی مخالفت، قادیانیوں سے پیغمبر کی توہین واہانت اور عام مسلمانوں سے دشمنی اور انگریزی زبان کی ترویج کرنا' غالیوں سے سبّ وشتم خلفاء، مغربی ثقافت سے بے حجابی وفحاشی کو لیا' بادشاہوں کے درباروں سے رقص واداکاری کو لیا' اسی طرح ستارہ پرستوں سے چاند میں علی کے چہرہ کو تلاش کرنے کو لیا ہے۔

ہندوؤں سے حیوانات کی تقدیس واحترام کو لیا ہے، ہندو گائے کا احترام کرتے ہیں جبکہ یہ لوگ گھوڑے کا احترام کرتے ہیں۔ یہ امام حسینؑ کی سواری کی شبیہ جو چند لمحے کیلئے بناتے ہیں اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اسکے مداح اور ثنا خواں بھی رہتے ہیں۔ اب تو بعض نے اس کا لکڑی

کابت بنانا بھی شروع کر دیا ہے، دوسرے فرقوں کے آئمہ سے علاقائی قیاس واستحصان کولیا ہے قرآن وسنت کے مقابلے میں اجتہاد و مصلحت اندیشی کولیا ہے۔

شیعیان حیدر کرار کا کلمہ

﴿لااله الله محمدرسول الله علی ولی الله و خلیفته بلافصل﴾ ہے

یہ کلمہ اپنے سند وجواز سے خالی وعاری ہے، میرے علم میں نہیں کہ شیعیان حیدر کرار کا یہ کلمہ پاکستان کے دیگر علاقوں یا ہندوستان وغیرہ میں بھی رائج ہے یا نہیں۔ البتہ ایران ٗعراق اور حجاز میں رہنے والے شیعہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے یہ شیعہ اثنا عشری کا کلمہ نہیں کیونکہ انکا کلمہ وہی ہے جو عام مسلمانوں کا کلمہ ہے۔ شیعیان حیدر کرار کا کلمہ خود ساختہ ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں کے اہل علم ودانش علماء علام سے سوال کرتے ہیں۔ کیا یہاں کلمے میں جو اضافہ کیا گیا ہے کیا یہ دوسرے علاقوں مثلاً ایران ٗعراق ٗافغانستان اور خلیج وغیرہ میں بھی اسی طرح رائج ہے آیا شیعہ کے اصول وفروع، اہل سنت سے کوئی الگ چیز ہیں، کیا شیعہ دوسرے اسلام کا نام ہے جو بعد میں پیدا ہوا۔ آیا امامت اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے۔ آیا امامت صرف علی ابن ابی طالبؑ پر تمام ہوتی ہے، اگر کہا جائے کہ اختلاف صرف علی کی ذات تک تھا ٗتو کیوں زیدیہ جو امام زین العابدینؑ کی امامت کے بعد امام محمد باقرؑ کی امامت کے قائل نہیں، کیوں باقریہ جو امام محمد باقر کو امام مہدی سمجھتے ہیں، اسماعیلیہ کے فرقے، ابطحیہ امام موسٰی کاظمؑ کی امامت کے منکر ہیں اور واقفیہ امام موسٰی بن جعفر کو امام مہدی سمجھتے ہیں، کیا یہ اختلاف نہیں؟ کیا اس کلمہ کی سند فقہا و مجتہدین شیعہ کے رسالہ عملیہ میں ملتی ہیں، کیا آپ آئمہؑ کی سیرت سے اس بارے میں استناد کر سکتے ہیں، کیا یہ کلمہ سنت رسول سے ماخوذ ہے۔ اگر آپ یہ استناد نہیں کر سکتے تو یہ دین میں واضح بدعت ہے اور اسکا کوئی جواز نہیں۔

شرک وبدعت سے لاپروائی

شرک یعنی ضد ونقیض توحید،شرک کی سرحد شروع ہونے کے ساتھ ہی اہل توحید کیلئے کسی قسم کی مصالحت ومسالمت کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔یہاں اہل توحید کو کہنا پڑتا ہے 'تمہارا دین تمہارے لئے میرا دین میرے لئے' تمہارا عمل تمہارے لئے ہمارا عمل ہمارے لئے ،انبیاء کرام اور کتب آسمانی اور خاص طور پر قرآن کی دعوت کا محور اثبات توحید اور نفی شرک پر قائم ہے۔یہیں سے دین کا ستون بلند ہوتا ہے یہی وجہ ہے قرآن کریم میں اثبات توحید کے بعد نفی شرک کیلئے اس کے علاوہ کوئی خالق نہیں'اس جیسا کوئی نہیں'اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں جیسی عبارات استعمال کی گئی ہیں:

۱ اسکے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے:انعام۱۰۲،رعد۱۶،فاطر۳،غافر۶۲،حشر۲۴۔

۲۔ ﴿لیس کمثلہ شیء﴾ شوریٰ ۱۱

۳۔ ﴿من الہٍ غیرہ۔مالکم من الہٍ غیر اللہ﴾ انعام۴۰، ۴۶،طور۳۵، ۴۳،اعراف ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵، ھود ۵۰، ۶۱، ۸۴،مومنون ۲۳، ۳۲،قصص ۳۸

۴۔ ﴿بغیر اللہ۔من دون اللہ﴾ ۹۲ سے زائد بار تکرار ہوا ہے۔

﴿الیس اللہ بکافٍ عبدہ﴾ ''کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟''(زمر/۳۶)

﴿قال اغیر اللہ ابغیکم الٰھاوھو فضلکم علی العٰلمین﴾ ''موسیٰ نے کہا: کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے''(اعراف/۱۴۰) شوریٰ/۱۱،بقرہ/۱۷۳،مائدہ/۳،انعام/۱۴۵،نحل/۱۱۵،انعام ۴۰، ۴۶، ۱۶۴،طور/۴۳۔

وہ شرک جو اسلام کے مقابل ہے ،اسے یہاں کے شیعیان علیؑ ضد اسلام قرار دینا تو درکنار کراہت گردانے کیلئے بھی تیار نہیں ،اس کلمہ کے استعمال پر انکے ہاں پابندی عائد ہے۔جس

طرح آج عالمی اتحادی مسلمانوں کو کبھی دہشت گرد اور کبھی انتہا پسندی کے خاتمے کے نام سے مسلمانوں کے اندر نفوذ کر رہا ہے، کبھی یہ اصلاح پسندی اپنانے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اس اصلاح پسندی سے انکی مراد قرآن وسنت سے دستبردار ہونا ہے۔اسی طرح یہ گروہ دوسری زبان میں شرک کو ایک مذموم و ناپسند کلمہ قرار دے کر ہمارے اندر سے توحید کے تمام مراحل کا خاتمہ کر رہا ہے اپنے اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہچانے کیلئے یہ گروہ ان کلمات اور اصطلاحات کو استعمال کرتا ہے۔

☆ یہ وہابیوں کی باتیں ہیں۔

☆ شرک اتنا آسان نہیں ہے۔

☆ بدعت کوئی بری چیز نہیں جسے شریعت میں منع کیا ہو یہ وہابیوں کی خودساختہ شریعت ہے گویا یہ بدعت کے خلاف بات کرنے کو دین میں بدعت گردانتے ہیں۔

☆ وسیلہ میں کیا حرج ہے۔ہم خدا سے براہ راست سوال نہیں کر سکتے ہمارے اور خدا کے درمیان واسطہ آئمہ ہیں۔

☆ یہ ذوات مظہر اسماء وصفات اللہ ہیں خدا نے تخلیق وارزاق ان کے سپرد کی ہے۔

☆ یہ ان کی ایک نیند کے عوض ہے جو شب ہجرت میں بستر رسول پر سوئے تھے۔

☆ خدا نے آسمان وزمین کی تخلیق کے بعد باقی چیزیں آئمہ کے سپرد کی ہیں۔

☆ فلاں آیت اللہ نے ایسے فرمایا ہے۔

☆ فلاں حدیث میں آیا ہے بندہ میری عبادت کرے تو میں اسے اپنے جیسا بنالیتا ہوں۔

آئمہؑ کے بارے میں ان تمام تصورات وعقائد خودساختہ کے بعد اب قارئین بتائیں نعوذ باللہ خدا کا کیا تصور بنتا ہے اس کے پاس کیا رہتا ہے۔

شیعیانِ حیدر کرار کے پاس فروعِ دین میں صرف عزاداری ہے

انکے نزدیک فروعِ دین میں سے نماز، روزہ، حج وزکوۃ کی جگہ صرف عزاداری ہے۔اس کیلئے ہر چیز کو قربان کیا جاسکتا ہے اس کے فروغ کیلئے وہ ہر قسم کے جھوٹ کھسوٹ' کافرین و مشرکین' ظالمین سے تعاون کو عین مذہب گردانتے ہیں۔یہ عزاداری بذاتِ خود خرافات وتوہمات کے اعلیٰ مصداق پر قائم ہے۔انکی عزاداری اپنے ہدف اور کم وکیفیت میں عزاداری شیعہ اثنا عشری کے تصورات سے بالکل مختلف ہے ان کی عزاداری کو ہم بحث عزاداری میں بیان کریں گے۔

شیعیانِ حیدر کرار کی تیسری پہچان ظالمانہ رویہ ہے

عقل، قرآن، سنت وسیرتِ آئمہ معصومین علیہم السلام سے ہٹ کے دنیا کے باطل ادیان ومذاہب سے بنے ہوئے کھچڑی نما اس مذہب کی نمایاں پہچان ظلم ہے۔یہ ظالمانہ رویہ اپنانے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ان کے مظالم سے کوئی محفوظ نہیں۔لہٰذا ہم ان کے مظالم کو قارئینِ کرام کی عدالت میں پیش کرتے ہیں تاکہ وہ قاضی ومنصف بنتے ہوئے اپنا فیصلہ صادر کریں۔پہلے ظلم کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

ظلم قرآن وسنت اور لغت میں:

ظلم: کم کرنا یا کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا یا حد سے تجاوز کرنے کے معنوں میں آیا ہے، قرآنِ کریم میں محرماتِ خدا کا ارتکاب کرنے والوں کو ظالمین کہا ہے:

﴿ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين﴾ ''اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے'' (بقرہ/۳۵)

﴿ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين﴾ ''اس درخت کے نزدیک نہ جانا ورنہ آپ دونوں ظالموں میں سے ہو جائیں گے'' (اعراف/۱۹)

فرعون اور اس کے ساتھی ظالم ہے:

﴿واغرقنا آل فرعون و کل کانوا ظلمین﴾ ''اور فرعونیوں کو غرق کر دیا کیونکہ وہ سب ظالم تھے'' (انفال/۵۴)

مسجدوں میں جانے سے روکنا ظلم ہے:

﴿ومن اظلم ممن منع مسجد الله ایذ کر فیها اسمه﴾ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکے'' (بقرہ/۱۱۴)

خدا کی طرف جھوٹی نسبت دینا' آیات الٰہی کو جھٹلانا ظلم ہے:

﴿ومن اظلم ممن افترٰی علی الله کذبًا او کذب بایٰته﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا اسکی آیات کو جھٹلائے؟'' (انعام/۲۱)

بت پرستی ظلم ہے:

﴿ولقد جآئکم موسٰی بالبینٰت ثم اتخذتم العجل من بعده وانتم ظٰلمون﴾ ''اور بتحقیق موسٰی تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آئے پھر تم نے اسکے بعد گوسالہ کو اختیار کیا اور تم لوگ ظالم تھے'' (بقرہ/۹۲)

حدود الٰہی سے تعدی ظلم ہے:

﴿ومن یتعد حدود الله فاولٰئك هم الظٰلمون﴾ ''جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کرتے ہیں پس وہی ظالم ہیں'' (بقرہ/۲۲۹)

کافرین ظالمین ہے:

﴿والکٰفرون هم الظٰلمون﴾ ''اور ظالم وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا'' (بقرہ/۲۵۴)

حکم خدا نافذ نہ ہونے دینا ظلم ہے:

﴿ومن لم یحکم بماانزل الله فاولٓئك هم الظلمون﴾ ''اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں پس وہ ظالم ہیں'' (مائدہ/۴۵)

کافرین سے دوستی ظلم ہے:

﴿یایها الذین امنوا لاتتخذوا ابآئكم واخوانكم اولیآء ان استحبوا الكفر علی الایمان ومن یتولهم منكم فاولٓئك هم الظلمون﴾ ''اے ایمان والو! تمہارے آباء اور تمہارے بھائی اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو انھیں اپنا ولی نہ بناؤ اور یاد رکھو کہ تم میں سے جو لوگ انھیں ولی بنائیں گے وہ ظلم کے ارتکاب کرنے والے ہونگے'' (توبہ/۲۳) (ممتحنہ/۹)

راہِ خدا میں ہجرت نہ کرنا ظلم ہے:

﴿الذین تتوفهم الملٓئكة ظالمی انفسهم﴾ ''فرشتے جن کی روحیں اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہوں'' (نحل/۲۸)

شرک ظلم ہے:

﴿ان الشرك لظلم عظیم﴾ ''یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے'' (لقمان/۱۳)

ظلم کی تین قسمیں نہج البلاغہ:

﴿الاوان الظلم ثلاثه :فظلم لایغفر،وظلم لایترك،وظلم مغفورلایطلب۔فاماالظلم الذی لایغفرفالشرك بالله،قال الله تعالیٰ:﴿ان الله لایغفران یشرك به﴾واماالظلم الذی یغفرفظلم العبدنفسه عندبعض الهنات۔واماالظلم الذی لایترك فظلم العبادبعضهم بعضًا۔القصاص هنالك شدید،لیس هوجرحًابالمدی ولاضربًابالسیاط،ولكنه مایستصغرذلك

معه۔فایاکم والتلون فی دین الله،فان جماعة فیماتکرھون من الحق ،خیرمن فرقۃٍفیماتحبون من الباطل۔وان الله سبحانه لم یغط احداًبفرقۃٍ خیراًممن مضیٰ ،ولاممن بقی﴾ ’’یادرکھوظلم کی تین قسمیں ہیں وہ ظلم جسکی بخشش نہیں ہےاور وہ ظلم جسے چھوڑانہیں جاسکتاہےاوروہ ظلم جس کی بخشش ہوجاتی ہےاوراسکا مطالبہ نہیں ہوتاہے۔

وہ ظلم جسکی بخشش نہیں،وہ اللہ کا شریک قراردیناہے،پروردگارنے خوداعلان کیا ہے اس کا شریک قراردینے والے کی مغفرت نہیں ہوسکتی ہےاوروہ ظلم جوانسان بھول کر اپنے نفس پر کر بیٹھتا ہے وہ قابل بخشش ہے۔وہ ظلم جسے چھوڑانہیں جاسکتا ہے وہ بندوں کاایک دوسرے پرظلم ہے کہ یہاں قصاص بہت سخت ہے۔امیر المومنین فرماتے ہیں خبردار دین خدامیں رنگ بدلنے کی روش اختیارمت کروجس حق کوتم ناپسند کرتے ہواس پرمتحدرہنااس باطل پرچل کرمنتشر ہوجانے سے بہتر ہے جسے تم پسند کرتے ہو۔پروردگارنے افتراق وانتشارمیں کسی کوکوئی خیرنہیں دیانہ ان لوگوں میں جوچلے گئےاورنہ ان میں جوباقی رہ گئے ہیں‘‘ (خطبہ ۱۷۶،ترجمہ جوادی،ص ۳۳۷)

افکارونظریات پرظلم

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہرانسان کے عمل وکردار کا سرچشمہ اسکے عقائد ہی ہے۔اور عقائد کا ماخذ وہ افکارونظریات ہیں جواس کے اندرمحزون ہیں۔حدیث ثقلین کی روسے ایک انسان مسلمان کا مصدروماخذقرآن وسنت پیغمبرہی ہیں۔کسی قوم کوانحرافات کی راہ پرلگانے والے اپنے آقاشیطان کی پیروی کرتے ہوئے انسان پرچاروں اطراف سے حملہ آورہوتے ہیں کچھ عقائدکی طرف سے حملہ کرتے ہیں،کچھ عمل کی طرف سےاورکچھ افکارونظریات کی طرف سے حملہ آورہوتے ہیں اوراس گراں قدرانسانی زندگی کومحصورکرتے ہیں۔بدقسمتی سے شیعہ قوم پربھی کچھ

ایسے ہی حالات گذرے ہیں۔ یہاں ہم دیگر نکات پر بات نہیں کریں گے بلکہ تنہا اس دروازے کا ذکر کریں گے جس کی آڑ میں حملہ کیا گیا۔ وہ دروازہ افکار و نظریات کا تھا جس رخ سے دشمنان شیعہ حملہ آور ہوئے اور شیعہ جنکے افکار و نظریات کا مصدر ماخذ قرآن و سنت تھا اسے چھوڑ کر خود ساختہ افکار کو فکر شیعہ کے طور پر متعارف کروایا اسکی کئی مثالیں موجود ہیں۔

نور یعنی کالی دھند

جن ذوات کو خداوند متعال نے انسانوں کو ظلمت اور تاریکیوں سے نجات دلانے کے لیے منتخب کیا تھا انہی کو ظلمت قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا نور کے نام سے ظلمت پھیلانے کو مناقب میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ ہم پہلے مرحلہ میں دیکھتے ہیں نور کسے کہتے ہیں، نور کے بارے میں قاموس قرآن میں نقل کرتے ہیں، نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو خلاف ظلمت ہے۔ راغب لکھتے ہیں نور وہ پھیلنے والی روشنی ہے جس کے ذریعے حقائق کو دیکھنے میں مدد ملتی ہے جو چیزوں کو آشکار کرتی ہے، نور خود ظاہر و روشن ہے اور دوسرے کو ظاہر و روشن کرتا ہے۔ نور کی تعریف کے بعد ضروری ہے ہم نور کی اقسام کو بھی بیان کریں۔

۱۔ نور مادی:

جو ظلمت مادی کے مقابل میں ہے، نور مادی اجزاء مادے میں حرکت کی تیزی سے پیدا ہوتا ہے۔ نور مادی کی دو قسام ہیں۔

۱۔ ایک نور جو ذاتی ہے نور اس کے اندر سے نکلتا ہے۔ جیسا کہ سورج اور ستاروں کا نور۔

۲۔ نور مادی کسبی ہے جیسے چاند کا سورج سے نور حاصل کرنا ہے۔

اس کائنات میں سب سے زیادہ نورانیت اور حرارت سورج کو حاصل ہے جو ہماری زمین تک ۸ منٹ ۱۳ سیکنڈ تک پہنچتی ہے۔

۲۔ نور معنوی:

۱۔ نور معنوی کے حوالے سے پہلا نور، نور ایمان ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۷ میں آیا ہے:

﴿اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور﴾ ''اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے''

۲۔ نور ہدایت: یعنی نور قرآن ہے، قرآن نور علم و معرفت ہے:

﴿یایھا الناس قد جآئکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینًا﴾ ''لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا ہے'' (نساء/۱۷۴)

۳۔ تورات نور ہے:

﴿انا انزلنا التورٰة فیھا ھدًی و نور﴾ ''ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا'' (مائدہ/۴۴)

۴۔ نور ایمان:

﴿افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نورٍ من ربہ﴾ ''کیا وہ شخص جسکا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہو اور جسے اپنے رب کی طرف سے روشنی ملی ہو''
(زمر/۲۲)

۵۔ پیغمبر نور ہے:

﴿یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ﴾ ''یہ لوگ اپنی پھونکوں سے نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے علاوہ کوئی بات نہیں مانتا'' (توبہ۳۲)

۶۔ نور معنوی کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ وہ نور جو ذاتی ہے، وہ نور اللہ کی ذات ہے۔ تمام کائنات کا نور اسی کا مرہون منت ہے جیسا قرآن میں بیان ہوا وہ زمین و آسمان کو نور ہے۔

۲۔ انبیاء ہیں جو ذات باری تعالیٰ سے نور لیتے ہیں۔ جن ذوات کو خدا نے اپنے نور سے نوازہ ہے۔ تا کہ جہاں تاریکی ہو وہاں یہ اپنے نور سے روشنی پھیلائیں۔ جیسے نور کی تعریف میں پہلے بیان ہوا، نور بذات خود ظاہر ہے اور دوسروں کو ظاہر کرتا ہے، لیکن اسکے برعکس دوست نما دشمنوں نے اہل بیت کو ایسا نور قرار دیا ہے جو نا قابل فہم ہے، یہ کہتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آسکتے، گویا انکے نزدیک جہاں نور ہوگا وہاں ظلمت اور تاریکی ہوگی۔

انکار بشریت انبیاءؑ

تاریخ بشریت میں انبیاء کو جھٹلانے والوں نے ہمیشہ انھیں یہ کہہ کر جھٹلایا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو۔ لیکن یہاں انبیاء کو جھٹلانے کیلئے اسکے برعکس اس فکر پر عمل پیرا ہیں کہ انبیاء بشر نہیں۔ یہ انکار نبوت کی دوسری شکل ہے۔ ان دونوں گروہوں کا مقصد و ہدف ایک ہی ہے جبکہ خدا نے اپنے انبیاء کی تعریف میں یوں فرمایا ہے:

ا۔ ہم نے ہر نبی کو اسکی قوم سے ہی مبعوث کیا:

﴿لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم﴾ ''ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ انکے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا'' (آلعمران/۱۶۴) ﴿ویوم نبعث فی کل امۃٍ شھیدًا علیھم من انفسھم﴾ ''اور (انھیں اس دن سے آگاہ کیجئے) جس روز ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ خود انھیں میں سے اٹھائیں گے'' (نحل/۸۹)

۲۔ہم نے فلاں قوم کی طرف انکے بھائی کو بھیجا:

﴿والیٰ عادٍ اخاھم ھودًا﴾ ''اور قوم عاد کی طرف ہم نے انہی کی برادری کے ایک فرد ہود کو بھیجا'' (اعراف/۶۵) ﴿والیٰ ثمود اخاھم صٰلحًا﴾ ''اور قوم ثمود کی طرف ہم نے انہی کی برادری کے ایک فرد صالح کو بھیجا'' (اعراف/۷۳) اعراف/۸۵، ہود ۵۰، ۶۱، ۸۴، نمل ۴۵، عنکبوت ۳۶، شعراء ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۴۲، ۱۶۱۔

۳۔ہم ملائکہ بھی بھیجتے تو وہ بھی بشر کی شکل میں ہی ہوتے:

﴿ولو جعلنٰه ملکًا لجعلنٰه رجلًا﴾ ''اور اگر ہم اسے فرشتہ قرار دیتے بھی تو مردانہ شکل میں قرار دیتے'' (انعام/۹) انبیاء ۸

۴۔انبیاء نے کہا کیا ہم تم جیسے بشر نہیں ہیں:

﴿قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا: بے شک ہم تم جیسے بشر ہیں'' (ابراہیم/۱۱) ﴿قل انما انا بشر مثلکم﴾ ''کہہ دیجئے: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں'' (کہف/۱۱۰) فصلت ۶

۵۔خدا بشر ہی کو وحی دیتا ہے:

﴿وما کان لبشرٍ ان یکلمه الله الا وحیًا﴾ ''اور کسی بشر میں یہ صلاحیت نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے ماسوائے وحی کے'' (شوریٰ/۵۱) آل عمران ۷۹

گذشتہ اقوام کہتی تھیں کہ انبیاء بشر ہیں، خداوند متعال فرماتے ہیں انبیاء بشر ہیں، خود انبیاء فرماتے ہیں ہم بشر ہیں، لیکن اس کے باوجود اب لوگوں کا یہ کہنا کہ انبیاء بشر نہیں باعث تعجب و حیرت ہے اس منطق کی انکے پاس کوئی دلیل بھی نہیں سوائے تشدد اور سب و شتم کے۔ چنانچہ یہ ایک بڑا ظلم ہے باب نبوت میں۔

انکار اُمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خداوند متعال نے ہر نبی کو ''اُمی'' مبعوث کیا۔ کسی نبی نے کسی غیر نبی کے سامنے زانو تلمذ نہیں کیا لہٰذا نبی کے ''اُمی'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کا بطور مستقیم خدا سے ربط ہے۔ ہمارے نبی کی شان میں خداوند متعال نے کئی بار فرمایا آپ ''نبی اُمی'' ہیں۔ حتیٰ جس قوم کی طرف آپ مبعوث ہوئے اسے بھی اُمی کہا ہے۔ ایک آیت میں فرمایا آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے، آپ قلم نہیں اٹھا سکتے تھے، یہ سب اس لئے تھا کہ آپ کی نبوت کے مخالفین کے پاس کوئی اعتراض نہ آسکے۔ جسے وہ جواز بنا کر آپکی نبوت کی مخالفت کرسکیں کہ آپ نے فلاں سے سیکھا ہے۔ اس وقت کے یہود و نصاری اور آج کل کے مستشرقین کی یہ کوشش ہے کہ نبی نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ مسیحیوں، یہودیوں اور تورات سے ماخوذ افکار کو اپنے افکار کے ساتھ مخلوط کر کے اخذ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے برے عزائم کی تکمیل کی خاطر نبی اکرم کو پڑھا لکھا ثابت کرنے کی بے انتہا کوشش کی ہے۔ کیونکہ واضح ہے اگر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو پھر آسانی سے قرآن کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارے لوگوں نے یہود و نصاری اور مستشرقین کو روکنے کی بجائے انکے لئے جگہ بنائی اور تشدد اور انتہا پسندی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی اُمی نہیں تھے۔

ظلم بر امامت

ہم تاریخ اسلام میں امامت وخلافت پر ہونے والے مظالم کی داستان مراحل ومراتب' درجات قبیح واقبح 'بد و بدتر کی صورت میں پیش کررہے ہیں۔ تاکہ قارئین ان مصادر کا جائزہ لینے کے بعد از خود شناخت کرسکیں کہ امامت پر ظلم کرنے والے کون ہیں' کس نے زیادہ ظلم کیا' کس نے ظلم کا آغاز کیا اور کس نے اسے انجام تک پہنچایا:

۱۔ پہلے مرحلہ میں امامت وخلافت کو اپنے گھر اور اہل وصلاحیت کے حامل انسان سے چھین کر غیر اہل تک پہنچانا ہے، چنانچہ نہج البلاغہ میں اس کی طرف چندین بار ذکر ہوا ہے۔ یہاں امامت وخلافت کو اپنے گھر اور اہل سے نکالنے کا کردار ادا کرنے والے اکابر اور مہاجرینِ قریش ہیں، لیکن امیر المومنین علیؑ کے فرمان کے مطابق اسلام کی بقا کی خاطر آپؑ نے ان سے مصالحت وتعاون کا ہاتھ بڑھایا اور اپنے قریبی اصحاب کو ان کی حکومت میں شامل ہونے پر راضی کیا۔

۲۔ ظلم برشخصِ امام: یہ ظلم بنی اُمیہ نے روا رکھا، چالیس سال جمعہ وجماعت کے منابرِ اسلام سے علیؑ کو لعن، سبّ وشتم کا نشانہ بنایا، لیکن حیرت ہے بنی امیہ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے آج شیعہ بغیر کسی سندِ آیۂ قرآن، فرمان اور سیرتِ آئمہ کے منبرِ حسینی کو سبِّ خلفا کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ جو کہ آئمہ طاہرینؑ کی سیرت کے سراسر خلاف ہے۔

۳۔ ظلمِ استعمار: جس خلافت کے احترام میں فقہا ومراجعِ شیعہ نے اسکے تحفظ کو واجب ہونے کا فتویٰ دیا اور صفِ اول میں اس کے دشمن سے لڑنے کیلئے مجاہد بنے، اس خلافت کو ہمیشہ کیلئے اتاترک پروردۂ انگریز نے صفحۂ ہستی سے مٹایا۔

۴۔ غالی اور نصیری نے شیعوں کے نام پر وہ افکار ونظریات "جنکی بنا پر ہمارے آئمہ طاہرینؑ منصبِ امامت کیلئے مستحق بنتے تھے" کو طاقِ نسیان میں رکھ کر انکی شان میں ایسے بے ہودہ، قرآن وسنت اور انکی سیرتِ پاک سے متصادم صفات کا ڈنڈھورا رچایا، آئمہ کی شخصیت اور تصورِ امامت کو غیر معقول اور افسانہ تاریخ بناکر پیش کیا۔ بدقسمتی سے آج منابر اور مقدراتِ شیعہ انہی لوگوں کے قبضہ میں ہیں۔

ظلم برائمہ معصومینؑ

آئمہ طاہرینؑ اپنے ماننے والوں کو ہر چیز سے نوازتے ہیں: آیات قرآنی، پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی سیرت قولی وفعلی اور علمائے بزرگ، مدافعان ملت تشیع نے اپنے قلم و بیان سے جو چیز فضیلت آئمہ طاہرینؑ کیلئے ثابت کی ہیں۔ وہ ان ذوات کا پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے برحق جانشین ہونا ہے قرآن وسنت رسول کے حقیقی محافظ ومفسر یہ ذوات ہیں انھیں کو تمام دینی وشرعی مسائل کے حل وفصل کی ولایت حاصل ہے جسے ولایت تشریعی کہا جاتا ہے۔ کس شخص کو اس کے جائز یا شرعی مقام سے الگ کرنا، کسی نااہل کو اہل وصلاحیت کے حامل فرد پر برتری دینا ظلم ہے، ظلم کی اس تعریف کے مطابق پوری تاریخ اسلامی میں ابتدائی دور سے لے کر عصر حاضر تک ائمہ معصومینؑ پر روا رکھے جانے والے مظالم کی داستانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو تمام مظالم کی برگشت اسی تعریف کی طرف ہوتی ہے۔ہم یہاں ائمہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی ایک فہرست قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ کثیر روایات کے تحت پیغمبر اکرمؐ سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد دین وشریعت کی محافظت تفسیر وتشریح کی ذمہ داری ادا کرنے کیلئے امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور آپ کے بعد آنے والے دیگر ائمہ کا نام لے کر نامزد کیا گیا، لیکن انھیں ان کے مقام ومنصب سے ہٹایا گیا۔ یہ وہ پہلا ظلم ہے جو اہلبیت پر کیا گیا۔

۲۔ ہر زمانے میں امام کو اس کے جائز مقام ومنصب سے دور کیا گیا۔لیکن اس امام کی مظلومیت بیان کرنے والوں نے ظالم سے نفرت کرنے کی بجائے، مظلوم وظالم کا مصداق صرف امیر المومنین اور خلفاء کو ہی ٹھرایا ہے، یہ فکر بھی ایک ظلم ہے، کیونکہ جس مظلوم کا ذکر نہ وہ اپنے دور کا بڑا مظلوم ہے۔یعنی ایک امام کی مظلومیت کا ذکر کرنا اور دوسرے کی مظلومیت کو نظر انداز کرنا اس امام کے حق میں ظلم ہے۔

۳۔ قرآن اور رسول اکرمؐ کی طرف سے جو فضائل و مناقب آئمہ کی شان میں بیان ہوئے، جنکی وجہ سے وہ لائق و سزاوار خلافت بنے، انھیں پس پشت ڈال کران کے لئے ایسی فضیلت بیان کرنا جس کا ان سے کوئی ربط نہیں، ایک سازش اور ظلم ہے، جو آئمہؑ کو ان کے مقام و منصب سے دور رکھنے کا ایک سبب ہے۔ جس طرح ایک میڈیکل کالج کے پرنسپل کے عہدہ کیلئے ایک اعلی میڈیکل کے شعبہ کا فرد درخواست دے اور تعارف کے وقت خود کو ایک اعلی قانون دان اور انجینیر کے طور پر متعارف کروائے، تو یقیناً اس تعارف کی بنیاد پر اسے یہ عہدہ نہیں ملے گا۔ یہ ایک ظلم ہے جو اس نے خود اپنے ساتھ روا رکھا یا اس کا تعارف کروانے والوں نے اس کے ساتھ یہ ظلم کیا کیونکہ جس سند و تعارف سے اسکو عہدہ ملنا تھا اسے تو اس نے چھپایا اور غیر حقیقی سند و تعارف کو پیش کیا۔

اسی طرح آئمہ طاہرینؑ کے فضائل و مناقب میں بیان ہوا ہے، وہ قانون شریعت اور زندگی گذارنے کے نظام سے آشنا تھے۔ جبکہ اسے پس پشت ڈال کر انھیں دنیا بنانے، موت و حیات دینے، رزق تقسیم کرنے اور اس جیسے دیگر فضائل سے متعارف کروایا گیا۔ جو قانون شریعت سے متصادم و متعارض ہے، یہ ایک ظلم ہے۔ ان صفات کو اٹھانے والے حقیقت میں آئمہ طاہرینؑ کے ہمدرد اور ان سے محبت کرنے والے نہیں بلکہ یہ وہ منافقین ہیں جنہوں نے سازش کے ذریعے آئمہ کو انکے مقام سے دور رکھنے کیلئے ایسے فضائل بنائے ہیں

۴۔ آئمہ طاہرینؑ دین اسلام کے محافظ و مفسر اور مروج ہیں، اسلام چونکہ تمام کرہ ارضی کیلئے ہے۔ لہٰذا ان کے منصب و مقام کے لائق و سزاوار ہونے کے فضائل و مناقب کو تمام انسانوں تک پہچانے کے راستے میں اگر رکاوٹیں کھڑی کریں گے۔ تو یہ ظلم ہوگا۔ چنانچہ فضائل و مناقب اہل بیت کی مجالس میں خلفاء پر سب و شتم اور لعنت کرنے کی وجہ سے دوسرے مسالک کے افراد جو مجالس میں شرکت کرتے ہیں انھیں شرمندہ کرنا، انھیں وہاں

سے دور کرنا درحقیقت آئمہ طاہرینؑ کو کنارے لگانے اور انکی حقانیت کی آواز کو دبانے کی ایک سازش ہے، جو ایک ظلم ہے۔

فی زمانہ بہت سے اہل تشیع خاص کر ہمارے خطے کے بعض غلو پسند اور نصیریت کے مروجین شیعیان حیدر کرار نے اس ولایت کو طاق نسیان میں رکھا ہے، اس مسئلہ کو لوگوں کے ذہنوں سے محو کیا ہے اور صرف ایک ولایت کی پرچار کی مہم شروع کر رکھی ہے کہ جسکے آئمہؑ کو حاصل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بزرگ علمائے اعتقاد فی الجملہ اختلاف نظر رکھتے ہیں، اسی طرح ولایتِ تکوینی کی جن حدود کے یہ افراد قائل ہیں وہ ہر لحاظ سے آئمہؑ کے قول وفعل اور مقام ومنصب سے متصادم ومتعارض ہے:

۱۔ سورۂ اعراف آیت ۱۸۸ اور سورۂ اسراء آیت ۸۹ تا ۹۳ میں پیغمبر اکرمؐ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے کہ جو مادی حوائج تم ہم سے طلب کرتے ہو وہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں:

﴿قل لآ املك لنفسی نفعاً وّلا ضرّاً الا ماشآالله ولو کنت اعلم الغیب لاسکثرت من الخیر وما مسّنی السّوٓء ان انا الّا نذیر وّ بشیر لّقوم یومنون﴾ ”اے نبیؐ، ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوش خبری دینے سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں“

﴿وقالوا لن نّؤمن لك حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعاً۔ او تکون لك جنّةٌ مّن نّخیلٍ وّعنبٍ فتفجّر الانهر خلٰلها تفجیرًا۔ او تسقط السّمآء کما زعمت علینا کسفًا او تاتی باللّٰه والملئکة قبیلًا۔ او یکون لك بیتٌ مّن زخرفٍ او ترقٰی فی

السّمآء ولن نؤمن لرقيك حتّٰى تنزّل علينا كتبًا نّقرؤه قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشرًا رّسولًا﴾ ''اور انہوں نے کہا'' ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لئے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رُو برو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں، اے نبیؐ، ان سے کہو'' پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں''؟

۲۔ آئمہؑ اگر کسی کو دنیا کے مال و دولت سے نوازتے تھے تو یہ نہ تو انکی فضیلت ہے اور نہ انکے ماننے والوں کی، کیونکہ دنیا بذات خود کوئی فضیلت نہیں رکھتی، چنانچہ خداوند متعال قرآن میں فرماتے ہیں اگر ہم چاہیں تو کافرین کو سونے، چاندی کے قصر و قصور بنا کر دے دیں کیونکہ کافرین کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔

۳۔ آئمہ طاہرینؑ کی محبت و ولایت میں اعلیٰ درجہ پر فائز اصحاب جن میں ایک حضرت ابوذر غفاریؓ ہیں جو بیابان ربذہ میں غذاء کی جگہ گھاس کھاتے ہوئے دنیا سے گذر گئے، امیر المومنینؑ اور حضرات حسنینؑ نے انھیں الوداع کے موقع پر اس فکر و پریشانی اور فاقہ پر صبر کرنے کی تلقین کی۔

۴۔ نہج البلاغہ میں مولا امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: اگر کوئی ہم سے محبت کرنا چاہتا ہے تو وہ فکر و پریشانی اور فاقہ کیلئے خود کو آمادہ کرے۔

۵۔ اگر یہ بات صحیح ہو کہ اہلبیتؑ کے ماننے والے جو چاہیں مانگیں وہ انہیں دیتے ہیں تو کیوں اس

وقت دنیا کے کافرین ومشرکین اور خود مسلمانوں کے دوسرے فرقے نعمتوں میں مستغرق ہیں اور شیعہ ذلت اور پستی کی زندگی گذار رہے ہیں اور کوئی انکا پرسان حال نہیں ہے۔

۶۔ آئمہؑ کو اپنے ادوار میں لوگوں کی عدم دستیابی کی وجہ یہ ہی تھی کہ آپ حضرات انکی دنیاوی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ کئی لوگ مولا علیؑ سے فرار کر کے معاویہ کے پاس چلے گئے۔

۷۔ کربلا میں امام حسینؑ کے مقابل آنے والے امامؑ کی معرفت رکھتے تھے۔ لیکن یہ دنیا ہی تھی جس نے انھیں امامؑ کے خلاف لا کھڑا کیا کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو انکی دنیا خطرے میں پڑ جاتی۔ اسکے علاوہ اگر آپ تاریخ پر نظر دوڑائیں اور موازنہ کریں تو عیاں ہوگا دنیائے استعمار کے حامی افراد دولت سے مالا مال رہے ہیں یا مولا امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہؑ کے حامی افراد؟

۸۔ بہت سے شیعہ حضرات نے اس بارگاہ مقدس کی زیارت کی ہے جہاں مولا امیر المومنینؑ کی قبر مطہر موجود ہے۔ اسکے قرب و جوار میں رہنے والے سینکڑوں مرد و خواتین مظلومیت اور محرومیت کی زندگی پر آنسو بہا رہے ہیں اور آنے والے زوّار سے دستِ گدائی دراز کرتے ہیں کیا مولاؑ کو یہی منظور ہے کہ انکے قرب و جوار میں رہنے والے تو فقر و فاقہ اور ذلت کی زندگی گذاریں اور یہاں سے جانے والے زوّار دولت مند بن کر آئیں۔

۹۔ نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ کے کتنے ہی کلماتِ موجود ہیں، جس میں آپؑ نے دنیا کی قیمت کی مذمت کی ہے کبھی اسے بکری کی چھینک کہا ہے، کبھی اسے جوتے کا تسمہ اور کبھی اس سے بھی حقیر چیز سے تشبیہ دی ہے۔ تو کیا ایسی چیز جسکی مولاؑ کے پاس کوئی ارزش و قیمت نہ ہو اسے لوگوں کو دینا کوئی فضیلت ہے؟ مومنین کرام اسکے علاوہ سینکڑوں دلائل موجود ہیں جو آئمہؑ کے دنیا میں تصرف کرنے یا دنیا کو اہمیت دینے کے خلاف ہیں۔ لہٰذا جس چیز کو ان

ذوات نے اہمیت ہی نہیں دی اسے' انکی بنیادی فضیلت بنا کر پیش کرنا درحقیقت انکی فضیلت کو گھٹانا ہے اور یہ نصیّریوں اور مرزائیوں وغیرہ کی ایک سازش ہے۔

من گھڑت فضائل اہل بیتؑ

یہ عمل قرآن وسنت اور اور سیرت معصومینؑ کے سراسر منافی ہے، اس عمل سے انھوں نے نہ صرف آئمہ بلکہ پوری ملت اسلامی کو نقصان پہنچایا، شیعہ مذہب کو مسخ کیا اور شیعوں کی عزت و آبرو کو خطرے میں ڈالا ہے۔

فلاسفہ یونان کے نظریات کی تاسی کرتے ہوئے اہل بیتؑ کیلئے فضائل کو گھڑا یا انھیں خدا کے برابر یا انکا وکیل بنا کر پیش کیا گیا' انھیں کائنات کو دگرگوں کرنے والی ہستیوں کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ جبکہ ایسی صفات کا انکی امامت وخلافت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اور نہ ہی ان عقائد کو اپنانے سے خود ان لوگوں میں کوئی تبدیلی آئی ہے بلکہ یہ مزید ذلیل ہوئے ہیں۔

ان افراد نے اپنی بے لجام زبان اور طاقت اجتماعی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے فضائل جعل کیے جنھیں مخالفین کا سمجھنا تو درکنار خود انکے حامی بھی نہیں سمجھ پاتے۔ اور نہ ہی انھیں یہ کسی منصف کے سامنے پیش کر سکتے ہیں مثلاً انبیاء کا بشر نہ ہونا، خلقت عالم سے پہلے انکے وجود کا ہونا، عرش پر انکی تماثیل کا ہونا، رزق کی تقسیم کرنا وغیرہ ایسے ہی مسائل میں سے ہیں جبکہ کسی بھی مجتہد اور عالم نے اپنی کتب میں ان عقائد کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ چیزیں اپنی جگہ کوئی معنی ومفہوم نہیں رکھتیں، درحقیقت ایسے ناقابل فہم فضائل کو فروغ دینا، انبیاء اور آئمہ کے حقیقی فضائل کے خلاف ایک مذموم سازش ہے۔

لایعنی چیزوں میں آئمہ طاہرینؑ کی غیب دانی

وہ آئمہ طاہرینؑ کہ جو مخزن علم نبی، باب علم نبی ہیں ان کے بارے میں اس قسم کی غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، آئمہ لوگوں کے اندر چھپے ہوئے حقائق کو جانتے ہیں، ان سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ بعضوں نے تو کہا ہے یہ کائنات انکی تخلیق ہے یا انھوں نے تخلیق کائنات میں خدا کا ساتھ دیا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جبکہ آئمہ اپنے علم کو پیغمبر اکرمؐ کی طرف نسبت دیتے ہیں، رسول اللہ کی نبوت کی شاہد و گواہ کتاب، قرآن نے آپ کے علم کو محدود ذکر کیا ہے۔ انبیائے اولی العزم نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے اقرار کیا کہ وہ علم غیب نہیں جانتے، اور تمام علوم کو برگشت کو ذات باری تعالی کی طرف منسوب کیا ہے۔ جب تک خدا کسی نبی کو نہ بتائے وہ کچھ نہیں جان سکتا۔ یہاں تک خداوند متعال نے نبی اکرمؐ سے فرمایا آپ ان باتوں کو نہیں جانتے لیکن ہم جانتے ہیں:

﴿لا تعلمهم نحن نعلمهم﴾ ''آپ انھیں نہیں جانتے (لیکن) ہم انھیں جانتے ہیں'' (توبہ/۱۰۱)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور ہمارے ساتھ کیا ہوگا:

﴿قل ما کنت بدعًا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم﴾ ''کہہ دیجئے: میں رسولوں میں انوکھا (رسول) نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا'' (احقاف/۹)، لقمان ۳۴، شوری ۵۲، طلاق ۱۔

خداوند عالم نے نبی اکرم کو اسی علم سے مسلح کیا جس کیلئے انھیں مبعوث کیا گیا۔ وہ علم، علم شریعت ہے۔ تنہا علم شریعت میں پیغمبر اکرم سے لاعلمی کو رفع کیا گیا ہے نہ کہ دیگر علوم وفنون میں۔

ظلم بر قرآن

ان کے عقیدے میں قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال بعض علاقوں میں ہونے والی واقعات سے دی جاتی ہیں جہاں ایک دیہات کے رہنے والے ان پڑھ شخص نے شہر میں کسی خوش لحن قاری کی تلاوت قرآن کو سنا تو بازار سے ایک قرآن ہدیہ دے کر گھر لے گیا، جب اسے کھولا تو پڑھ نہیں سکا جس پر اسے غصہ آیا اور کہنے لگا مجھے دیہاتی سمجھ کر مجھ سے بات نہیں کرتا، یہ لوگ بھی ایسے ہی ہیں انکا کہنا ہے قرآن عام لوگوں سے بات نہیں کرتا، جب تک اس کے حاشیہ یا صفحات میں جعلی حدیث نہ لکھی جائیں۔لہذا اصرار کرتے ہیں، قرآن کو نہ چھوئیں، قرآن اہل بیت کے بغیر اسکی تفسیر کرنا غلط ہے، آئے دیکھتے ہیں آئمہ طاہرین سے تفسیر قرآن کے بارے میں کتنی روایات وارد ہوئی ہیں۔

محققین و ماہرین کے تحت ہمارے پاس قرآن سے متعلق روایات ایک تہائی قرآن کے برابر سے بھی کم ہے جیسا کہ مجلّہ رسالۃ القرآن ۱۴۱۳ھ شمارہ ۸ صفحہ ۹۳ جو کہ آیت اللہ عظمیٰ گلپایگانیؒ کے موسسہ دار القرآن سے شائع ہوا اس شمارے میں موسسہ باقر العلوم (جس کی سرپرستی آیت اللہ مصباح یزدی فرماتے ہیں) اس موسسہ کی طرف سے ایک مضمون تفسیر قرآن منہاج اہل بیتؑ کے عنوان سے نشر ہوا ہے۔اس میں لکھتے ہیں ہمیں قرآن پاک کی تفسیر روائی کے حوالے سے تین کتب ملتی ہیں:

۱۔تفسیر نور الثقلین ۲۔تفسیر البرہان ۳۔وسائل الشیعہ

ان تینوں میں سے جو روایات قرآن کے بارے میں آئی ہیں ان سب کا مجموعہ ۱۳۳۵۲ احادیث ہیں جبکہ قرآن کی کل آیات حسب تحقیق جناب محمد حسین قاسمی ۶۲۳۶ ہیں اس طرح تقریباً نصف سے زائد آیات قرآن تفسیر معصومینؑ سے خالی ہیں اور ان کے بارے میں کوئی روایات نہیں۔

ان کتابوں میں وارد روایات اکثر و بیشتر ایک کلمے کی تفسیر ہے اگر کلمات قرآن کے اعداد وشمار کو سامنے رکھیں تو پھر یہ روایات کئی گنا کم ہونگی، اس حوالے سے جیسا کہ محمد حسین قاسمی صاحب معمای قرآنی صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں قرآن میں کل ۷۷۰۱ے کلمات ہیں قارئین آپ بتائیں اس صورت میں کیا دو تہائی کلمات قرآن تفسیر معصومینؑ سے خالی نہیں رہیں گے؟۔

تفسیر نور الثقلین جس کے مؤلف ابوعلی بن جمعہ حویزی متوفی ۱۱۱۲ھ ہے ان کے بارے میں آیت اللہ ہادی معرفت اپنی کتاب 'تفسیر والمفسرون' کی دوسری جلد صفحہ ۳۲۷ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ہر اس روایت کو جو اہل بیتؑ کی طرف منسوب ہے یا کسی آیت سے تاویل یا تائید میں ربط دیکھا اسے جمع کیا ہے اس میں موجود روایات کی صورت کچھ یوں ہے:

الف۔ روایات کا آیت کے مفہوم سے کوئی ربط نہیں۔

ب۔ احادیث ضعیف السند یا مرسل ہیں۔

ج۔ تمام قرآنی آیات کی تفسیر نہیں ہے۔

د۔ تفسیر کرتے وقت آیت کا ذکر نہیں ہوتا۔

ہ۔ کسی روایت کی صحت وسقم کے بارے میں تبصرہ نہیں کرتے، انہوں نے اپنی اس پانچ جلدوں کی کتاب کو اس طرح جمع کیا ہے جس طرح مرحوم مجلسیؒ نے اپنی کتاب بحار الانوار میں روایتوں کو بغیر تحقیق کے جمع کیا تھا۔

ان کا یہ نعرہ انتہائی گمراہ کن نعرہ ہے

اس شعائر یا نعرے کو بلند کرنے والوں کا مقصد قرآن واہلبیت کو بلند کرنا نہیں، بلکہ اہلبیت کے ماننے والوں کو بے وقوف بنانا ہے۔ کیونکہ قرآن کی تفسیر کو اہلبیت سے منحصر کرنے کے بعد قرآن کا کوئی مقام وحیثیت نہیں رہتی۔

اہل بیتؑ کا وجود پیغمبرؐ کے فرمان سے ثابت ہے اور خود پیغمبرؐ کی نبوت قرآن سے ثابت ہے لہٰذا اگر

قرآن نہیں تو نہ نبی کا وجود ثابت ہوگا اور نہ ہی اہل بیت کا، اس کے علاوہ اگر آپ نزول قرآن کے دور کو سامنے رکھیں تو آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قرآن سب کیلئے واضح اور قابل فہم ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد ۱۳ سال مکہ اور دس سال مدینے میں گزارے۔ اس ۲۳ سالہ دور میں دین و شریعت کا دار و مدار خود پیغمبر اکرم سے وابستہ تھا اس دور میں نازل ہونے والی آیات کی تفسیر کون کرتا تھا:

﴿ان شانئك هو الابتر﴾ قرآن میں ذکر ہے پیغمبر کا دشمن ابتر ہے، اس آیت کے مصداق کے بارے میں مشرکین کیا اہل بیت سے پوچھتے تھے؟ یا از خود سمجھتے تھے؟

﴿تبت یدیٰ الی لهب﴾ کی تفسیر اہلبیت بتاتے یا ابولہب خود سمجھتا تھا: ﴿قل یا ایها لکفرون﴾ کی تفسیر مشرکین خود سمجھتے تھے یا اہلبیت سے آکر پوچھتے تھے۔

جنگ بدر میں جو آیات نازل ہوئی انکی تفسیر حضرت علیؑ فرماتے تھے یا مسلمان خود سمجھتے تھے،

تفسیر قرآن کو اہل بیت سے مختص کرنے والے یہ افراد اگلے مرحلے میں کہتے ہیں اہل بیت بھی ہماری سمجھ میں نہیں آسکتے' وہ ہماری عقل سے بہت بلند ہیں، قارئین کرام یہ افراد دوستدار اہل بیت نہیں، یہ دین سے مخلص نہیں، بلکہ یہ قرآن اور اہل بیت دونوں کے دشمن ہیں، بدقسمتی سے بعض علما و دانشور حضرات بھی اس عوامی نعرے کی زد میں ہیں۔ آپ اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''قرآن سے پوچھو'' کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ شیعیان حیدر کرار ایک طویل عرصہ سے قرآن کو کنارے پر لگانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں انھوں نے جن مراحل کے ساتھ قرآن سے دوری کی مہم چلائی، اسکی ایک اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ یہ قرآن ناقص ہے، اصل قرآن امام زمانہ کے پاس ہے، اس بات کی سند کیلئے مولانا مقبول حسین اور فرمان علی شاہ کی تفاسیر کو پیش کیا جاتا ہے۔

۲۔ قرآن کے کلمات کو انکے سیاق و سباق سے جدا کر کے پیش کرتے ہیں، کہنے کو تو کہتے ہیں یہ

کلمات قرآن ہیں لیکن استدلال تاریخ اور خودساختہ روایات سے کرتے ہیں۔

۳۔ جب ان سے قرآن سے استناد کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم قرآن سے کیوں پوچھیں۔

۴۔ قرآن ہمیں غلط ہاتھوں سے ملا ہے، اس لئے ہم اسے نہیں پڑھتے۔

۵۔ ہمیں قرآن کی تفسیر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ قرآن کی جگہ حدیث کساء اور دس بیبیوں کی کہانی کو رواج دینا اور اسکی سند کے ثبوت کیلئے قرآن و سیرت رسول سے دلائل کی بجائے دھمکی اور لڑائی کو معیار قرار دیتے ہیں

۷۔ قرآن کی تفسیر اعداد سے کرنے کو فروغ دینا۔

۸۔ یہ کہنا کہ قرآن قصائد و مداح اہل بیت ہے۔

۹۔ قرآن پڑھنے کی بجائے بائبل پڑھنے کی تشویق دلانا اور یہ کہنا ہمیں عیسائیوں کے عقائد کے بارے میں بھی آگاہ ہونا چاہئے۔

۱۰۔ یہ قرآن ہم اپنے جوان لڑکے لڑکیوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتے کیوں کہ اس میں شرم آور باتیں ہے۔

۱۱۔ ہر تفسیر قرآن کرنے والے کو تفسیر بالرائے کرنے کا الزام لگانا۔

۱۲۔ کلام خدا کی جگہ پر خودساختہ حدیث کی تلاوت: خود قرآن کریم اور متواتر احادیث میں تلاوت قرآن بقصد تبرک پڑھنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن کسی بھی روایت میں کسی واقع یا حدیث کو بقصد تبرک تلاوت کرنے کا حکم موجود نہیں اگر کسی حدیث کی تلاوت فضیلت کا حکم رکھتی تو پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ اطہارؑ کے مستند خطبات کی تلاوت کرنے کا حکم موجود ہوتا' اسکے علاوہ حدیث کتنی ہی مستند کیوں نہ ہو وہ کلام خدا کی جگہ نہیں لے سکتی کیونکہ حدیث تابع کلام خدا ہے نہ کہ کلام خدا تابع حدیث، لیکن بدقسمتی سے ہمارے اندر دشمنان نامرئی کی طرف

سے قرآن سے دور کرنے کیلئے ایک عرصہ سے ایک خودساختہ حدیث کی تلاوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

۱۳۔ متواتر خطبات رسول وذوات معصومین سے ہٹ کر ایک جعلی کہانی کو حدیث کا نام دے کر ہر موقعہ ومحل اور ہر محفل ومجلس کے افتتاح کے موقعہ پر تلاوت قرآنی کی بجائے یوں پڑھا جاتا ہے کہ جیسے یہی شیعوں کا قرآن ہو،اس طرح امت اسلامی کے سامنے شیعہ مذہب کے چہرے کو داغدار بنایا جاتا ہے۔

ظلم براُمتِ اسلام

فقہاومجتہدین ومفکرین شیعہ وسنی نے بارہااس کلمہ کو دُھرایا ہے کہ اسلام کی بنیاد دوستون پر قائم ہے۔کلمہ توحیداور توحیدامت یعنی خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی رسالت کے ساتھ وحدت امت یعنی امت کااس کلمہ کی سربلندی کی خاطر متحد ہونا۔امت کی وحدت عقل، قرآن، سنت رسول وسیرت معصومینؑ فتوائے اکابر فقہاومجتہدین سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔اتحاد مسلمین میں پہلاگروہ شیعہ اورسنی ہیں جوابتداء سے ہی وجود میں آئے۔ان کے علاوہ ان سے منحرف ہونے والے فرقے مفاد پرستوں کا ٹولا ہیں۔امت مسلمہ کے حوالے سے ان سے اتحاد کا کوئی کردار نہیں۔یہاں مسئلہ شیعہ سنی اتحاد کا ہے، یعنی ان دونوں کو کس سے اتحاد کرنا چاہئے، کس لئے اور کیسے اتحاد کرنا چاہئے۔لہذا اس حوالے سے کسی نتیجہ پر پہنچنے کیلئے قرآن وسنت اور سیرت معصومین وخلفاء راشدین کی طرف رجوع کرنا ایک ناگزیر حقیقت ہے۔اس حوالے سے تین مفروضے قائم کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ دین کے اصول وفروع کی پاسداری کو خاطر میں رکھ کر، شیعہ کو سنی سے اور سنی کو شیعہ سے ہی اتفاق واتحاد کی گنجائش ہے، اصول وفروع کی پاسداری سے ہٹ کر اتحاد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ اسلام سے باہر یہود و نصاریٰ یا ہنود کے ساتھ اتفاق، شیعہ سنی دونوں کیلئے اسلام کے دائرے سے خارج ہونے کا سبب بنے گا۔

۳۔ مذہب والوں کے مفاد کی خاطر: مذہب کو نظر انداز کر کے، مذہب والوں کے مفاد کی خاطر کسی بھی گروہ سے اتحاد کریں گے، تو یہ اتحاد دین کی سربلندی کیلئے نہیں ہوگا، اس اتحاد کو دین کے کھاتے میں ڈالنا دین سے غداری اور دھوکہ بازی کے برابر ہوگا۔

دشمنوں سے دوستی کرنا دین کی خاطر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک قسم کی مذہبی قوم پرستی ہے۔ جو مذہب کی سربلندی کیلئے نہیں ہے۔ مسلمانوں کو کس سے دوستی کرنی ہے اور کس سے دشمنی، قرآن کریم کی آیات اور سیرت رسول خدا اور آئمہ معصومینؑ میں ان کا بیان موجود ہے، ان آیات و روایات کے مطابق دوستی کے ان اصولوں پر امت اسلامی سکوت خلافت عثمانی تک پابند رہی، لیکن مسلمانوں نے اس شعائر و پہچان کو بدل کر دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو دوست قرار دیا ہے اور اسے اپنی پہچان کے طور پر متعارف کروایا، جبکہ آیات، سنتِ رسول وآئمہ اس کے مخالف ہیں:

۱۔ بعض مومن بعض مومنین کے دوست ہیں۔

۲۔ مومنین، خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے۔

۳۔ مومنین، یہود و نصاری سے دوستی نہیں کرتے۔

۴۔ ۶۰۳ میلادی سے ۶۱۹ میلادی تک ایرانی آتش پرستوں نے رومی حکومت پر غلبہ حاصل کیا روم پر ایرانی مجوس کے غلبے کو دیکھ کر مشرکین خوشی کے شادیانے بجاتے اور کہتے، ایرانی آتش پرستوں کو وحی رسالت کے ماننے والے عیسائیوں پر غلبہ حاصل ہو رہا ہے، انھیں شکست فاش ہو رہی ہے، چنانچہ خداوند متعال نے اپنے نبی پر سورۂ روم نازل فرمائی اور چند سال بعد روم کو ایرانی آتش پرستوں پر غالب آنے کی بشارت دی۔

۵۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے یکے بعد دیگر تمام خلفاء کیساتھ انکی تمام تر ناانصافیوں

کے باوجود حمایت کا مظاہرہ کیا، جسکا ثبوت آج بھی نہج البلاغہ میں موجود ہے۔

۶۔ اسلامی مملکت خاص کر شام میں روم کا سکہ چلتا تھا، بادشاہ روم نے ہشام بن عبدالملک کو یہ دھمکی دی ہم ایسا سکہ جاری کریں گے جس میں پیغمبر اکرمؐ کی توہین ہوگی، اس پر ہشام ابن عبدالملک نے اس مسئلہ سے نجات کیلئے امام باقر علیہ السلام سے مشورہ چاہا تو امامؑ نے انھیں اسلامی سکہ اجراء کرنے کا مشورہ دیا۔

شیعہ سنی اتحاد

تمام فرقہائے اسلامی میں اصول عقائد اوراحکام فرعی کے لحاظ سے اہل تشیع سے نزدیک ترین فرقہ اہل سنت والجماعت ہے، دنیائے کفر والحاد کے مقابلے میں شیعہ وسنی میں اتحاد ویک جہتی وقت کی اہم ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ عین دین ومذہب بھی ہے۔ جسکی دلیل آیات قرآنی وروایات اسلامی کے علاوہ سیرت پاک آئمہ طاہرینؑ میں بھی موجود ہے۔

شیعہ سنی اتحاد کی دعوت کے سلسلے میں ہم مندرجہ ذیل علماء وفقہائے کرام کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے کتاب ''افق گفتگو'' کی طرف رجوع کریں:

۱۔ حسین بن روح جو کہ امام زمانہ حضرت مہدیؑ کے نائب خاص سوم تھے'۲۔ شیخ کلینی'۳۔ شیخ ابو جعفر تبریزی'۴۔ آیت اللہ سید محمد حسین حسینی مزراء شیرازی'۵۔ مرزا محمد تقی شیرازی'۶۔ آیت اللہ سید محمد سعید ابن سید محمد آل حبوبی'۷۔ آیت اللہ محمد باقر مسجد شاہی'۸۔ آیت اللہ سید محسن امین'۹۔ آیت اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء'۱۰۔ آیت اللہ سید محمد علی المعروف ہبتہ الدین شہرستانی' ۱۱۔ آیت اللہ سید عبدالحسین شرف الدین'۱۲۔ آیت اللہ حاج آغا سید طباطبائی قمی'۱۳۔ آیت اللہ شہید سید محمد باقر الصدر'۱۴۔ آیت اللہ العظمیٰ سید امام خمینی'۱۵۔ آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ'۱۶۔ آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ۔

شیعیان اثنا عشری کا اہل سنت کی بجائے دوسرے روپوش فرقوں سے اتحاد کس منطق کے تحت ہے؟

آیا شیعہ اثنا عشری نے اہل سنت کے انتہا پسندوں سے تحفظ کی خاطر ان سے اتحاد کیا ہے یا خود ان گمراہ فرقوں نے اپنا مکروہ چہرہ چھپانے کی خاطر یا اپنے بُرے عزائم کو فروغ دینے کیلئے خود کو شیعہ اثنا عشری میں چھپا رکھا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے۔ لیکن شیعہ اثنا عشری کا اہل سنت کے انتہا پسندوں کی وجہ سے ان گمراہ کن فرقوں سے اتحاد عقل و شرع سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مظاہر ظلم برامت

شیعیان حیدر کرار کی تمام تر کوششیں امت اسلامی کے دو بنیادی فرقے شیعہ و سنی میں افتراق و انتشار اور خلیج قائم کرنا ہے۔ اسے ان کی اوّلین اور پسندیدہ ثقافت و شعار میں گنا جاتا ہے۔ اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

دشمنان اہل بیت:

ہماری محافل و مجالس میں بلند ہونے والا ایک پسندیدہ نعرہ ''دشمنان اہل بیت پر لعنت'' ہے اسی طرح ایک نعرہ ''علی کی طرز زندگی منافقت کی موت ہے'' بھی ہے، ان دونوں نعروں میں اس وقت شدت آتی ہے جب مجالس میں کوئی اہل سنت الجماعت کے شرکاء یا محترم شخصیت موجود ہو جلسے جلوس کو سرگرم رکھنے، جذبات کو ابھارنے میں نعرہ چند خاص شرائط کے تحت ایک کردار رکھتا ہے، لیکن کبھی یہ اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے کی بجائے نعرہ لگانے والوں کی حماقت اور خباثت باطنی کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

آپ کی مجالس میں شریک انسان آپ کے مہمان ہیں اور آپ ان کے میزبان۔ میزبان کی طرف سے مہمان کی توہین و تذلیل، میزبان کی خباثت کی ترجمانی کرتی ہے، اسکے علاوہ یہ آئمہ اطہارؑ کی سیرت سے بھی انحراف ہے۔ یہاں یہ ملاحظہ کرنا ہے جس مجلس میں ہم دشمنان اہل بیت کا نعرہ بلند کرتے ہیں کیا یہ نعرہ اپنی موقعہ محل پر ہے، کیا جلسے کے اہداف و مقاصد یہی ہیں کہ دشمنان اہل

بیتؑ سے نفرت کا اعلان کریں، آیا جن افراد کو دشمن اہل بیت کا الزام دیا جارہا ہے کیا وہ دشمنان اہل بیت ہیں۔ قرآن وسنت، سیرت آئمہ معصومینؑ میں دشمن اہل بیت کا تعارف کیا گیا ہے ہمیں قرآن وسنت اور سیرت معصومینؑ کے آئینے میں دشمنان اہل بیت کو تلاش کرنا ہوگا۔

اہل بیت اطہارؑ کے اہداف وہی تھے جو رسول اللہ کے اہداف ہیں لہٰذا اہل بیت کے دشمنان اور رسول اللہ کے دشمن میں کوئی فرق نہیں، آیئے دیکھتے ہیں پیغمبرؐ کے دشمن کون ہیں وہ دشمن جو آپؐ کی حیات و وفات کے بعد بھی آپؐ کے دشمن رہے آپ کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان اور ان کا خاندان تھا، جو فتح مکہ کے موقعہ پر دل ناخواستہ تسلیم ہوا اور اپنی دشمنی کے خاتمے کا اعلان کیا لہٰذا دیکھنا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک فرد امت مسلمہ میں جو کلمہ لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتا ہو اور اس پر اعتقاد کا اظہار کرتا ہو، اور ساتھ ہی پیغمبر سے دشمنی رکھتا ہو اور پیغمبر نے بھی اس سے برائت کا اعلان کیا ہو۔ قرآن کریم اور پیغمبر کی سیرت اس کی طرف ہدایت و راہنمائی کرتی ہیں، پیغمبر کے دشمن وہ ہیں جو خدا کے دشمن ہیں، خدا کے دشمن قرآنِ کریم کی آیات سے ثابت ہیں:

﴿من کان عدو للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکل فان اللہ عدو للکفرین﴾ ''جو کوئی اللہ اس کے فرشتوں، رسولوں اور (خاص کر) جرائیل ومیکائیل کا دشمن ہو تو اللہ (ایسے) کافروں کا دشمن ہے'' (بقرہ/۹۸)

مشرکین خدا کا دشمن ہے:

﴿انہ عدو للہ تبرا منہ﴾ ''وہ دشمن خدا ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے'' (توبہ/۱۱۴)

خدا سے جنگ کرنے والا:

﴿انما جزئو الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ذلك لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم﴾ ''جو لوگ اللہ اور اس کے

رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور روئے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا بس یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا ملک بدر کئے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے عذاب عظیم ہے'' (مائدہ/۳۳) توبہ/۱۰۷، یٰسین ۶۰

کافرین دشمن ہیں:

﴿ان الکفرن کانوا لکم عدوًا مبینًا﴾ ''یہ کافر لوگ یقیناً تمہارے صریح دشمن ہیں'' (نساء/۱۰۱)

شیطان انسان کا دشمن ہے:

﴿ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدوًا﴾ ''شیطان یقیناً تمہارا دشمن ہے پس تم اسے دشمن سمجھو'' (فاطر/۶) ممتحنہ ۱، فصلت ۱۹، ۲۸، انعام ۱،

مسلمانوں کا دشمن:

﴿وکذلک جعلنا لکل نبیٍ عدوًا من المجرمین﴾ ''اور اس طرح ہم نے ہر نبی کیلئے مجرمین میں سے بعض کو دشمن قرار بنایا'' (فرقان/۳۱)

ہم دشمنان اہل بیت کو مختلف زاویوں سے پہنچانیں گئے:

۱۔ جو خدا کے دشمن ہیں۔ خدا کے دشمن وہی ہیں جو خدا کی وحدانیت و ربوبیت کے منکر ہوں اور خدا کی شریعت کو نافذ ہونے سے روکتے ہوں، اس سلسلے میں سرفہرست مشرکین یہود نصاریٰ وغیرہ شامل ہیں، چنانچہ سورۂ ممتحنہ اور مجادلہ کی آیات اور وہ آیہ جو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ لڑنے کے بارے میں اس کا بیان موجود ہے:

﴿انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم و ظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون﴾ ''اللہ تو

یقیناً تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہاری جلاوطنی پر ایک دوسرے کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کریں اور جو ان لوگوں سے دوستی کریں گے پس وہی لوگ ظالم ہیں'' (ممتحنہ/۹) مجادلہ ۹

﴿ان ولی محمدمن اطاع الله وان بعدت لحمته،وان عدو محمدمن عصیٰ الله وان قربت قرابته﴾ ''پیغمبر کا دوست وہی ہے جو ان کی اطاعت کرے، چاہے نسب کے اعتبار سے اس قدر دور کیوں نہ ہو اور آپ کا دشمن وہی ہے جو آپ کی نافرمانی کرے چاہے قرابت کے اعتبار سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو''

(کلمات قصار ۹۶ ترجمہ جوادی، ص ۶۶۱)

۲۔ وہ افراد یا گروہ جو دین رسول اللہ سے نبرد آزما ہیں وہی اہل بیت کے بھی دشمن ہیں۔

۳۔ وہ افراد جن سے خود اہل بیت نے دشمنی کا اعلان کیا ہو اور ان سے کسی قسم کی مصلحت و مفاہمت کرنے سے منع کیا ہو۔

۴۔ وہ افراد جنھوں نے اہل بیت اطہارؑ سے بغض و عدوات اور نفرت کا اعلان کیا ہو۔

قارئین خود فیصلہ کریں جو افراد آپ کی مجالس میں خود آپکی دی گئی دعوت پر شریک ہوتے ہیں کیا وہ دشمن اہل بیت ہیں؟ کیا وہ اہل بیت پر لعنت و سب و شتم کرتے ہیں؟ کیا وہ اپنے عید، جمعہ اور دیگر خطبوں میں محمد آل محمد پر درود و سلام نہیں بھیجتے؟ کیا وہ خود کو امت مسلمہ میں نہیں گردانتے۔

بعض اس عمل شنیع کی سند میں کہتے ہیں کہ آئمہ نے فرمایا ہے ہمارے دشمن وہ نہیں جو ہم سے دشمنی کرتا ہے بلکہ جو تم لوگوں سے دشمنی کرے وہ ہمارا دشمن ہے۔ قارئین ہمارا یہاں سوال ہے آیا تم سے مراد زرارہ، ابو بصیر، ابان بن تغلب، مالک اشتر جیسے اصحاب ہیں یا تم سے مراد تارک صلاۃ، شراب نوش، رشوت خور، رمضان کے روزہ خور، دین اسلام کے خلاف دنیا کفر سے صلح آشتی

کرنے والے شیعہ ہیں۔ جن سے دشمنی اہل بیت سے دشمنی تصور ہوگی۔

ظلم بر اقتصادِ شیعہ

قرآن وسنت کی روشنی میں مال کسی خاص فرد کی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس کی ملکیت مشروط ہے۔

۱۔ مال میں سب سے زیادہ حصہ خدا کا ہے بلکہ حقیقت میں ملکیت اسی ہی کی ہے جیسا کہ سورۂ حدید میں آیا ہے:

﴿وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا الهم﴾ ''اور اس مال سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں جانشین بنایا ہے پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور (راہ خدا میں) خرچ کریں''

۲۔ ہر ایک کے پاس جو مال ہے ایک حوالے سے یہ اجتماع کی ملکیت ہے۔ اگر کوئی شخص مال کا تحفظ نہ کرسکتا ہو یعنی دیوانہ ہو، یا مال میں تصرف کرنے کا اہل نہ ہو، تو یہاں سے تصرف اجتماع کی طرف منتقل ہوتا ہے:

﴿ولا تؤتوا السفهآء اموالکم التی جعل الله لکم قیمًا......﴾ ''اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے'' (نساء۵،۶)

۳۔ ہر انسان جو کسب کرتا ہے وہ اس کا مالک ہے۔

اگر خدا نے کسی کو مال و دولت سے نہیں نوازتو اس پر مالی حوالے سے شرعی ذمہ داری و مسئولیت عائد نہیں ہوتی۔ اگر مالک نے اپنی ملکیت میں موجود مال کو اپنے اوپر خرچ کرنے سے گریز کیا اور اس ذخیرہ کیا۔ اگر اس جگہہ اسلام کی بالادستی ہے تو حاکم شرع اس کو سزا بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس نے مال خرچ کرنے میں فضول خرچی کی تو قرآن کی رو سے وہ شیطان کا بھائی ہے۔ لہٰذا انسان خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے میں بھی آزاد نہیں، بلکہ ہر انسان کے پاس موجود مال ایک امانت ہے۔ جس طرح ایک انسان اپنے ذاتی مال میں چاہے تمام رسمی حقوق ہی ادا کیوں نہ

کرے وہ اس کے بست وقبض میں آزاد وخود مختار نہیں ہے، شریعت نے اس کے لئے حدود وقیود رکھی ہیں ان حدود وقیود کی پاسداری کون کرتا ہے اور کون نہیں، وہ کتنی ہی فقہی دفعات اپنے پاس کیوں نہ رکھتا ہو یہ خدا بہتر جانتا ہے۔

لیکن ایک انسان بابصیرت آنکھ کھول کر دیکھے تو اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس عرصے میں شیعہ مقدرات پر قابض لوگوں نے ہمارے ہی مال و دولت کو جھوٹ دھوکے مکر وفریب کے ذریعے باطل ولا دین طاقتوں کی آرزوؤں اور منصوبہ بندیوں پر خرچ کیا ہے۔

اس ملک میں دین و مذہب کے چہرے کو مسخ کیا اور اقتصاد اسلامی پر کاری ضرب لگائی ہے۔ ایک طرف باطل کو تقویت دی تو دوسری طرف اس سے حق کی آواز کو دبایا ہے۔

شیعیان علیؑ کے امام مہدی (عج) کے بارے میں تصورات

وہ شیعیان علی جو امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد جادۂ امامت سے منحرف ہوئے ،جنہوں نے عقائد وفروع اسلام سے کھیلا ان میں انحراف کا بڑا دروازہ حضرت امام مہدی (عج) کی ذات گرامی سے نسبت دینے کے حوالے سے کھلا ہے۔ ان کی چند سرگرمیاں ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ خود یا کسی کا امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرنا۔

۲۔ امام مہدی کی طرف سے دعوائے وکالت ونمائندگی خاص کا دعوی کرنا۔

۳۔ ہر ایک شخص کی طرف سے عام دعوائے نمائندگی۔

۴۔ خواب وبیداری میں دعوائے ملاقات امام کرنا۔

۵۔ ظہور امام کی تیاریاں، امام زمان کے لئے لشکر کی تیاری۔

۶۔ خاص اداروں اور اموراتِ سیاسی، اجتماعی اور فقہی میدان میں امام مہدی کی سرپرستی کرنے کا دعویٰ کرنا۔

۷۔ نعوذ باللہ ان کے نام سے منسوب قباحت خانے بنا کر مسلمان لڑکیوں کو محبوس کرنا۔

۸۔ غیبت صغریٰ کا کلمہ چرا کر ''ظہور اصغر'' کا ڈھنڈورا پیٹنا۔ اس کے نظریہ کے پیچھے اس الحادی فرقہ کا کردار ہے جس نے قیامت صغریٰ وقوع ہونے کا دعویٰ کر کے لوگوں کو واجبات ومحرمات شرعی سے آزاد کرایا ہے۔

۹۔ خود کو تمام ذمہ داریوں سے مبراء دیکھتے ہوئے انھیں امام کے ذمہ چھوڑنا۔

۱۰۔ منجمین وکاہنین سے ماخوذ علائم ظہور کا پرچار کرنا۔

۱۱۔ ہر سال پندرہ شعبان کو اپنی جائزہ وناجائز خواہشات لکھ کر کسی دریا، جھیل، نہر، یا کنویں میں پھینکی جاتی ہیں۔

۱۲۔ بت دریا میں درخواستیں ڈالنا: حضرت امام مہدیؑ کے تیسرے نائب خاص حسین ابن روح علیہ الرحمۃ کے دور نیابت میں کسی شخص کے اپنے لئے درپیش بعض مسائل کو تحریر کر کے حضرت امام زمانہؑ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے حسین بن روح نوبختی کے سپرد کرنے کے واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن امام زمانہ کے آخری نائب خاص علی ابن محمد سمری کی وفات کے بعد امام مہدیؑ کے نائب خاص کا انتخاب کا سلسلہ بند ہوا، آپ کے آخری نائب نے اپنی وفات سے قبل امام سے ملاقات کرنے، آپ سے کوئی خبر لینے، آپ کے ظہور کے وقت، غرض ہم قسم کے ذرائع و وسائل کے بند ہونے کا اعلان کیا اور امام سے ملاقات کا دعویٰ کرنے والوں کو جھٹلانے کا حکم دیا، لیکن نامعلوم کب' کہاں اور کن منافقین اور مفاد پرستوں نے یہ فکر اور طریقہ وضع کیا کہ ہر سال پندرہ شعبان المعظم کو ہر شخص اپنی حاجتیں لکھ کر کسی دریا نہر یا کنویں میں پھینک دے اور پھر وہاں سے یہ حاجتیں امام زمانہ تک پہنچ جائیں گئی۔ اس فکر کو دیکھتے ہوئے یہ محاورہ سچ دکھائی دیتا ہے کہ دروغ گو اور جھوٹوں کا حافظہ کم ہوتا ہے، اگر ان کی ایک حس تیز ہوتی ہے تو دوسری مفلوج۔ انہیں یہ پتہ نہیں کہ

خالق کائنات نے ایسا کوئی نظام متعارف نہیں کروایا کہ جس کے تحت ایک انسان جسے وفات پائے ہوئے اور دنیا سے گزرے ہوئے ایک ہزار سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہو وہ عالم برزخ سے اس دنیا میں آ کر دریاؤں اور نہروں میں سے لکھے ہوئے کاغذ سمیٹ کر ایک زندہ امام کے سپرد کرے، امام زمانہ کے نام حاجتیں لکھ کر دریاؤں اور نہروں میں پھینکنا امام زمانہ سے وابستگی اور عقیدت مندی کا مظہر نہیں، بلکہ یہ اس مذہب حقہ کے ساتھ مسخرہ پن، اس کا مذاق اڑانے اور اسے عقلیت سے خارج کرنے کے مترادف ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو انہوں نے اپنے خود ساختہ عقائد کے مطابق گھڑا ہے نا معلوم ان لوگوں نے یہ طریقہ کیوں نہیں اپنایا کہ اپنی حوائج کو لکھ کر اپنے صندوق میں رکھتے یا گھر کی چھت پر کسی لکڑی درخت سے باندھتے وہاں سے امام زمان اسے اٹھا لیتے۔ امام زمانہ کیلئے کیا فرق پڑتا تھا کہ وہ لوگوں کے عریضہ جات کو انکے گھروں کی چھتوں سے اٹھائیں یا دریاؤں اور نہروں سے، لیکن یہاں بت پرست انھیں بت پرستی کی ایک شاخ سے نزدیک کرنے کی خاطر سرگرم ہوئے اور انھیں دریا کے کنارے لے گئے تا کہ اس عمل کے ذریعے یہ دریا پرستوں کے زمرے میں تو شامل ہو جائیں۔ عقل و آیات و روایات تو چھوڑیں دنیا بھر میں کہیں بھی اس عمل کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ ایران عراق حجاز اور خلیج کے دیگر ممالک میں موجود شیعہ تو درکنار خود انکے اپنے ملک کے شیعہ بھی اس فرسودہ فکر پر عمل نہیں کرتے، یہ تمام تصورات، قرآن و سنت سے ثابت عقیدۂ مہدویت کے منافی ہیں۔

شیعیان حیدر کرار کے معجزات اور انبیاء کے معجزات میں فرق

قرآن کریم میں خاتم انبیاء کیلئے معراج کے بعد واحد معجزہ قرآن کر قرار دیا اور اسکے علاوہ معجزہ طلب کرنے والوں کو یہ کہہ کر مسترد کیا گیا کہ کیا یہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزہ کے طلب گار ہیں۔ کبھی کہا گیا ہم نے معجزہ نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ گذشتہ اقوم نے معجزات پر

ایمان لانے کی بجائے کفر وشرک کی راہ کو اپنایا۔

حضرت موسیٰؑ جنھیں خداوند عالم نے ۹ معجزات عنایت کیے ان کے بارے میں وارد آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کے لوگوں کی ذہنیت حقائق سے دور خیالات و وہمیات اور غیر حقائق افکار میں غرق تھی ۔ یعنی وہ لوگ سحر کو حقیقت سمجھتے تھے ،فرعون کو اپنی قوم کے ساحران کے سحر پر بہت زیادہ امیدیں تھیں ۔ کس نبی کو ایسی قوم سے سامنا نہیں کرنا پڑا جو اس حد تک وہمیات وخیالات میں غرق تھی حکومت فرعون ان کی اس فکر کی وجہ سے قائم تھی لہٰذا خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو بیک وقت دو معجزات سے نوازا ایک ''ید بیضاء'' اور دوسرا ''عصاء''۔ان دونوں کے علاوہ بھی خداوند عالم نے جتنے معجزات موسیٰؑ کے ہاتھوں سے جاری کیے ہیں وہ کسی اور نبی کے ہاتھوں سے نہیں کیے۔خاتم الانبیاء سے جب مشرکین نے معجزہ طلب کیا تو خداوند عالم نے آیت نازل کی آیا انھیں معجزہ کیلئے یہ کتاب کافی نہیں جسکی ان کے سامنے تلاوت ہوتی ہے یعنی قرآن کے علاوہ دوسرا معجزہ نہیں دیا۔سحر اور معجزہ میں کیا فرق ہے حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کو سب سے پہلے ساحرین نے تسلیم کیا لہٰذا وہ موسیٰ پر ایمان لائے ۔لہٰذا اس وقت ہدایت طلب کرنے والوں کو بھی سحر اور معجزہ کے بارے میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا چاہیے،تا کہ فیصلہ کر سکیں کہ وہ اپنے آپ کو قوم فرعون میں رکھیں گے یا قوم موسیٰ میں شامل کریں گے۔سحر یعنی غیر حقیقی، دھوکہ بازی، چشم بندی، فکر بندی اور اوزار کا استعمال کرنا۔

معجزہ یعنی حقیقت جسے سب دیکھ سکیں، سب درک کر سکیں یعنی دیکھنے اور معجزہ میں کوئی چیز فاصلہ نہ ہو،اس فرق کو ذہن میں رکھنے کے بعد جب ہم اس زمانے کی قوموں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ اس وقت کے ساحرین سحر کو معجزہ کے نام متعارف کیے ہوئے ہے چند سال تو یہ سلسلہ بہت کامیابی سے چلتا رہا لیکن جو معجزات موسیٰ نے اثبات حقانیت کیلئے کیے اور وہ معجزات جو اس وقت کے ساحرین نے کیے ہیں ان میں چند بنیادی فرق ہیں:

۱۔ عصاءِ موسیٰ صرف آپ کے ہاتھوں ہی اژدھا بنتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا آپ کی نیابت میں حضرت ہارونؑ کے ہاتھوں اژدھا بنا ہو لیکن اس وقت ہر گلی، محلے کے ٹرسٹی اور بانی حضرات جداگانہ معجزہ نمائی کرتے ہوئے ہر پرچم سے معجزہ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ نو معجزات کرنے کے باوجود کسی وقت بھی اپنے ماننے والوں سے ایک درہم ودینا کا مطالبہ نہیں کیا۔ جبکہ اس وقت کے معجزہ سازوں نے ملک کے طول وعرض سے کثیر رقم اس مد میں جمع کی ہے کسی جگہ معجزہ ہونے کا مطلب معجزہ سازبانیان کا پیسہ جمع کرنا اور عقیدتمندوں کیلئے پیسہ ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔

۳۔ موسیٰ نے معجزہ غیر عقیدتمندوں کو دکھایا تاکہ وہ تسلیم ہوں۔ جیسے دربار فرعون و مجمع عام میں پوری قوم اور ساحرین کو بتایا میرے پاس یہ حق کی نشانی ہے۔ ساحرین نے معجزۂ موسیٰ کو دیکھ کر کہا ہم موسیٰ وہارون پر ایمان لائے۔ جبکہ اس وقت کے معجزہ کرنے والے اسے قبول نہ کرنے والوں سے کہتے ہیں آپکا عقیدہ صحیح نہیں، اس لئے آپ کو کچھ نظر نہیں آرہا ہے

۴۔ انبیاءِ گزشتہ اپنے مخالفین کو معجزہ دکھاتے تاکہ وہ ایمان لائیں۔ لیکن اس وقت معجزہ صرف ان پر ایمان لانے والے ہی دیکھ سکتے ہیں جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے یہاں معجزہ وہی دیکھتے ہیں جو پہلے سے ان معجزہ سازوں سے گٹھ جوڑ کئے ہوتے ہیں۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر وہ قاری جو خود کو موسیٰ کلیم کی جگہ پر دیکھتا ہے اسے وقت کے فرعون اور معاشرہ کے ساحرین کا سامنا ہے تو اس کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

معجزہ کے حوالے سے قرآن کریم سے چند حقائق ثابت ہیں:

۱۔ خداوند عالم نے ہر نبی کو اپنی نبوت کے اثبات کیلئے معجزہ عطا نہیں کیا۔

۲۔ محدود معجزات عطا کیے۔

۳۔ ایسے معجزات عطا نہیں کیے کہ آئندہ بشر اپنی فکری بلوغت کے باعث انھیں انجام دے سکے۔

۴۔ معجزہ وسیلہ تھا ایمان کا لیکن لوگوں نے اسے ٹھکرایا۔لوگوں کی خواہشات کے مطابق معجزات عطانہیں کیے۔

قرآن کریم میں جن انبیاء نے معجزات کیئے انکی تعداد بیان ہوئی ہے،ان آیات میں کہیں بھی نہیں کہ انہیں کلی طور پر معجزہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو، بلکہ انہیں مزید معجزات نہ دینے کا ذکر موجود ہے۔ معجزہ انبیاء کی نبوت کیلیئے تو نا گزیر ہے لیکن آئمہ کیلیئے اسکا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ آئمہ کی امامت نص پیغمبر اکرمؐ سے ثابت ہے۔ان تمام باتوں کے برعکس ہمارے یہاں معجزہ کو علم، گھوڑے وغیرہ سے وابستہ کیا جاتا ہے۔یہ مفاد پرستوں کا ساحرانہ کردار ہے، جو یہ پروپیگنڈے، سادہ لوح لوگوں کی جہالت اور سیاسی شخصیتوں کے توسط سے انجام دے رہے ہیں۔انہیں قرآن، سیرت پیغمبر و آئمہ سے کوئی غرض نہیں۔معجزہ کے حوالے سے قارئین کی توجہات کو دو نکات کی طرف مبذول کروانا ضروری سمجھتا ہوں:

۱۔ معجزہ ہمیشہ دین کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلیئے ہے۔لہٰذا دین اسلام کے ثابت ہوتے ہوئے پھر معجزہ کا مطالبہ کرنا کسی اور دین کی پیروی کرنے کا عندیہ دینا ہے۔

۲۔ آیا دین حق ثابت کرنے کے لئے خدا نے ہر الٹے سیدھے انسانوں کے توسط سے ہی معجزہ کرنا ہے۔

۳۔ تمام انبیاء نے معجزات کے عوض کوئی مال و متاع حاصل نہیں کیا اور نہ ہی اسکا مطالبہ کیا لیکن معجزات کے یہ کاروباری حضرات ان معجزات کے نیچے ایک بڑا صندوق رکھتے ہیں اور لاکھوں روپے حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ ہر صاحب عقل و شعور کو یہ احساس کرنا چاہیے یہ رقم کہاں اور کس مد میں صرف ہو رہی ہے۔

شیعیان حیدر کرار کی درآمدات

ان کی درآمدات شیعہ اثنا عشری کے درآمدات سے بالکل مختلف ہیں۔ شیعہ اثنا عشری ترویج دین کیلئے مالی ضروریات کو قرآن وسنت کی رُو سے دینداروں سے زکات، خمس، نذرورات کے علاوہ ضرورت کے موقع پر ہر دیندار کے مال میں حصہ رکھتے ہیں جبکہ شیعیان حیدر کرار زکات وخمس کے منکر ہیں وہ اپنی ضروریات، علموں کے نیچے رکھے ہوئے صندوقوں اور ضریحوں میں ڈالی جانے والی رقوم سے حاصل کرتے ہیں۔

یہ رقوم کس کے تصرف میں ہیں اور انکا مصرف کیا ہے۔ قرآن کریم کی چندین آیات میں دیوانے و مجنون اور یتیموں کی جائیداد کی حفاظت ونگہبانی ہر مسلمانوں پر اسی طرح فرض قرار دی گئی ہے جس طرح وہ اپنی جائیداد واموال کی محافظت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی اور تساہل جائز نہیں، اس کے بارے میں ہر فرد عنداللہ مسئول ہوگا۔ اس اصول قرآنی کے تحت ہر وہ شیعہ جو اپنے آپکو شیعہ مسلک کا فرد سمجھتا ہے اور خاص طور پر اہل فہم وفراست، علماء ودانشور حضرات آنکھیں کھول کر دیکھیں ان کے اردگرد کیا ہو رہا ہے انھیں کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے کہ کیا دھوکہ بازی اور جھوٹ وفریب سے لوگوں کی دولت ان صندوقوں اور ضریحوں میں جمع کرنا کیا ایک جائز عمل ہے یا ناجائز، دونوں صورتوں میں انکی ذمہ داری ہے وہ دیکھیں یہ جمع شدہ رقوم دین کی کسی مد میں صرف ہو رہی ہیں یا دین مخالف سرگرمیوں میں ضائع ہو رہی ہیں یا اس مال ودولت کو مفاد پرست لوٹ رہے ہیں، دوسری صورت میں ہر خاموش رہنے والے کو کسی نہ کسی دن ان باتوں کا جواب ضرور دینا ہوگا۔

شیعیان حیدر کرار کے مسائل

شیعیان حیدر کرار کی اپنے امام سے امیدیں اور آرزوئیں یہ ہیں کہ وہ انکی دنیاوی زندگی کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو وہ انکے امام نہیں بن سکتے۔ ہمیں اس نظریہ کا جائزہ لینا چاہئے کہ آئمہ اپنی حیات میں موجود شیعیان کے یہ تقاضے پورے کر سکے یا نہیں آئمہ طاہرینؑ کا یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی امامت کے گرد جمع کریں، اگر انھوں نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دی اور اپنی حقانیت کو ثابت نہیں کیا تو ان کی اپنی کوتاہی میں شمار ہوگا اگر انھوں نے لوگوں کو دعوت دی لیکن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو قصوروار لوگ ہونگے۔ یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ لوگوں نے ان کی دعوت کو کیوں رد کیا، کیا لوگ انھیں اس منصب کے اہل نہیں سمجھتے تھے یا ان کی دعوت کو قبول کرنا ان لوگوں کے زندگی کے بنیادی مسائل میں خلل کا سبب بنتا تھا' آئمہؑ ان کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔

لوگوں کی اکثریت وقت کے خلفاء، حکام کے گرد جمع ہوتی تھی حالانکہ وہ انہیں نا اہل بلکہ ظالم وجابر سمجھتے تھے اس کے باوجود ان کے گرد جمع ہونے کی تفسیر وتوجیہ یہ ہے کہ ان کی زندگی کے مسائل ان ہی کے دروازوں سے پورا ہوتے تھے۔

ان کے اس عقیدے کے مطابق کہ ہمارے آئمہ لوگوں کی زندگی کی تمام ضروریات اور مشکلات کیلئے مشکل کشا ہیں، اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ ہمارے مولا نہیں۔ اس عقیدے کے تحت ان کے مولا وہی لوگ ہیں جو ان کے زندگی کے مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

آئمہؑ کے بارے میں یہ عقیدہ نہ قرآن وسنت سے ثابت ہے اور نہ ہی آئمہؑ نے اسکا دعویٰ کیا ہے بلکہ ان کے اس عقیدے کا مصدر انکے برے عزائم ہیں۔ جس طرح کیمسٹوں نے بھوکے' پیاسے 'لباس سے عاری بچوں سے کہا اپنے غذا وہ لباس کیلئے اپنے خدا اور نبی کو پکارو' جب خدا اور نبی کی طرف سے ان کو غذا اور لباس نہیں آئی تو انھوں نے پھر کہا کہ اب لینن وسٹالن کو پکار کر غذا ولباس

مانگو۔ جب انھوں نے پکارا تو الیکٹرونکس دروازے خود بخود کھل گئے اوران کے ملازمین ان کے لئے غذااورلباس لے آئے ۔ یہی طریقہ ان کے تربیت یافتہ لوگوں نے شیعوں کو بھی سمجھایا کہ جب وہ فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جائیں ، بھوک اور پیاس کی وباء میں گرفتار ہوں' دین ومذہب سے مایوس ہو جائیں تو وہ وقت کے آقاؤں کو پکاریں جو آسمان سے بسکٹ کے ڈبوں کے ساتھ بم بھی گرائیں گے اور نیچے سے ان کی بیویاں (این جی اوز) کی شکل میں ایک ہاتھ میں علاج کیلئے دوائیاں اوردوسرے ہاتھ میں سرنج لے کرآئیں گی۔ جس کے ذریعے ان سے دین کو کھینچ لیں گی

شعائر مکانی وزمانی شیعیان حیدر کرار

امام بارگاہیں

حالیہ چند سالوں میں ہمارے یہاں فرقہ واریت کے دھویں اور گرد وغبار نے ہمارے آسمان کو سیاہ کیا ہے۔ جب دہشت گردوں نے ہمارے اس خطہ کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنایا تو اہل سنت کے امن پسند علماء نے فرقہ واریت کے خلاف اپنے بیانات دیے۔ انھیں بیانات میں اکثر یہ جملہ سننے میں آیا، اہل سنت کی مساجد اور شیعوں کی امام بارگاہیں، دہشت گردی کا نشانہ بن رہی ہے۔ اور اسکا تدارک وخاتمہ ہونا چاہیے۔ لیکن بعض افراد کو اہل سنت کے علماء کا یہ جملہ پسند نہیں آیا، کہ اپنی عبادت گاہ کو تو مسجد سے متعارف کرواہیں اور شیعوں کیلئے امام بارگاہ کا لفظ استعمال کریں۔ لیکن اگر حقیقت سے دیکھا جائے تو یہ علماء غلطی پر نہیں، کیونکہ شیعوں نے ان امام بارگاہوں کی تزین وآرائش کے علاوہ اسے جو معنوی مقام دیا ہے وہ اگر مسجد سے زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہیں ہے، لہذا علماء اہل سنت یہ تاثر لینے میں چنداں غلطی پر نہیں ہیں، لیکن ہم یہاں علماء اہل سنت اور بیوقوف شیعوں پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مکتب تشیع میں امام بارگاہ کیلئے سوئی برابر بھی کسی احترام کا ذکر موجود نہیں، بلکہ انکی حیثیت عام گھروں سے زیادہ نہیں ہے۔ لہذا جن لوگوں نے

حقوق شرعی خمس وزکواۃ ان قصور معلیٰ جیسی امام بارگاہوں میں دینے کی اجازت دی ہے انکا حساب قیامت کے دن ہوگا۔

جعلی ضریحوں کی زیارت

دین و مذہب اور اسکے داعی کی پہلی شناخت صدق و صداقت ہے۔ لہٰذا قرآن کریم میں انبیاء کے تعارف میں فرمایا یہ وہ نبی ہیں جو پہلے صدیق تھے جنھیں ہم نے بعد میں نبی بنایا۔ مذہب کی فوقیت کی نشانی یہ ہی صدق و صداقت ہے، یعنی اس مذہب میں جھوٹ، احتمال نامی چیزوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایک عرصہ سے دشمنان دوستی کا لبادہ اوڑھ کر اور مفاد پرست اپنے مفاد کی خاطر دین کو قربان کر کے اس دین کو ہر حوالہ سے مسخ کرنے پر کمر بستہ ہیں، انکی ان مذموم کاوشوں میں سے ایک ملک بھر میں آئمہ طاہرینؑ کے نام سے جعلی ضریحوں کا قیام ہے۔

عرصہ دس سال سے ہمارے ملک میں جعلی ضریحوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہے اور ان کے اردگرد دن رات بے حجاب خواتین اور مرد حضرات مخلوط طریقے سے گردش کرتے ہیں اور ان ضریحوں سے مخاطب ہو کر اپنے راز و نیاز پیش کرتے ہیں۔ ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں ،دولہا دلہن شادی کے موقعہ پر یہاں آکر سربسجود ہوتے ہیں، ہمارا سوال یہ ہے ان ضریحوں کو یہ تقدس کیسے ملا ہے، کیا ان کے اندر امام مدفون ہیں۔ کیا ان خود ساختہ ضریحوں کے گرد چکر لگانے سے ہی انسان صادقین میں شمار ہوگا۔ اسکے علاوہ ان ضریحوں میں جمع ہونے والی رقم کہاں اور کس مد میں خرچ ہو رہی ہے، ان جعلی ضریحوں پر کتنی رقوم خرچ ہوئی ہیں اور انھیں کس نے خرچ کیا ہے کیا یہ دولت کسی غیر مسلم نے دی ہے یا یہ حکمرانوں اور مفاد پرستوں کی طرف سے خرچ کی گئی ہیں، کیا یہ رقوم کسی اعلیٰ وارفع اہداف کے فروغ میں خرچ ہوتی ہیں یا مفاد پرستوں کی جیب میں جاتی ہیں یا نعوذ باللہ تخریب دین کی مد میں خرچ ہو رہی ہیں۔ جس دین میں یتیم اور دیوانے لوگوں

کے مال و دولت کی حفاظت کی ذمہ داری ہر مسلمان پر عائد کی گئی ہے، جس دین نے اوقاف اور مجہول المالک اموال کی حفظ و نگہداری کا ضامن مجتہدین اوران کے خاص اجازت یافتہ افراد کو مسئول و ذمہ دار قرار دیا ہے کیا ان مجتہدین میں سے کسی نے ان ضریحوں میں جمع ہونے والی رقوم کے بارے میں کوئی تحقیق کی ہے یا ان کی تمام تر تحقیقات صرف مال خمس جمع کرنے تک محدود ہیں۔

یہاں ہم مجتہدین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ یا تو خود یہاں تشریف لائیں یا اپنے کسی امین نمائندے کو بھیجیں جو ان جگہوں کا نزدیک سے مشاہدہ کرے اور اپنی رائے قائم کرے تا کہ ہمیں ان جعلی ضریحوں کی حیثیت معلوم ہو جائے یا بصورت دیگر ہمارے سامنے خود انکی اپنی حیثیت واضح ہو جائے۔

کونڈے

رجب کے مہینے میں ایک خاص انداز اور خاص شرائط کے تحت ایک نیاز کا اہتمام کیا جاتا ہے جسے کونڈوں کا نام دیا جاتا ہے۔ اسے کھانے والوں کیلئے خاص شرائط مقرر کی گئی ہیں جو انہیں سے پوچھی جائیں جاسکتی ہیں جو یہ پکاتے ہیں۔ اس پر زیادہ زور دینے کی وجہ اس ملک میں موجود وہ فرقہ ہے جسے ان کونڈوں سے چڑ ہے۔ اگر کوئی آپ سے کہے کہ جناب آپ کے منہ پر سیاہی یا کسی اور چیز کا داغ لگا ہوا ہے تو انسان جلد ہی اسے صاف کر دیتا ہے اور ساتھ ہی بتانے والے کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے، لیکن جب کوئی انہیں یہ بتائے کہ آپ کے مذہب میں فلاں فلاں چیزیں غلط و بے بنیاد ہیں اور یہ قرآن اور سنت و سیرت معصومین سے متصادم ہیں تو یہ انہیں ختم کرنے کے بجائے الٹا اکڑنے لگتے ہیں۔

امام ضامن

کسی سفر پر جاتے وقت، شادی یا منگنی کے موقع پر عزیز و اقارب اور دوست احباب روپیہ۔ سوا روپیہ یا پانچ روپے بازو پر باندھتے ہیں، اور اسے امام ہشتم حضرت امام رضاؑ سے منسوب کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس کے بازو پر یہ پیسے باندھے ہیں اب وہ ہر مصیبت و بلا سے محفوظ رہیگا، یہ رسم کب سے اور کس بنیاد پر شروع ہوئی ابھی تک اس کا فلسفہ سننے میں نہیں آیا لیکن کبھی کبھی بعض علمائے برجستہ سے یہ سننے میں آیا ہے کہ ہم آج اس امام کی یاد منا رہے ہیں جس کے نام سے ہم ہر سفر پر جاتے وقت ضامن باندھتے ہیں۔

شیعیان حیدر کرار جس سے زندہ و جاوید ہیں

گھوڑا

عزاداری امام حسینؑ میں شبیہ سازی کا ایک کردار امام حسین علیہ السلام کی سواری ہے۔ جو کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد زین خون سے آلود ہو کر خیام کی طرف آئی، اہل حرم خیمے سے نکل آئے اور ایک کہرام جیسی مصیبت برپا ہوئی، اس سواری کی شبیہ بنا کر جلوس عزا میں کب لائی گئی' اس کی کوئی دقیق تاریخ معلوم نہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ خود جلوس عزا آل بویہ کی حکومت میں نکالا گیا۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں اس گھوڑے کی شبیہ نکلتی ہے وہاں اسے چند گھنٹوں کیلئے استعمال میں رکھا جاتا ہے، لیکن برصغیر کے عزاداروں کو اس شبیہ سے اتنا لگاؤ ہے یا یہ ان کے حیوان پرست ہمسائیوں کی صحبت کا اثر ہے، کہ انھوں نے اسے اتنا مقام و اعزاز دیا جو کسی عالم و عابد کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ اس کے لئے املاک' جائداد' خادم وغیرہ وقف کرنا اپنی ایک جگہ پر ایک موضوع ہے، اس سے حاجتیں مانگنا اس وقت کا اہم موضوع ہے، اسی طرح اس کے بت بنا کر امام بارگاہوں اور مسجدوں میں رکھنا ایک نیا موضوع ہے۔ اس گھوڑے کو آج کل مولا بھی

کہتے ہیں۔لیکن پہلے ''ذوالجناح'' کے نام سے پکارتے تھے، یعنی ''پروں والا گھوڑا'' اس کو پروں والا کہنے کی دلیل میں وہ روایت پیش کی جاتی ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہیں، وہ کچھ یوں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اپنے کمرے میں ایک پروں والے گھوڑے کی تصویر آویزاں کی، جب ان سے پیغمبر اکرمؐ نے اس بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا یہ حضرت سلیمان علیہ سلام کے گھوڑے کی تصویر ہے۔جس پر آپؐ خاموش ہوگئے۔آپؐ کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل غلط نہیں تھا۔کیونکہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو آپؐ حضرت عائشہ کو منع فرماتے، ماتم داروں کو اپنے اس عمل کی دلیل کیلئے اس روایت کو پیش کرتے سن کر ہمیں حیرانگی ہوئی کہ ویسے تو حضرت عائشہ کا نام آتے ہی ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔لیکن اپنے گھوڑے کی دلیل کیلئے یہ بڑے زور وشور سے انکا نام لیتے ہیں تاکہ انکی گھوڑا پرستی ثابت ہوجائے۔

☆ اس گھوڑے کو پروں والا گھوڑا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بہت تیز رفتار تھا ہاں یہ صفت اہمیت کی حامل ہے کہ میدان جنگ میں ایسا گھوڑا ہونا چاہیے جو دشمن کا پیچھا کرسکے یا اگر خود بھاگنا ہو اور دشمن پیچھے ہو تو انکی گرفت میں نہ آئے، لیکن جب حر جعفی نے حضرت امام حسین علیہ سلام کے سامنے گھوڑے کی ایسی تعریف کی تو آپ نے اسے مسترد کیا۔

☆ یہ گھوڑا وفادار ہے، اس لحاظ سے ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے'' اس منطق میں کسی قسم کا وزن نہیں کیونکہ ہر گھوڑا اپنے مالک کیلئے وفادار ہوتا ہے۔جس گھوڑے پر امامؑ سوار تھے وہ ان کیلئے وفادار تھا اور جس گھوڑے پر قاتلِ امام سوار تھا وہ اس کیلئے وفادار تھا۔عمر سعد، شمر ابن ذی الجوشن، حصین بن نمیر اور حجاج بن یوسف اور اس صدی کے قاتلانِ ہادیان برحق صدام و ہٹلر اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے گھوڑے کیا انکے وفادار نہیں کیا انھوں نے انکی شکایت کی ہے۔

☆ اس گھوڑے میں ایک خاص صفت پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے اسے اتنی قدرومنزلت حاصل

ہے اسکے لئے لاکھوں کی جائیدادیں وقف کی جاتی ہیں اسکے سامنے نذریں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ صفت یہ ہے کہ اس نے لوگوں کی نظروں کو امام حسین علیہ سلام سے موڑ کر اپنی طرف جذب کیا ہے اگر مغرب والوں کو اسکی اس صفت کا پتا چلتا تو وہ بھی اسکی حمایت میں مہم چلاتے۔

☆ اس گھوڑے کی ایک صفت جسکی طرف شاید ماتم داروں نے توجہ نہیں کی کہ یہ گھوڑا حیوان ہے۔ اس پر شقی وسعید دونوں گروہ سوار ہوتے ہیں، ہاں جس گھوڑے پر مجاہدین دین و شریعت کے دفاع کیلئے سوار ہوتے ہیں وہ گھوڑا ان ماتم داروں سے بہتر ہے جو خداوند متعال سے عجز و نیاز کرنے کی بجائے گھوڑے سے سوال کرتے ہیں اور امام حسین علیہ سلام کی جگہ پر اس گھوڑے کو مولا کہتے ہیں۔

☆ بعض اس گھوڑے کی دلیل میں کہتے ہیں کہ سورۂ عادیات میں خداوند عالم نے گھوڑے کی قسم کھائی ہے: خداوند عالم نے قرآن میں گھوڑے سے قسم کھائی ہے جس چیز کی خدا قسم کھائے وہ محترم ہوتی ہے لہٰذا اس کا احترام کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، یہ منطق بھی بنیادی طور پر غلط ہے کیوں کہ خداوند عالم نے ہر گھوڑے کی قسم نہیں کھائی بلکہ اس گھوڑے کی قسم کھائی ہے جس پر میدانِ جنگ میں اہلِ حق سوار ہو کر اہلِ باطل پر حملہ کریں۔ وہ گھوڑا کیسے محترم ہو سکتا ہے جس نے میدان جنگ میں شرکت نہ کی ہو بلکہ اس کے اوپر فاسق و فاجر انسان اپنے کھیل کود یا ظلم و بربریت کے حصول کیلئے سوار ہوئے ہوں یا جیسے بعض علاقوں میں پولو کے کھیل میں استعمال ہونے والے گھوڑے یا ایک عرصہ سے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے گھوڑے جن پر کوئی سوار ہی نہ ہوا ہو کیسے یہ منزلت پا سکتے ہیں۔

دنیا بھر میں اہل تشیع سے تعلق رکھنے والوں سے ہٹ کر ہمارے خطے کے اہل تشیع نے امام حسینؑ کے نام سے منسوب گھوڑے کو ایک مقام و منزلت دی ہے اور اسے خاص نام ''ذوالجناح'' سے

نوازا ہے اس کے بارے میں عقل و شریعت، قرآن و سنت اور فقہائے عظام کے رسالہ عملیہ' کسی بھی جگہ کوئی سند نہیں ملتی، اہل بیتؑ سے تعلق کا شرف و افتخار رکھنے والوں کے چہرہ سے اس بدنما داغ کو دھونے کیلئے اس سواری کے بارے میں چند زاویوں سے بحث و گفتگو کرنے کی ضرورت ہے:

ا۔ تاریخی تناظر: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے حالتِ سفر یا جنگ میں دشمن سے نبرد آزمائی کے وقت ایک سواری کا ہونا ضروری ہے اور اسے فریقِ مخالف کے مقابلے میں ایک طاقت و قدرت سمجھا جاتا تھا اس لئے میدان جنگ میں فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا:

ا۔ پیادہ فوج ۲۔ گھڑسوار فوج۔

امام حسینؑ گرچہ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ جنگوں میں شریک رہے لیکن میدان کربلا میں چونکہ لشکرِ باطل کے مقابلے میں انتظام و انصرام کی لجام خود امام حسینؑ کے ہاتھ میں تھی اس لئے امامؑ کے پاس ایک سواری کا ہونا حتمی تھا۔ جب ہم تاریخ و مقاتلِ کربلا پڑھتے ہیں تو امام حسینؑ کی سواری کے بارے میں مختلف ذکر ملتے ہیں لیکن یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ امام حسینؑ کے حالت سفر جس کا آغاز مدینہ سے ہوا اور کربلا پہنچنے تک کسی ایک خاص سواری کے نام کا ذکر نہیں ملتا۔

الف۔ صبح عاشور جب امامؑ اپنے چند اصحاب کے ساتھ لشکرِ اعداء سے خطاب کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ اونٹ پر سوار تھے اور بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ آپ اپنے رحلة (سواری) پر سوار ہو کر گئے۔

ب۔ بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ امامؑ میدان کربلا میں جنگ کے لئے جس گھوڑے پر سوار ہو کر گئے یہ گھوڑا رسول اللہؐ کی طرف سے آپؑ کو ملا تھا اور اس کا نام "مرتجز" تھا۔

ج۔ جب امامؑ اپنی سواری کی زین پر رہ کر جنگ جاری نہ رکھ سکے تو آپؑ زمین پر اتر گئے اور

آپؑ کی سواری ''فرس'' آپؑ کے خیمے کی طرف آ گئی۔

د۔ جب آپؑ کے اہل بیت نے آپؑ کے گھوڑے کی آواز سنی تو خیمے سے باہر آ گئے اور آپ کے گھوڑے جس کا ذکر (لفظ جواد) آیا ہے کی زین کی طرف دیکھا تو اہل بیت نے فریاد و فغاں بلند کی۔

ہ۔ ذوالجناح دو کلموں سے مرکب ہے ایک ''ذو'' اور دوسرا ''جناح'' ''ذو'' عربی میں صاحب کو کہتے ہیں اور جناح ''پر'' یا ''بازو'' کو کہتے ہیں، سورۂ انعام آیت ۳۸، سورۂ شوریٰ آیت ۲۱۵، سورۂ حجر ۸۸ اور اسراء ۲۴ میں لفظ موجود ہیں۔ ذوالجناح یعنی ''صاحب پر'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سواری صاحب پر (اُڑنے والی) تھی اس نام سے امامؑ کی سواری کا ذکر تاریخی مقاتل میں کہیں بھی نہیں ملتا بلکہ ایسا گھوڑا جو صاحب پر ہو اور اڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو نہ صرف کربلا بلکہ کسی بھی جنگ میں اسکا سواری کا کوئی ذکر نہیں ہاں ایسی سواری جو اُڑنے والی ہو اس کا ذکر کہانیوں اور افسانوں میں ضرور ملتا ہے۔

۲۔ **مقام و منزلت:** دنیا کے کچھ علاقوں میں اہل تشیع دسویں محرم الحرام کو ایک گھوڑے جس پر تیر کمان اور تلوار نصب کرنے کے علاوہ اس کی زین کو بھی خون آلود کر کے لاتے ہیں تاکہ ان واقعات کی منظر کشی کریں جو شہادتِ امام حسین کے بعد پیش آیا، لیکن یہ گھوڑا عصرِ عاشور کے بعد امام حسینؑ سے منسوب نہیں رہتا اور نہ ہی اس کو وہ مقام و منزلت حاصل رہتی ہے بلکہ یہ اپنی عادی شکل میں پلٹ جاتا ہے، لیکن ہمارے خطے میں جو مقام و منزلت اس گھوڑے کو دیا گیا ہے وہ مافوق العقل و شریعت ہے، بعض اس کی سند میں مختلف منطق پیش کرتے ہیں جو اپنی جگہ مکڑی کے جال سے بھی کمزور ہیں، جس طرح چکنے ہاتھ کو پانی مس نہیں کر سکتا اس طرح ان کی منطق سے اس گھوڑے کو کوئی مقام و منزلت نہیں مل سکتا ہے ان کی منطق کچھ یوں ہیں:

بعضوں کا کہنا ہے کہ اس کی احترام کی علت، امامؑ سے منسوب ہونا قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی چیز سے منسوب کی حیثیت اور احترام کے بارے میں وضاحت کی ضرورت ہے ۔نسبت کی دو قسمیں ہیں: نسبتِ حقیقی اور نسبتِ جعلی۔

۱۔ نسبت حقیقی: نسبت حقیقی وہ ہے کہ واقعاً منسوب ہو جیسے، واقعاً اس کا بیٹا ہے، واقعاً اس کی بیوی ہے، واقعاً اس کا گھر ہے جس میں وہ قیام پذیر ہے۔ اسے نسبت واقعی یا نسبت حقیقی کہتے ہیں، ہر منسوب چیز محترم نہیں ہوتی، بعض انبیاءؑ کے بیٹے نسبت واقعی کے حامل ہونے کے باوجود افتخار حاصل نہیں کر سکے، جیسے حضرت نوحؑ کا بیٹا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں ان سے نسبت واقعی رکھنے کے باوجود خداوند عالم نے ان دونوں کو اہل کفر کا نمونہ کہا ہے، تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ آئمہؑ جس گھر میں قیام پذیر تھے یا امامؑ کا کوئی کھیت یا ان کے ہاتھوں کا لگا ہوا درخت یا ان کا کوئی حیوان جس پر امام سوار ہوئے ہوں لوگوں نے اسے وہ عزت واحترام دیا ہو جو عام انسانوں کو بھی حاصل نہ ہو بلکہ اس کے خلاف پیغمبر اکرمؐ نے کعبہ سے منسوب حیوان (اونٹ) پر حاجی کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

۲۔ نسبت جعلی واختیاری: یعنی جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو جیسے آجکل کے گھوڑے جن کو امام کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، کسی کے نسبت دینے سے وہ چیز منسوب نہیں ہو سکتی ۔خداوند عالم نے قرآن کریم میں دور جاہلیت میں رائج نظام ''تبنی'' (یعنی کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہنا) کی نسبت کو باطل قرار دیا ہے مندرجہ ذیل آیات میں واضح ہیں:

۱۔ جن کو تم ماں کہتے ہو وہ واقعی ماں نہیں:

﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ ءِ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُم﴾ ''اور تمہاری وہ بیویاں جن سے تم ظہار کرتے ہو انھیں تمہاری واقعی ماں نہیں قرار دیا ہے'' (احزاب/۴) ﴿عَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآءِ هِمْ﴾ ''تاکہ مومنین کے لئے منہ بولے بیٹوں کی

بیویوں سے عقد کرنے میں کوئی حرج نہ رہے'' (احزاب/۳۷)

۲۔ جن کو تم منہ بولے بیٹا کہتے ہو وہ تمہاری حقیقی اولاد نہیں ہو سکتے:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدعِيَآءَ كُم اَبنَآءَ كُم﴾ ''اور نہ تمہاری منہ بولی اولاد کو اولاد قرار دیا ہے'' (احزاب/۴) ﴿اُدعُوهُم لِاٰبَآءِ هِم هُوَ اَقسَطُ عِندَاللّٰه﴾ ''ان بچوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے'' (احزاب/۵)

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُم﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں'' (احزاب/۴۰)

جس بچے کو رسول اللہؐ نے اپنی طرف نسبت دی تھی وہ بیٹا، ان سے منسوب نہ ہو سکا تو ہمارا کسی حیوان کو امامؑ کی طرف نسبت دینے سے وہ کیسے منسوب ہو سکتا ہے۔ ادیان سماوی میں تمام انبیاء سے لے کر پیغمبر اکرمؐ تک خاص کر اسلام میں کسی مرنے والے حیوان کی نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی دلیل و منطق نہیں ملتی لیکن یہاں اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام ہوتا ہے، ہمارے علاقہ بلتستان میں اس سال مستقل طور امام حسینؑ کے نام گھوڑا پالنے اور امامؑ کے نام پر نکالنے کیلئے خاص طور سے پنجاب سے ایک گھوڑا درآمد کیا گیا معلوم نہیں وہ کس نسل سے تعلق رکھتا ہے جس کا باقاعدہ استقبال ہوا اور گھر گھر لے جا کر اسے نہلایا گیا اور جس پانی سے اس کو نہلایا گیا اس کو جمع کر کے تبرک کے طور پر پیا گیا۔

قرآن کریم میں انبیاء کرامؑ میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آیا ہے کہ خداوند متعال کے حکم سے آپ پرندوں کی آواز سنتے اور سمجھتے تھے انکے علاوہ دیگر انبیاءؑ اور آئمہ اطہارؑ کے بارے میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی اور نہ ہی قرآن میں اسکا تذکرہ موجود ہے لیکن نہ قرآن و روایات اور نہ جدید تحقیق سے یہ بات کشف ہوئی ہے کہ جانور انسان کی زبان سنتے اور سمجھتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں بعض افراد اس حیوان کے کان میں منہ رکھ کر اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اگر یہ

مذہب کا مذاق اڑانا نہیں تو پھر کیا ہے؟۔

تابوت نکالنا

یہاں عزاداری کا مظہر ایک تابوت کے پیچھے چند لوگوں کا رونا اور پیٹنا ہے، انکا کہنا ہم اس عمل سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے وقت کے امام مظلوم کا تابوت ہے اور ہم اسکی مصیبت میں رو پیٹ رہے ہیں، دنیا کا کوئی بھی عاقل باشعور انسان خاص طور پر غیر مسلم یہ نہیں سمجھے گا کہ اس جنازے کے پیچھے جانے والے امام حسینؑ کی مصیبت منا رہے ہیں، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ واقعہ کربلا آج سے تقریبا ۱۴۰۰ سال پہلے وجود میں آیا ہے تو پھر آج اس دور میں کسی امام کا جنازہ اٹھایا جا رہا ہے۔

سیاہ جھنڈا

شیعیان حیدر کرار کی دنیا وآخرت کی پہچان ہے ،دنیا میں دیگر قوموں کے سامنے سرخرو ہونے اور قبر میں منکر ونکیر کیلئے تعارف ہے۔حضرت امام حسینؑ کے علمدرار حضرت عباسؑ سے منسوب یہ سیاہ جھنڈا ہر امام بارگاہ پر نصب کیا جاتا ہے۔اسی طرح بہت سے شیعہ گھروں پر بھی یہ سیاہ جھنڈا لہرا رہا ہے، اسے عزادار علم کہتے ہیں۔پوری دنیا میں جھڈے کو علم کہنا صرف یہاں کی وضع کردہ اصطلاح ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ، امام حسینؑ نے جب جھنڈے کا ذکر کیا تو اسے ''لوا'' اور ''رایۃ'' کہا ہے۔شاید بعض علما' ماہرین صرف ونحو واصول کہیں کہ اس میں کیا حرج ہے مجاز جائز ہے ہم بھی انکی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں، کیونکہ جہاں حلال وحرام میں تغیر وتبدیل جائز ہو تو الفاظ کی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں رہتا، بعض اس علم کو عقائد میں شمار کرتے ہیں، چنانچہ دینی مدارس سے بھگوڑے یا کچھ عرصہ پڑھنے والوں کو عمامہ وعبا پہنا کر کہلوایا جاتا ہے، یہ جھنڈا ہمارا مذہبی نشان ہے۔اسی طرح شیعہ دینیات کے ترتیب دینے والوں نے قبر میں منکر ونکیر کے

سوالات کے جواب میں لکھنا شروع کیا ہے کہ یہ جھنڈا ہمارا نشان ہے۔

پہلے زمانے میں مجلس عزائے امام حسین علیہ السلام میں عزاداران کو کربلا میں حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کی شہادت کی یاد دلانے کے حوالے سے پرچم کا ذکر ہوتا تھا رفتہ رفتہ جب مجلس عزا نے ایک نئی شکل وصورت اختیار کی تو اس علم کو جلوس میں لایا گیا۔سابق زمانے میں اس کا رنگ سیاہ ہوتا تھا لیکن چند سالوں سے اسکے رنگ' شکل' قد وقامت اور تعداد میں اضافہ ہو رہا رہے۔کیونکہ جتنا مفاد پرستوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اسی تناسب سے اس کی شکل وصورت اور تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔

جھنڈے کا مقصد لشکر کو اپنے گرد جمع کرنا تھا اسی طرح جلوس میں بھی لوگوں کو جمع کرنے کی خاطر جھنڈا ہوتا تھا۔لیکن جب لوگوں نے اس جھنڈے کی تھیلی میں لوگوں سے نذورات لینا شروع کیں تو ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔رفتہ رفتہ یہ جلوسوں سے واپسی کے بعد ہمیشہ کیلئے امام بارگاہوں میں نصب ہونا شروع ہوا اور اس کے نیچے ایک صندوق رکھا جانے لگا۔تاکہ عقیدت مند اس میں اپنی نذر ونیاز ڈالیں۔اب علم کربلا کی یاد دہانی کے بجائے صندوقِ نذر ونیاز کی نشانی بن گیا ہے۔پریشان حال لوگ اپنے مسائل وپریشانیوں کی خلاصی کیلئے اس میں پیسہ ڈالکر اپنی پریشانی کے دور ہونے کے معتقد ہوئے ہیں۔کیونکہ ایک گروہ نے اس علم سے حاجتیں' نیازیں پورا ہونے کا پروپگنڈا شروع کیا اور وقتاً فوقتاً ساحرانہ طور پر بناوٹی معجزات کا بھی چرچا کیا۔دورِ جاہلیت میں بتوں کی انتظامیہ بتوں کے پیچھے کسی آدمی کو بٹھاتی اور وہ آنے والوں سے اپنے لئے نذر ونیاز کی بھیگ مانگتا، جس کے نتیجہ میں بت پرست یہاں خواتین کے زیورات چھوڑتے' اونٹ وگوسفند ذبح کرتے۔شاید انہی کی پیروی کرتے ہوئے آجکل یہ کام ریکارڈنگ اور مختلف طور طریقوں سے انجام پا رہا ہے۔

بعض علماء اور شخصیات نے تو ہاتھ ہلا کر کہا، اس جھنڈے کو معمولی نہ سمجھنا، اسے ایک کپڑے اور

لکڑی کا ڈنڈا نہ سمجھنا۔ مجھے بھی ان سے اتفاق ہے یہ جھنڈا کوئی معمولی جھنڈا نہیں، کیونکہ اسے کوئی بھی چرسی ملنگ، فٹ پاتھ یا سڑک کے دوراہے پر لگائے تو یہ پوری قوم کی عزت وقار کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس جھنڈے اور گھوڑے کی اتنی اہمیت ہے کہ اسے اب تو بین الاقوامی استعمار نے بھی تسلیم کیا ہے۔ وہ اس فیصلے پر پہنچے ہیں، اس قوم کو ایک جھنڈا اور گھوڑا دے کر انکے ملک بلکہ مذہب کو بھی خریدا جاسکتا ہے۔

اس جھنڈے کا پس منظر کچھ یوں ہے

میدان کربلا میں دیگر جنگوں کی مانند لشکر حسینؑ کا بھی ایک پرچم تھا۔ چنانچہ کتب تاریخ ومقاتل میں آیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے لشکر کے دائیں طرف کے لوگوں کیلئے ایک پرچم مخصوص کیا اور یہ پرچم زہیر ابن قینؓ کو عنایت کیا اسی طرح بائیں جانب کا پرچم جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو عنایت کیا ان پرچموں کے علاوہ ایک اور پرچم لشکر کے مرکز میں تھا جسے قطب ومحور سمجھا جاتا تھا اسے اپنے بھائی حضرت ابوالفضل عباسؑ کو دیا۔ تمام کتب مقاتل میں آیا ہے ﴿واعطی رایة الا لخا العباس﴾ جو اس پرچم کو اٹھانے کی تمام تر امتیاز وصلاحیت رکھتے تھے۔ اس پرچم پر زمان و مکاں کے گزرنے کے بعد اثر انداز ہونے والے امتیازات پر بحث وگفتگو کرنے کی ضرورت ہے

۱۔ اس پرچم کے رنگ اور قد وقامت کے زاویہ سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ پرچم اپنی اصلی امتیازات سے دور نہ ہو۔

۲۔ حضرت امام حسینؑ اور حضرت ابوالفضل عباسؑ کی شہادت کے بعد اس پرچم کی حیثیت اور تاریخ کیا رہی ہے۔

۳۔ اس پرچم کو دوبارہ بلند کرنے اور اس پرچم کو اٹھانے والے افراد کی خصوصیات وشرائط کیا ہیں

۴۔ اس پرچم کر تبرک کے طور پر مس کرنے اور اس سے اپنی حاجت کی برآوری کیلئے رجوع کرنے کا عمل۔

۵۔ اس پرچم کونصب کرنا زمان ومکاں کے حوالے سے اوراس بارے میں آئمہ طاہرینؑ اور فقہاء ومجتہدین کی ہدایت ورہنمائی کیا ہے۔

پہلانکتہ: تاریخ اسلام سے پہلے اور بعد میں ہونے والی جنگوں میں ملتا ہے پرچم سیاہ ہمیشہ دور جاہلیت میں نامناسب اورنفرت انگیز جگہوں پرنصب ہوتا رہا ہے اوراسی طرح اسلام کے مقابل جب مشرکین جنگ کیلئے اسلام کے خلاف نکلتے توانکا پرچم سیاہ ہوتا تھا۔پیغمبر اکرمؐ کے بعد جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر کے پرچم کارنگ سیاہ تھا۔اسی لئے اس پرچم کودیکھ کرصحابی امیر المومنینؑ عمار یاسر نے فرمایا میں اس سیاہ پرچم کے خلاف پہلے بھی لڑتارہا ہوں اوراب بھی لڑرہا ہوں۔ جب بنی امیہ کے خلاف بنی عباس نے تحریک چلائی تو ان کیلئے تحریک چلانے والے ابومسلم خراسانی کے لشکر کے پرچم کارنگ بھی سیاہ تھا،چنانچہ امام جعفرصادقؑ نے عبداللہ حسن سے فرمایا کیا آپ نے ابوسلمٰی خلال سے کہا تھا کہ سیاہ پرچم بلند کریں،لہٰذاواضح ہوا کہ سیاہ پرچم کبھی بھی شیعوں کی نشانی نہیں رہا۔

دوسرانکتہ: یہ پرچم جوآج کل پرچم عباسؑ کے نام سے معروف ہے یہ نسبت حقیقت سے عاری ہے کیونکہ یہ پرچم حسینؑ کا ہے چناچہ کتب مقاتل میں آیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنا پرچم حضرت ابو الفضل عباسؑ کودیا جس طرح جنگ خیبر میں پیغمبر اکرمؐ نے اپنا پرچم حضرت علیؑ کودیا۔جنگوں میں پرچم ہمیشہ قائدِ جنگ کا ہوتا ہے اور کربلا میں قائدِ میدان امام حسینؑ تھے بلکہ درحقیقت یہ پرچمِ اسلام ہے جسے امام حسینؑ نے اٹھایا تھا اوراسکے برعکس جوپرچم عمرسعد نے اٹھایا وہ پرچم کفرومشرکین تھالہٰذااس پرچم کوحضرت عباسؑ سے منسوب کرنا درحقیقت اصل صاحب پرچم کودودرجہ نیچے لانا ہے ایک درجہ اسلام اودوسرادرجہ امام وقت۔

تیسرانکتہ: یہ پرچم اپنی لمبائی کے لحاظ سے اِس وقت ایک مضحکہ خیزصورت اختیار کرچکا ہے جوکسی تفسیر کامحتاج نہیں۔جنگوں میں ایک صاحب شجاعت پرچم کواٹھاتا تھا تاکہ لوگ اس کے گرد رہیں

اور جنگ کے بعد اس کی طرف لوٹیں لیکن موجودہ پرچم اتنا بلند اور وزنی ہے کہ اسے کئی افراد اٹھاتے ہیں اور بعض جگہوں پر تو اسے لٹا کر لے جایا جاتا ہے یہ مضحکہ خیز صورتحال دین و مذہب کے نگہبان علماء کی عدمِ توجہی کی بنا پر پیدا ہوئی ہے کیونکہ وہ اپنے مفاد کی خاطر اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے یا خاموشی اپنائے ہوئے ہیں۔

چوتھا نکتہ: پرچم ہمیشہ میدان جنگ میں مرکز قوت وقدرت کیلئے اٹھایا جاتا ہے تا کہ منتشر توانائیاں ایک جگہ جمع ہو سکیں، کربلا میں شہادت امام حسینؑ اور اسارتِ اہلبیتؑ کے بعد یہ پرچم بلند نہیں ہوا بلکہ اہلبیتؑ کے آگے جو پرچم بلند تھا' وہ پرچمِ کفر و باطل تھا، اہلبیتؑ نے مدینہ واپسی تک کوئی پرچم بلند نہیں کیا۔ حتیٰ اسکے بعد بھی کسی امامؑ نے اس پرچم کو اپنے گھر پر نہیں لگایا، اگر کسی کو کوئی تاریخی سند ملے تو ان سے گزارش ہے کہ اسے صفحۂ قرطاس پر لائے، صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ ہر قوم کا ایک پرچم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ بھی واقعیت سے مطابقت نہیں رکھتا' کیونکہ پنجابی' سندھی' بلوچی یا عرب وغیرہ کا پرچم نہیں ہے پرچم صرف حکومتوں اور سیاسی احزاب کا ہی ہوتا ہے اگر یہ پرچم شیعوں کی ہوتا تو اس ملک میں شیعہ تنظیمیں اپنا الگ الگ پرچم نہ بناتیں لہٰذا پرچم کیلئے بہترین وموزون جگہ میدان جنگ ہی ہے

جیسا کہ پہلے بیان ہوا پرچم ایک مرکزی قوت ہے اور جب صاحب پرچم اسیر ہو جائے تو وہ پرچم اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا میدان کربلا میں شہادت امام حسینؑ اور اسیری اہلبیتؑ کے بعد سید الساجدینؑ نے کوئی پرچم بلند نہیں کیا۔ اسی طرح جب کسی ملک میں کوئی عظیم شخصیت وفات پاتی ہے یا کسی بڑی آفت یا نقصان کا سامنا ہو تو وہ اپنا پرچم چند دنوں کیلئے سرنگوں کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں اسکے برعکس شیعہ قوم جتنے مسائل و مصیبتوں میں گرفتار ہوتی ہے اُتنا ہی اس پرچم کو بلند کیا جاتا ہے۔ جتنی اسلام پر مصیبت پڑتی ہے اُتنا ہی اسکو بلند کیا جاتا ہے گویا اس پرچم کا اسلام سے کوئی رشتہ ہی نہیں۔ اسی لئے دین ومذہب کا مذاق اڑانے والی سیاسی پارٹیوں کے امیدوار بھی ووٹ حاصل کرنے کے خاطر اس پرچم کو اپنے گھر کی چھت پر بلند کرتے ہیں۔

پانچواں نکتہ: یہ پرچم رمز وحدت وامت ہے یعنی تمام افراد اس پرچم کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ اس پرچم کے حامل شخصیات کی یہ منطق تھی کہ تمام امت اُمتِ واحدہ ہے لٰہذا انھوں نے بغیر کسی تفرقہ اور امتیازات سے ہٹ کر اس پرچم تلے جمع ہونے کی دعوت دی، آئمہ طاہرینؑ نے ہمیشہ شیعوں کو یہ حکم دیا وہ خود کو اسلام میں حل کر کے زندگی گزاریں یا اسلام کی چھتری کے نیچے زندگی گزاریں انھیں اپنا الگ تشخص قائم کرنے سے منع کیا بلکہ شیعوں کا تشخص اسلام کو ہی قرار دیا ہے۔

خداوند متعال نے قرآن کریم میں انسان کو اپنے جیسے انسان سے حاجتیں طلب کرنے سے منع فرمایا۔اس منطق کے تحت کہ یہ لوگ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ جب ایک عاقل و سمجھدار انسان کسی کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا تو ایک جھنڈا جو خود کھڑا نہیں ہوسکتا وہ کیسے انسانوں کی حاجتیں پوری کرے گا۔ یہ جھنڈا جو سریوں اور سیمنٹ سے بلند ہوا ہے اگر اسے گرایا جائے تو دوبارہ بننے میں یہ ان وسائل اور ساز وسامان کا محتاج ہے۔اگر ایک انسان عاقل اس سے جا کر حاجتیں طلب کرے تو کیا اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات کوئی اور ہوسکتی ہے؟ اس پرچم کے پرچار کرنے والے اگر کوئی دلیل رکھتے ہیں تو اپنے قلم وبیان سے واضح کریں کہ اسکے نیچے صندوق کیوں رکھے جاتے ہیں۔ اگر خواہش مند حضرات حضرت عباسؑ کے نام پر اپنی نیاز اس میں ڈالتے ہیں تو سوال ہے کہ اس سے جمع ہونے والی آمدنی کس حد تک دین اور قیام امام حسینؑ کے مقصد وہدف کی سربلندی کیلئے خرچ کی جاتی ہے۔ جبکہ یہ رقم کوچنگ سنٹر، کمپیوٹر سنٹر اور اس جیسے کاموں پر خرچ کی جاتی ہے حالانکہ ان سرگرمیوں کا دینِ حضرت عباسؑ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔اس جھنڈے کو مقام ومرتبت دلانے کیلئے مندرجہ ذیل نکات کے ذریعے پروپیگنڈا کیا گیا ہے:

۱۔ اس جھنڈے کے چاہنے والوں نے کہا، اس سے ہماری حاجتیں پوری ہوئی ہیں۔

۲۔ اگر اس کے خلاف کسی نے ذرّا بھر نقد وانتقاد کی زبان کھولی تو، علم اسکی گردن توڑے گا، اسے عاقبت دردناک کا سامنا ہوگا، جیسے مشرکین بتوں کو برا بھلا کہنے والوں سے

کہتے تھے، تمہیں ہماری بتوں کی بددعا لگی ہے۔

۳۔ یا بعض مصالحت آمیز رویہ اپناتے ہوئے کہتے ہیں، کم از کم ان کے معتقدین کے سامنے اہانت آمیز جملے یعنی اسے جھنڈا، کپڑا نہ کہو اس سے انکے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔ لیکن یہ عقل و شرع دونوں لحاظ سے صحیح نہیں، خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے ذریعے بت پرستوں کے بتوں کے ساتھ جو رویہ رکھا وہ ان کے نظروں سے غائب ہے۔ بنی اسرائیل جن کے دلوں میں گائے کی محبت موجزن تھی، موسیٰ نے انہی سے گائے کو ذبح کرایا، سامری کے گوسالے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی راکھ کو ہوا میں اڑایا، پیغمبر اکرمؐ نے کعبے میں موجود بتوں کو اپنے عصا سے پاش پاش کیا۔

خود ساختہ شخصی پہچان

یہاں ہم آپکی توجہ شیعیان حیدر کرار کی ان خود ساختہ شناخت کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں، جن کا قرآن و سنت و سیرت معصومینؑ میں ہونا تو در کنار دنیا کے گوشہ و کنار میں رہنے والے شیعوں میں بھی انکا وجود نہیں ہے۔ ان خود ساختہ چیزوں کو یہاں کے شیعوں نے اپنی پہچان کے طور پر متعارف کروایا ہے:

کڑے

انکا کہنا ہے امام سجادؑ کو ان کے دشمنوں نے ہاتھوں میں زنجیریں پہنائی تھیں، لہٰذا اس بات کا حوالہ دیکر یہ بھی اپنے ہاتھوں میں کھلے کھلے اور ڈھیلے ڈھالے مگر نفیس چمکدار اور خوبصورت کڑے پہنتے ہیں۔ انکا انداز ایسا ہوتا ہے جیسے حکومت نے ان کے کسی کارنامے پر انہیں جائزہ وانعام کے طور پر کوئی تمغہ دیا ہے۔ دشمن نے ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ پکا شیعہ بننے کیلئے بس کڑے پہن لینا ہی کافی ہے۔

نعروں سے پہچان

ہمارے ہاں کسی شخص کے شیعہ ہونے کی ایک پہچان ''یا علی مدد'' کہنا ہے۔ یہ کہنے والے اور جواب دینے والے دونوں مل کر ایک دوسرے کے شیعہ ہونے کی پہچان بنتے ہیں، کبھی اسے مومن و منافق کی پہچان گردانتے ہیں، یہاں یا علی مدد کہنے والے کے بارے میں تین مفروضے بنتے ہیں:

۱۔ یا علی مدد سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

۲۔ علی سے مراد کوئی اور ہے جو ایک خاص فرقہ کا شعار ہے لیکن شیعہ سمجھتے ہیں اس سے علی مراد ہیں۔

۳۔ علی سے مراد خدا ہے۔

یہ تینوں مفروضے قرآن و سنت کی کسی بھی آیت یا کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ انہیں شعار بنایا جائے، اور نہ ہی دنیا کے دیگر گوشہ و کنار میں رہنے والے شیعوں نے اسے اپنایا ہے۔ غرض یہ ایک مشکوک سند و دلالت نعرہ ہے۔

پشت پر زنجیر و قمہ زنی کے نشانات

کیا زنجیر زنی عزاداری کا جز ہے اور اگر ہے تو یہ اصل عزاداری سے کس حد تک تعلق اور وابستگی رکھتی ہے یہ جاننے کیلئے فلسفہ عزاداری کو واضح کرنا ضروری ہے عزاداری امام حسینؑ چاہے کسی نشست کی صورت میں ہو یا جلوس کی صورت میں یا کسی حرکت کی صورت میں اسکی غرض و غایت مظلوم کا اپنی مظلومیت کے اظہار کا مظاہرہ کرنا ہے تا کہ اس ظلم کو دیکھنے اور سننے والے اس کی حمایت کریں آیا زنجیر زنی و قمہ زنی کے عمل کو دیکھ کر غیر شیعہ عزاداروں سے آ ملتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ وہ لوگ نہ صرف ان کے اس فعل سے اعلان برائت و نفرت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ان مناظر کو دیکھنے سے منع کرتے ہیں اور حرمت کا

فتویٰ دیتے ہیں، جبکہ بعض افراد تو اس منظر کو دیکھنے والوں کا نکاح ٹوٹنے کا حکم بھی صادر کرتے ہیں آیا ایسی صورت حال میں یہ مظاہرہ کشش کا سبب بنے گا یا نفرت اور دوری کا؟

حکم شرعی: ہر انسان کا قول و فعل احکام خمسہ سے خارج نہیں یعنی (واجب وحرام، کراہت (مکروہ) ومباح، مستحب) اس فعل کے بارے میں اگر اعتدال پسندی کی راہ کو اپنایا جائے تو اس سلسلے میں فقہاء و مجتہدین اور مقامی علماء کے نکتہ نظر کے مطابق چار مفروضہ بن سکتے ہیں:

الف۔ حکم حرمت: بہت کم فقہاء و مجتہدین اس فعل کو حرام قرار دیتے ہیں۔

ب۔ جائز: اکثر و بیشتر فقہاء و مجتہدین نے اس سلسلے میں فتویٰ جواز دیا ہے۔

ج۔ مستحب: کسی بھی مجتہد نے اس فعل کو فعل مستحب قرار نہیں دیا ہے۔

د۔ مشروط جائز: بعض فقہاء نے اس فعل کو ایک مشروط صورت میں جائز قرار دیا ہے یعنی اگر دوسروں کی نظر میں ہمارا یہ فعل ہمارے مذہب کی کمزوری، اس کا مذاق اڑانے یا اس کی تنقید کا ذریعہ نہ بنے تو اس صورت میں جائز ہے۔ فقہاء و مجتہدین کے ان چار نکات کا بنظر غائر جائزہ لینے کے بعد اس فعل کیلئے حکم جواز کے علاوہ استحباب اور حسن فعل ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض علماء و فقہاء کے فتویٰ حرمت کو سامنے رکھنے کے بعد ایسا فعل جس کا جواز مشکوک ہو وہ کس طرح شناخت تشیع قرار دیا جا سکتا ہے۔

خطباء ذاکرین، فقہاء و علماء میں کوئی بھی شخص اس فعل کو انجام نہیں دیتے، اس لئے ان کی پشت پر کوئی نشان نہیں ہوتے۔ اس نشان کو شناخت تشیع قرار دینے کی صورت میں یہ تمام شخصیات شیعہ کہلانے کی مستحق نہیں رہیں گی۔ یہاں اس سلسلہ میں تین تعجب خیز تصورات پیش کرنا ضروری ہیں، تا کہ اہل فکر و نظر اس نکتے پر غور کریں کہ ایسے افراد کب تک مذہب حقہ کو غبارے کی مانند ہوا میں معلق رکھیں گے۔

بعض افراد کہتے ہیں کہ عزاداری امام حسینؑ عقائد میں سے ہے اور اس میں ہم کسی کی تقلید

نہیں کرتے ان سے یہ پوچھا جائے کہ دین میں عقائد وفروع کو الگ کرنے کی کیا کوئی کسوٹی موجود ہے؟ یا یہ خود انکی صوابدید پر ہے؟ اگر بعض فقہاء حرمت کا فتویٰ دیں تو اس سلسلہ میں خود انھیں کے مقلدین جو انکے مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس عمل کی انجام دہی کیلئے کہتے ہیں، ہم فلاں مجتہد کے مقلد ہیں جو اس عمل کو جائز کہتے ہیں۔

اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ جب بعض صاحبان نظریہ سے اس سلسلے میں فتویٰ طلب کیا جاتا ہے تو اسکے جواب میں وہ کہتے ہیں یہ عشق کا مسئلہ ہے اور اسکے ساتھ علامہ اقبال کا شعر پڑھتے ہیں ان سے سوال ہے کہ آیا عشق ومحبت شریعت محمدی کے اندر ہیں یا اس سے باہر؟ ان حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد آیا ایسا فعل جس کا جائز وناجائز ہونا مشکوک ہو یا جائز ہونے کا رجحان زیادہ ہی کیوں نہ ہو، اسے بنیاد بنا کر راہ تصادم، افتراق وگروپ بندی کو اختیار کرنا احسن ہے کیا عقل و شرع کا یہی تقاضہ ہے؟

جنت میں صرف شیعہ جائیں گے

شیعیان حیدر کرار کا کہنا ہے جنت کو علی نے خریدا ہے۔ اب خدا کے ہاتھ میں کچھ نہیں، جنت کے دروازے پر "علی ولی اللہ وخلیفتہ بلافصل" کندہ ہے۔ گویا یہاں رسول کو ماننے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ یہ وہی منطق ہے جو قرآنِ کریم میں یہود کی زبان سے نقل ہوئی ہے کہ جس میں یہود کہتے تھے جنت میں صرف یہودی جائیں گے:

> "اور وہ کہتے ہیں: جنت میں یہودی یا نصرانی کے علاوہ کوئی ہرگز داخل نہیں ہوسکتا یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں آپ کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو" (بقرہ/۱۱۱) "کہہ دیجئے: اگر اللہ کے نزدیک دار آخرت دوسروں کی بجائے خالصتاً تمہارے ہی لیے ہے اور تم سچے ہو تو ذرا موت کی تمنا کرو" (بقرہ/۹۴)

قول امام زین العابدینؑ: "اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنے فرمابرداروں اور اطاعت گزاروں کیلئے

اور جہنم کو اپنے عاصی اور نافرمانوں کیلئے بنایا ہے۔

اطاعت وفرمانبرداری اور عصیان ونافرمانی کے مختلف درجات ومراتب ہیں۔لہٰذا اسی تناسب سے بعض افراد سیدھے جنت میں جائیں گے اور بعض جہنم کے عذاب سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔آخر میں جہنم میں چند ہی طبقات رہ جائیں گے جنکا ذکر قرآنِ کریم کی ان آیات میں ہوا ہے:

۱۔ کافرین:

''اور جو لوگ کفر کریں اور ہماری آیات کو جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے'' (بقرہ/۳۹)

۲۔خدا اور رسول سے جنگ کرنے والا:

''کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کا مقابلہ کرتا ہے اسکے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے'' (توبہ/۶۳)

۳۔خدا اور رسول کو جھٹلانے ولا:

''اور جو لگ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں وہی اہل جہنم ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے'' (اعراف/۳۶)

۴۔خدا کی حدود سے تجاوز کرنے ولا:

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود سے تجاوز کرتا ہے اللہ اسے داخل جہنم کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت آمیز سزا ہے'' (نساء/۱۴)

۵۔ عمداً مومن کو قتل کرنے والا:

''اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور ایسے شخص کے لیے اس نے ایک بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (نساء/۹۳)

ان سابق الذکر گروہوں کے علاوہ کوئی بھی موحد وخدا پرست مسلمان جہنم میں نہ رہے گا، وہ علیم وخبیر خدا جو عادل بھی ہے۔ جس نے اپنی کتابِ عظیم میں فرمایا ہے وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا' وہ ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا، انسان اس دنیا میں جو بھی نیکی یا برائی انجام دیتا ہے وہ آخرت میں اسے دیکھ لے گا:

﴿فمن یعمل مثقال ذرةٍ خیرًایره۔ ومن یعمل مثقال ذرةٍ شرًایره﴾ ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا'' (زلزلہ/ ۷، ۸)

یہ کیسے ممکن ہے خدائے عادل توحید کو رد کرنے والے اور تسلیم کرنے والے، ختم نبوت کا اعتقاد رکھنے والوں اور قادیانیوں مرزیوں کے درمیان فرق نہ کرے، اسی طرح اسکے واجبات ومحرمات پر پابند رہنے والوں اور ان سے روگردانی کرنے والوں میں کوئی فرق نہ رکھے، یہ اسکی عدالت کے منافی ہوگا۔

''پھر ہم اہل تقویٰ کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا چھوڑ دیں گے'' (مریم/۷۲)

شیعیان علی

مساجد سے دشمنی: قرآن کریم کی کثیر آیات میں خداوند متعال نے مساجد سے دشمنی رکھنے کے عمل کو کفار و مشرکین کے عمل میں گردانا۔ جبکہ یہ ہی عمل آج کل کے نام نہاد شیعیان حیدر کرار ادا کر رہے ہیں۔ جن کے مندرجہ ذیل مظاہر ہیں۔

۱۔ مسجد میں نہ جاؤ کیونکہ یہ مولا علی کی قتل گاہ ہے۔

۲۔ مساجد کی جگہ امام بارگاہوں کو بلند کرنا۔ ملک بھر میں امام بارگاہوں کی تزئین و آرائش کو رواج دینا اور ان میں لوگوں کے کثیر اجتماع نے شیعوں کی پہچان امام بارگاہ کو بنایا ہے۔ جبکہ مسجد کو اہل سنت سے مخصوص کیا ہے۔

۳۔ مساجد میں داخلے کو کم سے کم کیا جائے۔ یہاں تک کے نماز کے مقررہ اوقات میں ہی مسجد کا دروازہ کھولا جائے۔

۴۔ اگر مجالس و محافل یا فاتحہ خوانی کیلئے مسجد کی ضرورت پڑے تو اس کیلئے کرایہ مقرر کیا جاتا ہے

قرآن سے دوری

شیعوں کا یہ شعار بن گیا ہے، ہم قرآن سے کیوں پوچھیں۔ اس کے بھی مرحلہ وار مظاہر ہیں۔

۱۔ قرآن کی جگہ حدیث کساء یا دس بیبیوں کی کہانی پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ بائبل پڑھنے کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں ہم قرآن کو اپنے بچوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ اس میں بعض آیتیں ایسی ہیں جنہیں بچوں کے سامنے پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔

۴۔ ہم قرآن کو سمجھ نہیں سکتے تو پھر ہم اسے پڑھیں کیوں۔

۵۔ قرآن قصیدہ اہل بیت ہے۔

عزاداریِ امام حسین علیہ لسلام

جس طرح دیگر عقائد وعبادات اور شعائر میں شیعہ اثنا عشری اور شیعیان علی میں واضح فرق پایا جاتا ہے، اسی طرح عزاداری امام حسین علیہ السلام میں بھی واضح وآشکار فرق ہے۔ جو اس عمل کی سند، اہداف، حدود وقیود، شرائط وسائل سے واضح ہوتا ہے:

ا۔ شیعہ اثنا عشری کی عزاداری:

ا۔ سند عزاداری: آئمہ طاہرینؑ نے اپنی مصیبتوں کو بھلا کر صرف امام حسینؑ کی مصیبت کو اٹھانے کا حکم دیا تا کہ شہادت امام حسینؑ تمام آئمہ کی مظلومیت کی شاخص ومینار قرار پا سکے۔ اسکے وسیلہ سے دنیا میں ہمیشہ ظالم سے نفرت کرنے والے امام حسینؑ کی مصیبت کو ہر ظالم کے خلاف احتجاجی طور پر اٹھائیں۔

۲۔ اہداف عزاداری: عزاداری امام حسین علیہ السلام وہ ہے جس میں انکی مظلومیت کا ذکر ہو، حسینؑ کس چیز کے خواہاں تھے اور یزید کس وجہ سے آپ کا مخالف تھا، عزاداری امام حسینؑ میں انہی دو موضوعات کو ہی گفتگو میں لانا چاہئے انہی کی تفسیر وتوضیح ہونی چاہئے، انہی کے حوالے سے انسانی ضمیر وجدان کو جھنجوڑا جائے اور اس سے عدالت و انصاف کو طلب کیا جانا چاہئے۔ اگر ہم امام حسینؑ اور یزید کے اختلافات کی ورق گردانی کریں تو ہمیں پہلے صفحات پر ہی مرکزی نکتہ اختلاف، خلافت اسلامیہ کے عنوان سے نظر آئے گا۔ یزید خود کو اس خلافت کا حق دار سمجھتا تھا اور اس ضمن میں اسکی واحد منطق وراثت تھی وہ خلافت کو اپنے والد کی وراثت میں سے سمجھتا تھا۔ جبکہ اسکے

مدمقابل امام حسین علیہ السلام اسے ہرزاویئے سے خلافت اسلامیہ کیلئے نااہل وناروا سمجھتے تھے، خلافت یزید کے سپرد کرنے کے عمل کو امام حسینؑ اسلام وشریعت محمدی کو دفنانے اور امت مسلمہ پر ڈھائے جانے والے مظالم سے چشم پوشی کے مترادف سمجھتے تھے چنانچہ عزاداری امام حسینؑ میں سرفہرست بیان ہونے والا مسئلہ قیادت ورہبری کا ہے، قرآن میں اسکی کیا شرائط ہیں کون اس منصب کا اہل ہے اسکا بیان ہونا چاہئے، اگر اس مسئلہ کو نظر انداز کیا گیا تو اس کا ضرر اسلام کو ہی پہنچے گی

۳۔ سند عزاداری: کتب تاریخ ومقاتل قدیم جس پر محققین مؤخین مقاتل نے مہر تصدیق لگائی ہو اور انکا مواد کسی عقلی آیت قرآن روایت معتبر سے متصادم نہ ہو۔

۴۔ امام حسینؑ کی مظلومیت کے ساتھ ان کے اہداف عالیہ سے متعارف کروانا۔

شیعیان حیدر کرار کی عزاداری

اس سال آپ کس کی عزاداری منائیں گے امام حسینؑ کی عزاداری منائیں گے تو اس کیلئے بہت مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا یا آپ عزاداروں کی عزاداری میں شریک ہونگے اسکا فیصلہ ایام عزا سے پہلے کرنا ہوگا۔ کیونکہ امام حسینؑ اور عزاداروں کی عزاداری میں اہداف و مقاصد شرائط ووسائل ایک دوسرے سے مختلف ہیں:

۱۔ عزاداروں کا ہدفِ عزاداری: ان کے پاس عزاداری امام حسینؑ کیلئے نہیں بلکہ وہ عزاداری سے اپنے مخصوص اہداف کے خواہاں ہیں۔

۲۔ حدود وقیود: وہ عزاداری کے قیام میں کسی قسم کی حدود وقیود کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک عزاداری کا قرآن وسنت کا پابند ہونا ضروری نہیں بلکہ عزاداری، عزاداروں کی خواہشات کی پابند ہیں۔

۳۔ سند تاریخ ومقاتل: یہ اس سلسلہ میں کسی بھی قصہ، کہانی بیان کرنے میں سند پیش کرنے کے پابند نہیں بلکہ عزاداری کے نام ہر قسم کے واقعات پیش کر سکتے ہیں۔

۴۔ عزاداری میں معتبر کتب تاریخ اور مستند مقاتل سے پڑھنے کے پابند نہیں بلکہ یہ عزاداری کیلئے مندرجہ نکات سے آشنا کرتے ہیں

۱۔ عبا، قبا اور عمامہ میں ملبوس ہونا۔

۲۔ عراق وایران کے حوزہ علمیہ سے پڑھا ہونا، جہاں فقہ اور اصول کے علاوہ تاریخ کا پہلا سبق بھی نہیں پڑھایا جاتا۔

۳۔ یہ کہنا اگر واقعہ کربلا کے بارے میں رائج کوئی بھی قصہ بیان نہ کیا تو حضرت زہرا (سلام اللہ علیہا) ناراض ہو جائیں گی یا حضرت فاطمہؑ نے فلاں شخص کو اس قصے کا ذکر کرنے کا پیغام بھیجا ہے۔

۴۔ امام حسینؑ پر بہت مصیبتیں گزری ہیں، ان اشقیاء نے بہت مظالم کئے ہیں لیکن جو ہم پڑھتے ہیں یہ ان کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔

۵۔ بعض افراد اور کتب عزاداری کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں ان سے ہوشیار رہیں

۶۔ کسی دینی مدرسے کا استاد ہونا یا شاگرد ہونا۔

۷۔ یہ قصہ ہم نے کسی کتاب میں دیکھا ہے یا معتبر ذرائع سے سنا ہے۔

۸۔ کسی مجتہد کے حضور میں کسی ذاکر کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

۹۔ کسی شخص یا کتاب کی سند دینے کے بعد کوئی بھی مصیبت پڑھ سکتے ہیں اس سے ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ خیالی و بناوٹی لوگوں کی عزاداری

۱۔ قصہ عروسی حضرت قاسم بن حضرت امام حسنؑ: یہ شادی کس عمر میں کس لڑکی سے کس وقت اور کس حالت میں ہوئی ہے۔اسکا ذکر کونسی مستند تاریخ میں ہے۔ اور اس پر اہل تاریخ و مقاتل کس حد تک اعتبار کر سکتے ہیں۔کیا اس غم انگیز اور لاشوں کی نقل و حرکت اور عزیزوں کے آہ و فغاں کی حالت میں یہ شادی انجام پائی ہے؟ دور حاضر میں اس شادی کے مراسم علاقائی رسومات کے تحت منائے جاتے ہیں لیکن معلوم نہیں یہ ان غیر شیعوں کو جوان دو مہینے میں ازدواجی مراسم انجام دیتے ہیں کیوں اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنا کر لشکر یزیدی کے ہم نوا قرار دیتے ہیں؟

۲۔ قصہ فاطمہ صغریٰ: امام حسین سے منسوب کتنی بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک کو آپ بیماری کی حالت میں مدینہ چھوڑ کر کربلا تشریف لے گئے۔ اس بیٹی سے ایسی کہانیاں منسوب کی گئی ہیں جو ایک ادنیٰ اور جاہل بدو گھرانے کی لڑکی بھی نہیں کر سکتی۔امام کی کتنی بیٹیاں تھیں؟ ان میں سے کتنی آپ کے ساتھ تھیں؟ ایک حسن مثنیٰ کے عقد میں تھیں جنکا نام فاطمہ صغری ہے جو کربلا میں تھیں مقاتل میں انکے خطبات کا ذکر موجود ہے، دوسری سکینہ جو کربلا میں تھیں۔ باقی وہ کونسی بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک نے کربلا میں بغل گیر ہو کر وفات پائی، ایک نے شام میں وفات پائی، ایک کی قاسم بن الحسنؑ سے شادی ہوئی ان کے کیا نام تھے اور یہ امام کی کس بیوی سے تھیں یہ واضح کیا جائے۔تاریخ کربلا کو صاف اور مدلل پیش کریں، اسے اپنی مجلس کی کامیابی کیلئے قربان نہ کریں۔

۳۔ طفلان مسلم بن عقیل: حضرت مسلم بن عقیلؑ کے دو جواں فرزند جو صاحبِ شجاعت و شہامت اور فضائل و کمالات میں اپنے باپ کے وارث تھے۔ جنکا شمار بعض تاریخ مقاتل

کے تحت کربلا کے اولین شہداء ابوطالبؑ میں کیا جاتا ہے، جبکہ یہ دونوں نابالغ بچے کیسے اور کہاں سب سے الگ ہوئے اور کوفہ میں قتل ہوئے۔ ان دونوں کی کیا فضیلت وامتیاز ہے کہ جس کی بنیاد پر ان معصوم بچوں کا تو ذکر کیا جاتا ہے لیکن وہ دونو جوان جو کربلا میں شہید ہوئے ان کا ذکر اس فہرست سے محو ہے، اگر شیخ طائفہ شیخ صدوق علیہ رحمہ سے کوئی بھی واقعہ چاہے وہ موازین عقل ونقل اور تاریخ سے متصادم ومتعارض بھی ہو من وعن قبول کرنا چاہیے تو پھر شیخ طائفہ سے منسوب ایک نقل کہ خمس شیعوں کیلئے مباح ہے بھی موجود ہے تو کیوں اسے دونوں ہاتھ بڑھا کر وصول کرتے ہیں، خمس نہ دینے والوں کو کیوں مرتد و غاصب کہتے ہیں شیخ طائفہ سے منسوب ایک قول سہوالنبی بھی ہے یعنی نبی سہو (بھول سکتا) کرسکتا ہے اس قول کو کیوں نہیں اپناتے۔ قارئین! غیر معصوم کتنی ہی جلیل القدر ہستی کیوں نہ ہو اس سے غلطی کی گنجائش رکھی جاسکتی ہے۔ بالخصوص گزشت زمان کے ساتھ ان کی کتابوں میں بھی کمی بیشی ہونے کا احتمال ہے اسی لئے علماء ہمیشہ نسخہ اصلی تلاش کرتے ہیں تاکہ موجودہ کتاب کا اس سے موازنہ کریں۔

۴۔ قصہ ام حبیبہ: یہ ام حبیبہ نامی خاتون کون تھیں، یہ کیسے امام کے عقد میں آئیں کس بنیاد پر امامؑ نے ان کو طلاق دی اور کس کتب تاریخ ومقاتل میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

۵۔ قصہ شیریں: یہ قصہ بھی قصہ ام حبیبہ کی طرح ہے۔

۶۔ حیوانوں سے منسوب کرنا: رونا وسیلہ سے نکل کر اب ہدف بن چکا ہے اس کا واضح ثبوت یہ قصہ ہے جو حیوانوں سے منسوب ہے۔ آیا کسی حیوان کے طور طریقہ پر رونا امام حسینؑ پر رونا قرار پاسکتا ہے، اسی طرح اونٹوں کا امام سجادؑ سے خرابہ شام سے گزرتے ہوئے بات کرنا اور گفتگو کرنا وغیرہ یہ سب قصہ کہانیاں ہیں۔

۷۔ بنی اسد کے بچوں کا قصہ: اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز قصہ بنی اسد کے بچوں کا ہے کہ جس

میں بیان کیا جاتا ہے امام حسینؑ نے واقعہ کربلا سے پہلے بنی اسد کے بچوں کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ اگر ہم یہاں مارے جائیں اور ہمیں دفنانے والا کوئی نہ ہو تو تم اپنے دامنوں میں مٹی بھر کر آنا اور کھیلتے ہوئے ہمارے اجساد پاک پر ڈالنا، تمہارا کھیل ہو جائے گا اور ہم دفن ہو جائیں گے۔

۸۔ **حضرت علیؑ کا شام غریباں میں کربلا میں آنا:** کربلا کے میدان میں شام غریباں کو حضرت زینب (س) کا پہرہ دینا اور امیر المومنین حضرت علیؑ کا حضرت زینب (س) کو پرسا دینے کیلئے کربلا آنا۔

۹۔ **شام غریبان میں بچوں کا کم ہونا:** حضرت زینبؑ نے شام غریباں کو جب بچوں کو گنا تو ان میں سے دو کم معلوم ہوئے تو ام کلثوم کو ساتھ لے کر تلاش میں نکلیں، دیکھا دو بچے آپس میں بغلگیر ہو کر مر چکے تھے۔ امام حسینؑ کے ساتھ کتنے بچے تھے کیا ذاکر، خطیب اور مصیبت بیان کرنے والے اس کی تفصیل بتاتے ہیں اور اس کی کوئی سند پیش کرتے ہیں۔

۱۰۔ کربلا میں حُر ریاحی کو دفنانے کیلئے ان کے بیوی اور فرزند کے آمد کی کہانیاں۔

۱۱۔ عشرہ مختار ثقفی کی من گھڑت مصائب کی مجالس۔

۱۲۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا مقتل کربلا اور کوفہ وشام کے راستوں میں آکر حسینؑ کو دامن میں لینا، کبھی سکینہ کو گود میں لینا وغیرہ قیام امام حسینؑ کے اہداف کے ساتھ دین کو بھی افسانہ بنانے کے مترادف ہے۔

ان جیسی اور بھی سینکڑوں قصے کہانیاں موجود ہیں جو مصائب کی صورت میں پیش کی جاتیں ہیں۔ جن کا امام حسینؑ یا آپکے اہداف و مقاصد سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ واسطہ بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتیں۔

۱۳۔ یہ عزاداری مافوق از عقل ہے۔ اس کی کسی بھی شکل میں عقل کا کوئی دخل نہیں تاکہ جھوٹے

اور من گھڑت قصوں کے نفوذ کا دروازہ کھلا رہے۔

اس عزاداری کی خاص پہچان یہ ہے کہ قرآن وشریعت اور سنت وسیرت معصومینؑ میں جس چیز کا وجود تک نہ ہوا سے یہاں جائز قرار دیکر واجبات ومستحبات سے بھی زیادہ واجب واہم ترین گردانا جاتا ہے، اس کیلئے یہ لوگ کبھی کبھار تو مجتہدین کی علاقائی مصلحت بتا کر ایسی چیزوں کے جائز ہونے کا فتویٰ بھی حاصل کر لیتے ہیں، انکا کہنا ہے اگر عزاداری میں جھوٹ قصے کہانیوں اور عقل سے مافوق اور نا قابل تسلیم چیزوں کو راوی کی طرف نسبت دے دیں تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول وفعل سے ثابت کرتے ہیں کہ رات کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی غرض کسی بھی وقت کسی بھی گلی، کسی بھی چوک کسی بھی شاہراہ اور کسی بھی مسجد وامام بارگاہ میں عزاداری کے نام پر مردوں اور بے حجاب خواتین کا مخلوط اجتماع جائز ہے، زنجیر مار کر خون میں شرابور ہونا جائز ہے۔ غرض یہاں کسی بھی کام کیلئے یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ خدا ورسول اور آئمہ معصومینؑ نے اس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں بس اس کا جائز ہونا ہی کافی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ مومن ومسلمان ہونے کی پہچان بننے والے واجب اعمال کو یکسر نظر انداز کر کے چند ایک جائز اعمال کو مذہب کی عظیم ترین ضروریات میں شامل کئے ہوئے ہیں۔

عزاداروں کی عزاداری

اس وقت دنیا کے گوشہ وکنار میں ہونے والی عزاداری میں سے نوے فیصد عزاداری، عزاداروں کی عزاداری ہے۔ جو اہداف قیام امام حسینؑ کو حاصل کرنے کی بجائے عزاداروں کے اہداف ومقاصد کی تکمیل میں معاون ہو رہی ہے۔ اگر قارئین دقت سے غور فرمائیں تو واضح ہوگا کہ عزاداری کا انتظام وانصرام کرنے والے افراد کے معاشی حالات، رہن سہن کے انداز، مال ودولت، جائیداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا انکی عزاداری انکے ذاتی مفادات کو پورا کرنے کا وسیلہ بنی ہوئی ہے، اسکی شناخت مندرجہ ذیل نکات سے ہوسکتی ہے:

۱۔ انکی عزاداری میں جھوٹ اور من گھڑت قصے کہانیوں اور افسانوں کو شامل کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ انکی عزاداری کا بنیادی مقصد لوگوں کو رلانا ہے چنانچہ جتنا عزاداری اشک آور ہوگی اتنا ہی اسے کامیاب سمجھا جاتا ہے اسی کے تناظر میں خطیب اور نوحہ خوانوں کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ غرض انکی عزاداری کا بنیادی مقصد رلانا ہی ہے۔

۲۔ انکی یہ خود ساختہ عزاداری شریعت کے حلال وحرام، واجبات ومستحبات کی حدود سے آزاد ہوتی ہے، جھوٹ بولنا یہاں حرام نہیں، کسی کو تکلیف دینا حرام نہیں، سب وشتم مستحسن ہے دیگر امت مسلمہ کی اجازت کے بغیر انکی حدود سے گزرنا انکے ہاں حرام نہیں، دیگر مسلمانوں کی مساجد کے عین سامنے اور وقت نماز شور شرابا کرنا انکی نماز جیسی عبادت میں خلل ڈالنا یہ حرام نہیں سمجھتے، بلکہ یہ تو نماز کے اوقات میں خود نماز کیلئے وقفہ بھی نہیں کرتے، یہ اس وقت یہ بات بھول جاتے ہیں کہ امام حسینؑ نے حالت سجدہ میں جام شہادت نوش کیا، ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے یہ لوگ نماز کی بجائے عزاداری کو مومن کی معراج سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک شریعت محمدی نامی کوئی چیز نہیں یہ کبھی شریعت حسینؑ کا ہی نام لیتے ہیں لیکن اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ ان کے نزدیک شریعت حسینؑ سے مراد اپنی خود ساختہ شریعت ہے جس کے ذریعے یہ شریعت خدا ورسول کی مخالفت کرتے ہیں، یہ نام تو امام حسینؑ کا لیتے ہیں لیکن عزاداری اپنی مقاصد واہداف کی خاطر کرتے ہیں۔

عزاداری کی عزاداری

خداوند عالم اپنے سایہ رحمت میں حضرت آیت اللہ عظمیٰ شیخ جعفر شوستری کو جگہ عنایت فرمائے آپ ایام محرم کی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ

''ہم اس مسئلہ میں حیران وسرگرداں ہیں آیا ہم عزاداری امام حسینؑ کریں، آپؑ پر گزرنے والے مصائب ومسائل کے ساتھ آپؑ کے اہداف ومقاصد کو پیش کریں

یا آپؑ کی عزاداری پر گذرنے والے مصائب پر عزاداری کریں''۔
مفاد پرست ''عزاداری امام حسینؑ'' کو کونے پر لگا کر اپنے مسائل کی عزداری میں مصروف عمل ہیں ہر فرد و گروہ کے اپنے اپنے مسائل ہیں، ہر کوئی اپنے مسائل کیلئے سینہ پیٹتا ہے عزاداری کے حوالے سے آئے دن ہونے والے جھگڑے اس کا مظہر ہیں، کیونکہ اگر یہ عزاداری امام حسینؑ کی ہوتی تو سب اس میں برابر کے شریک ہوتے۔ جبکہ یہ عزاداری مفاد پرستوں کی ہے لہٰذا جب ان مفاد پرستوں کے مفاد کو خطرہ ہوتا ہے تو یہ دوسرے گروہ سے نالاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ مصائب سننے والوں کی عزاداری علیحدہ ہے اسی طرح زنجیر مارنے، گھوڑا نکالنے' پرچم اٹھانے والوں کی علیحدہ علیحدہ عزاداری ہے۔ اسی طرح مجلس پڑھنے اور انتظامیہ کی عزاداری بھی علیحدہ ہے، جو عزاداری امت کو ایک نام کے گرد جمع کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی، اسی کو امت کی صفوں میں انتشار کا سبب بنا دیا گیا ہے ہر گلی، محلّہ میں آمنے سامنے عزاخانے قائم ہیں' ہر جگہ فلک پوش پرچم نصب ہیں اور انکے بانی وانتظامیہ گذرنے والے افراد پر نظر رکھے ہوئے ہوتے ہیں کون ان کے صندوق میں پیسے ڈالے گا۔
رائج عزاداری کا امام حسینؑ کی عزاداری نہ ہونے کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگر یہ عزاداری امام حسین کی ہوتی تو عزادار اہداف ومقاصد امام حسینؑ کے قریب ہوتے' ظالمین کے مقابلے کی ذمہ داری کو اپنے دوش پر اٹھاتے' یہ آسانی سے درک کر سکتے کہ نمائندۂ امام کون ہے اور نمائندۂ یزید کون ہے۔ اگر عزاداری امام حسینؑ کی ہوتی تو عزادار شریعت حسینؑ سے آشنا ہوتے۔ آج عزاداروں کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مخبوط الحواس شخص علی کا نعرہ لگائے اور دعوائے محبت کرتے ہوئے بیماریوں کی شفا کا دعویٰ کرے تو یہ لوگ جوق در جوق اس کے گرد اکھٹے ہوتے ہیں۔ ان حالات میں مومنین تو درکنار علماء کے علم وایمان پر فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ شکر ہے یہ لوگ نبی اکرمؐ کے دور میں نہیں تھے کیونکہ اگر ہوتے تو لازماً یہ مسلیمہ کذاب کے گرد جمع ہو جاتے۔

نام نہاد عزاداروں کے پاس حق و باطل کی پہچان کیلئے ایک ہی کسوٹی ہے وہ یہ کہ ان کی حاجتیں کہاں سے پوری ہوتی ہیں ۔لہٰذا وہی علماء کامیاب ہوتے ہیں جو ان کی باطل وگمراہ حرکات وسکنات پر خاموشی اختیار کریں، بلکہ اشاروں اور کنایوں میں ان کی تائید اور رہنمائی کریں۔

عزاداری پر عزاداروں کا ظلم

عزاداری مظلوم کی حمایت کرنے کی دعوت ہے، مظلوم جب ظالم کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو کسی ایسی جگہ کی تلاش کرتا ہے جہاں اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا لوگوں کے سامنے اظہار کرے تا کہ اپنی حمایت حاصل کر سکے۔اقوام وملل کسی رنگ ونسل کی تمیز کیے بغیر اس کی حمایت کیلئے آمادہ ہوتے ہیں ہر وہ انسان جو ظلم سے وابستہ نہ ہو اس مظلوم کے گرد جمع ہوتا ہے انسانوں کی مظلوم سے غیر مشروط حمایت دیکھ کر بعض ظالم پیشہ جب کسی پر ظلم کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے مرحلہ میں خود کو مظلوم ظاہر کرتے ہیں ۔چنانچہ حالیہ بین الاقوامی واقعات میں دنیا کے سب سے بڑے پیشہ ور ظالم نے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کیلئے پہلے خود کو مظلوم بنایا اور پھر مسلمانوں پر ظلم کی بارش ڈھائی، غرض تاریخ بشریت میں یہ ایک نمایاں سنت رہی ہے۔

مکتب تشیع سے وابستہ افراد اپنے آئمہ طاہرینؑ کی ہدایت پر عرصہ قدیم سے امام حسینؑ کی مظلومانہ شہادت پر ہر سال ایک عشرہ آپؑ کی یاد میں مناتے چلے آرہے ہیں تا کہ مظلوم کے حامیوں میں اضافہ اور ظالمین سے نفرت اور بیزاری کا اظہار ہو،لیکن حالات سے ظاہر ہوتا ہے مظلوم کی حمایت میں اضافہ ہونے کی بجائے حامیوں میں محسوس طریقہ سے کمی آرہی ہے بلکہ مظلومیت کا اظہار کرنے والوں کی مخالفت میں اضافہ ہورہا ہے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے مکتب تشیع سے وابستہ عزاداری امام حسینؑ کے مراسم ادا کرنے والے ارباب حل وعقد کو ان بدلتے ہوئے غیر فطری حالاتؒ کے بارے میں سوچنا چاہیے۔آخر مظلوم ہونے کے باوجود کیوں ہماری حمایت میں کمی اور مخالفت میں اضافہ ہورہا ہے۔اگر ہمارا مدعا مظلومیت کے اظہار کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو یہ گمان کر سکتے تھے کہ

ہمارے مخالف زیادہ طیش میں آ گئے ہیں۔لیکن ہم تو مظلوم ہیں اور مظلوم پر کسی کو غصہ نہیں آتا۔ مظلوم اگر ظالم کے دربار میں بھی چلا جائے تو ظالم بے بس اور شرمسار ہو جاتا ہے، چنانچہ ہمارے ارباب حل وعقد کو اس مسئلے پر ہر قسم کے مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سوچنا چاہیے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر سوچنا بذات خود مظلوم کی حمایت کرنا ہے لہٰذا اگر آپ مظلوم کی حمایت کے حامی ہیں تو اس مسئلہ پر سوچئے۔

ہماری عزاداری سے اس ملک میں بسنے والے مسلمان بھی پریشان و نالاں ہیں۔ایام عزا میں وہ بھی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں خدایا اس عشرہ محرم کو خیریت سے گذار دے کیونکہ ان کے بقول ان ایام میں شیعہ طیش میں ہوتے ہیں کسی کی بات نہیں سنتے، دوسری طرف حکومت کے ذمہ دار افراد اپنی جگہ پریشان ہوتے ہیں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہ پیش آجائے جس کی وجہ سے انکا سٹار اترنے کی نوبت آجائے۔اسکے علاوہ ہم خود بھی اپنی جگہ پریشان ہوتے ہیں کہ کہیں ہم حمایت حاصل کرنے کی بجائے خود ظلم کا نشانہ نہ بن جائیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے بہت سے مظلوم اب ظالم بن چکے ہیں یعنی اپنی مظلومیت کے اظہار میں ظالم بن چکے ہیں۔اگر عزادار خود ظالم ہوں تو چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی امام حسینؑ کی مظلومیت میں اضافہ ہوگا۔اس لحاظ سے ہمیں پہلے مرحلہ میں یہ دیکھنا ہوگا کہ ظالم کسے کہتے ہیں اور مظلوم کی کیا تعریف ہے۔عقل و شرع اور لغت تینوں' ظالم و مظلوم کی ایک ہی تعریف کرتے ہیں۔ ظالم وہ ہے جو اپنے لئے مقرر شدہ حدود سے باہر نکل جائے اور مظلوم وہ ہے جسکی حدود میں کوئی داخل ہو جائے۔اسی طرح اگر مظلوم عدل و انصاف طلب کرتے ہوئے اپنی حدود سے تجاوز کرے تو وہ وہیں سے ظالمین کی صف میں شامل ہو جائے گا اور اپنی حمایت کھو بیٹھے گا جو نفرت ظالم کا مقدر ہے وہ اسے بھی ملے گی۔

آیئے دیکھتے ہیں کہیں ہم اپنی حدودِ مظلومیت سے زیادہ آواز بلند کرنے اور حمایت حاصل کرنے

کے طور طریقے سے تجاوز تو نہیں کر رہے۔ کہیں ہم مظلومیت سے نکل کر ظالم تو نہیں بن رہے ہیں ہمیں قرآن کریم اور سیرت طیبہ خاتم الانبیاءؐ جو کہ ہر مسلمان کیلئے حدود معین کرنے کا مصدر و مآخذ ہے اسی کی روشنی میں ہی اپنی عزاداری کے تمام رسم و رواج اور طور طریقوں کو اپنانا چاہیے۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتے ہیں جو میری حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ ظالم ہیں، اس تناظر میں ہم عناصر ترکیب عزاداری کا ایک جائزہ لیتے ہیں کہ ہماری عزاداری کن چیزوں سے مرکب ہے:

۱۔ خود امام حسینؑ کی ذات مبارک ہے ہمیں دیکھنا ہے ہمارے فضائل اور مصائب گوئی میں خود امام حسینؑ کی ذات ظلم کا نشانہ تو نہیں بن رہی؟ ہم ظالم بن رہے ہوں، جبکہ حسینؑ مظلوم ہیں تو ایسی صورت میں ہمارا شمار حسینؑ کی صف میں شامل ہونے کی بجائے یزید، شمر اور ابن زیاد کی صف میں ہوگا۔ جنہوں نے دشمن کی حیثیت سے آپ کا مقام گرانے کی کوشش کی جبکہ ہم دوستی کی زبان سے ایسا کر رہے ہوں۔

۲۔ ہماری عزاداری کے اجتماعات یا جن جگہوں سے عزاداری کرتے ہوئے ہم گزرتے ہیں ہماری ان سرگرمیوں کی وجہ سے اہل وطن خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم' ان کے ساتھ زیادتی تو نہیں ہو رہی اگر ہو رہی ہے تو ہم خود ظالم بنیں گے اگرچہ آپ اسے اپنا حق ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں۔ اگر چور کسی کے گھر میں داخل ہو کر یہ کہے کہ یہ میرا حق ہے تو اسکی یہ منطق قبول نہیں کی جائیگی۔

۳۔ امام حسینؑ کے قیام کا ایک مقصد و ہدف تھا جو آپؐ کے خطبات وکلمات اور سیرت سے واضح ہے' آپ اسلام کی سربلندی، مسلمانوں کی وحدت و یکجہتی کا مظہر تھے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہیں ہماری عزاداری اسلام سے بے اعتنائی اور مسلمانوں میں افتراق اور انتشار کا سبب تو نہیں بن رہی، اگر ایسا ہے تو ہم امام حسینؑ کے اہداف و مقاصد پر ظلم کر رہے ہیں جو امامؑ پر ہونے والے مظالم سے بھی بدتر ہیں۔

۴۔ چوتھا عنصر خود عزادار ہیں، جو اپنے آئمہؑ کے فرمودات کے تحت امام حسینؑ کے قیام کے اہداف و مقاصد کو دنیا کے دیگر گوشہ و کنار اور آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا کردار ادا کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم واسطہ بننے کی بجائے خود ہدف بن رہے ہوں اور حسینؑ ہمارے اس ہدف کے وسیلہ کے طور پر استعمال ہو رہے ہوں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ چار عناصر اپنی حدود میں قائم ہیں یا اپنی حدود سے نکل چکے ہیں، عزاداری جو اس وقت رائج ہے یہ کہاں سے اپنی حدود سے نکل رہی ہے اور کہاں ظلم ہو رہا ہے:

۱۔ خدا پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے منابر سے خطیب اور مقرر خدا کو بے بس دکھاتے ہیں تدبیر اور تخلیق کے نظام کو علی ابن طالبؑ سے وابستہ و مربوط کرتے ہیں جو سب سے بڑا ظلم ہے۔

۲۔ دین و شریعت اور عقائد و فروعات ایک مکمل نظام حیات ہیں جو دنیا کی سعادت اور آخرت کیلئے باعث نجات ہے۔ ان سب کو چھوڑ کر صرف عزاداری ہی کو مذہب بنانا اور اس میں بھی شریعت کی معین کردہ حدود کو چاک کر کے مرد و عورت بے حجابی کے عالم میں یورپ اور غیر مسلموں کے اجتماعات جیسا مظاہرہ کر رہے ہیں کیا ان لوگوں میں اسلام سے وابستہ ہونے کی کوئی نشانی نظر آتی ہے۔

۳۔ امام حسینؑ ہی مصائب کا مرکز و محور ہیں۔ لہٰذا آئمہ طاہرینؑ نے صرف امام حسینؑ کی مصیبت کو اٹھایا، اگر اہلبیتؑ پر کوئی مصیبت آئی تو حسینؑ کی مصیبت کو یاد کیا لیکن ہماری عزاداری میں' ان کے رکاب میں موجود ان بھائیوں، بیٹوں' برادر زادوں، آپؑ کی خواہر و بیٹیوں اور زوجہ کی بجائے فرضی زوجات ام حبیبہ، شیریں پر رویا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ ظلم کس پر ہوا اور رویا کس پر جا رہا ہے۔ ظلم اس کائنات کی اشرف المخلوقات اور منتخب شدہ گھرانے پر ہو اور مصیبت اونٹ، ہرن اور گھوڑے پر پڑھی جاتی ہے۔

۴۔ قیام حسینی جو زندہ و تابندہ ہے، جس سے قدیم کتب تاریخ پُر ہیں اسے چھوڑ کر قصے کہانیوں،

خوابوں اورسنی سنائی باتوں کو پڑھا جاتا ہے۔ جو بذات خود تاریخ حسینؑ پر ظلم ہے کیونکہ اصل تاریخ کو چھوڑ کر جعلیات بیان کرنا ظلم ہی کہلائے گا۔

۵۔ عزاداری، جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مظلوم کے حامیوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے یہاں اضافہ تو درکنار عزاداری قوموں اور گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ ہر قوم کی علیحدہ نوحہ خواں پارٹیاں اور ماتمی دستے ہیں۔

۶۔ امام حسینؑ کا اسلحہ قرآن کریم اور سنت رسولؐ سے استدلال، عقل و منطق ضمیر و وجدان سے گفتگو یہ تمام حسین ابن علیؑ کی طاقت اور نہ ختم ہونے والا اسلحہ تھے۔ جب کہ عزاداروں کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ قیام امام حسینؑ اور انکی عزاداری کو عقل سے خارج کیا جائے اور اسے ایک صوفیانہ مسلک بنا دیا جائے جہاں عقلاء کیلئے کوئی جگہ نہ ہو۔

۷۔ سب سے بڑا ظلم جھوٹ ہے جسے عزاداری میں شامل کیا گیا ہے ذاکرین کی یہ کوشش ہوتی ہے جھوٹ کو کسی نہ کسی کتاب کی طرف نسبت دے کر پڑھیں، کیونکہ یہ گریہ میں معاون ہے جب کہ قرآن نے جھوٹ کو ظلم قرار دیا ہے جسکا ذکر ان آیات میں ہے:

﴿ومن اظلم ممّن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذب بایٰتہ﴾ ''اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو خدا پر بہتان باندھے اور اسکی آیات کی تکذیب کرے'' (انعام/۲۱) ﴿فمن اظلم ممن کذب علی اللہ و کذب بالصّدق اذ جآئہ﴾ ''تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر بہتان باندھے اور صداقت کے آجانے کے بعد اس کی تکذیب کرے'' (زمر/۳۲) ﴿فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذب بایٰتہ﴾ ''اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے یا اس کی آیتوں کی تکذیب کرے'' (یونس/۱۷) ﴿ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذب بایٰتہ انہ لایفلح الظّٰلمون﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ

کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے" (انعام/۲۱) ﴿فمن ممن کذّب باٰیٰت اللّٰہ و صدف عنھا﴾ "اب اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے" (انعام/۱۵۷) ﴿فمن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبًا او کذّب باٰیٰتہٖ﴾ "آخر اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو بلکل جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے" (اعراف/۳۷) ﴿فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذّب باٰیٰتہٖ﴾ "پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے" (یونس/۱۷)

۸۔ ہمارے قرب و جوار اور گذر گاہوں کے قریب رہنے والوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ ملک میں رہنے والی اکثریت کے پیشواؤں کو بلند آواز میں سب وشتم کیا جاتا ہے، شریعت اور دنیا کے رائج قانون نے بھی ایک دوسرے کیلئے حدود معین کی ہیں اگر آپ اپنی حدود سے نکل کر دوسرے کی حدود میں داخل ہونگے تو یہ ظلم ہوگا لہٰذا قرآن فرماتا ہے جو دوسرے کی حدود میں داخل ہوگا اس کا شمار ظالمین میں سے ہوگا جبکہ عزادار گلیوں میں داخل ہو کر انہیں چیلنج کرتے ہیں انکی عبادت گاہوں اور عبادت کے مواقع پر جا کر انھیں وقت کا یزید کہتے ہیں کیا ایسے کردار و عمل سے بھی ہم مظلوم ہی رہیں گئے یا ظالمین کی صف میں شامل ہونگے۔

دین عزاداری کیلئے ہے

ایک طویل عرصے سے ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ عزاداری ہماری شہ رگ حیات ہے ہم اس جملے سے یہ مفہوم اخذ کرتے تھے کہ ہمارے دین کی ترویج واشاعت اور اس کی بقاء اسی عزاداری ہی سے ہے لیکن عزاداری میں استعمال ہونے والے کلمات، رسم و رواج میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی جس سے دین وشریعت کو فروغ ملتا ہو بلکہ کبھی کبھار دین کی توہین واہانت سننے اور دیکھنے میں آتی ہے۔ کبھی بے نیاز ذات باری تعالیٰ کے بارے میں ان مقررین کو یہ کہتے سنا کہ خدا

علی کا محتاج ہے اور کبھی قادر مطلق ذات خداوند متعال کے بارے میں یہ کہا علی کے بغیر خدا کی الوہیت ادھوری ہے، کبھی ان سے یہ سنا علی خدا کی طرح ہے خدا علی کی طرح۔ کبھی منبر رسول پر بیٹھنے والے مقررین قرآن کریم جیسی لاریب فیہ آسمانی کتاب کی اہانت کرتے ہیں، کبھی محافل عزاداری میں نماز کو مسترد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہوگا ایسی عزاداری دین کی بقاء ہے اور پھر گزشت زمان نے یہ ثابت بھی کر دیا ہے کہ اس عزاداری کی بدولت معاشرے میں دین کو فروغ ملنے کی بجائے خود دین ہی ناپید ہوا ہے، اس عزاداری سے دوسروں کو دین ملنا تو درکنار خود اس کو برپا کرنے والوں کے حلیہ و کردار میں دین و دیانت کے اثرات نظر نہیں آتے بلکہ ان میں اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو ہلاکت یزید کو صدیاں گزرنے کے باوجود کردار یزید کو زندہ رکھے ہوئے ہیں، جو نماز کی بجائے سینہ زنی و زنجیر زنی کو فوقیت اور اذان کی بجائے نعرہ حیدری بلند کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ماہ رمضان المبارک میں سر عام کھاتے پیتے اور اپنی خود ساختہ عزاداری و ماتم کو جاری رکھتے ہوئے احترام رمضان کو پامال کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے یہ عزاداری دین و شریعت کے احیاء و فروغ کے لئے نہیں بلکہ یہاں دین عزاداری کیلئے ہے۔ اور یہ لوگ عزاداری کے نام پر دین و شریعت کو پامال کر رہے ہیں، اگر یہ عزادار اس طرح کی عزاداری قائم کرنے کے لئے دین کا نام نہ لیتے تو دیندار لوگ کبھی بھی ایسی عزاداری قائم کرنے میں انکی معاونت نہ کرتے، انہیں سوچنا چاہیے کہ جب عزاداری شہ رگ حیات ہے تو شہادت امام حسینؑ سے پہلے رگ حیات کیا تھی؟، رگ حیات کبھی تبدیل نہیں ہوتی لہٰذا رگ حیات اہداف و مقاصد قیام ابی عبداللہ الحسینؑ ہے جو دین و شریعت کا احیاء اور اجرا و نفاذ ہے۔ لہٰذا عزاداری صرف اسی فکر و عمل کا نام ہے جو احکام و تعلیمات قرآن و معصومین سے امت مسلمہ کی اصلاح کرے اور انہیں ان تعلیمات کا پیروکار بنائے، بعض لوگوں کی یہ دعائیں بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا کرے عزاداری قائم و دائم رہے۔ کیونکہ یہ عزاداری کو ایک نعمت سمجھتے ہیں، بھلا وہ عزاداری کیونکر

نعمت کہلاسکتی ہے کہ جومحافظ دین وشریعت اور نواسہ رسول اور امام عالی مقام کی شہادت کے نتیجے میں ملی ہو۔ جبکہ شہادت امام حسینؑ وہ شہادت ہے جسے آئمہ طاہرینؑ نے اسلام و مسلمین کیلئے مصیبت عظیم کہا ہے۔ جو چیز آئمہؑ کیلئے مصیبت عظیم ہے اسے یہ لوگ نعمت گردانتے ہیں، یقیناً رائج عزاداری عزاداروں کیلئے نعمت تو ہوسکتی ہے دین کیلئے نہیں، اسکے علاوہ عزاداروں کی یہ دعا بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا ہمیں جنت میں عزاداری ادا کرنے کی توفیق دے یا امام زمانہ کے ظہور کے موقع پر عزاداری قائم کریں گے۔ حالانکہ معصوم کے ہونے پر یہ از خود کوئی حکم جعل نہیں کر سکتے دوسرا جب امام کا ظہور ہوگا تو وہ دنیا کو عدل وانصاف سے پر کردیں گے، تو عزاداروں کا عزاداری قائم کرنے کی دعا کرنا سمجھ سے باہر ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے انکی عزاداری دین وشریعت کی سر بلندی کیلئے نہیں بلکہ خود ایک ھدف ہے، جو ان عزاداروں کے مفادات پر منتہی ہوتا ہے۔

مجلس عزاداری سربلندئ دین کیلئے ہے

ایک عرصے سے شیعیان حیدر کرار نے مجالس امام حسینؑ کو یرغمال بنا کر اسے ایک قومی مسئلہ بنا رکھا ہے۔ لیکن سادہ لوح شیعہ اثنا عشری انہیں حقیقی پیروان امام حسین سمجھتے ہیں۔ یہ ان مفاد پرستوں کے لفظ قوم سے مراد دین سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں دین اور قوم دو الگ چیزیں ہیں کیونکہ قوم ہدایت لادینوں سے بھی لیتی ہے، ملک میں رائج رسومات و تقالید سے بھی لیتی ہے۔ جبکہ دین اپنی تمام نقل وحرکت کیلئے ہدایت قرآن وسنت سے لیتا ہے۔ وہ افراد جو اپنی زندگی کے بارے میں ہدایت قرآن وسنت سے لیتے ہیں قرآن وسنت کی رو سے وہ مکلّف ہیں ان کیلئے حرام ہے وہ خود کو ایسی مجالس کا جز بنائیں۔ ایسے لوگوں کی شرعی ذمہ داری ہے جہاں جہاں بھی قرآن نے شرکت سے منع کیا ہے وہاں شرکت سے پرہیز کریں۔ قرآن کریم نے جھوٹی مجالس میں شرکت سے منع فرمایا ہے:

﴿واجتنبوا قول الزور﴾ ''اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو'' (حج/۳۰) ﴿والذین

لا یشھدون الزور واذامروا باللغو مروا کراماً﴾ ''اور وہ لوگ جھوٹ اور فریب کے پاس حاضر بھی نہیں ہوتے ہیں'' فرقان ۷۲ مجادلہ ۲۔

اس لئے جہاں بھی مجلس جھوٹ پر مبنی ہو اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کسی حوالے سے شرکت کر لی جائے تو جھوٹ معلوم ہونے پر اس مجلس سے اٹھنا حکم شرعی سے ثابت ہے۔ شاید آپ کے اس عمل سے اس مجلس کی تطہیر ہو جائے جو ایک صادق ہستی کے نام سے منسوب ہے، لیکن اس میں بیان ہونے والے قصے کہانیاں جھوٹی و من گھڑت ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے آپ کوئی تشدد و اختلاف کے حالات پیدا کریں۔ یہ نہیں کہتے کہ عزاداری نہ کریں بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے آپ جھوٹ نہ بولیں اور نہ ہی سنیں ہم کہتے ہیں عزاداری امام حسینؑ حق ہے اس لئے عزاداری کے مخالفین سے ہمارا اختلاف ہے کیونکہ وہ ہمارے اس حق کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر عزاداری جھوٹ پر مبنی ہو تو وہ باطل ہے اور باطل سے دور رہنے کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔

عزاداروں کی عزاداری

امام حسینؑ کو صرف شخص یزید ابن معاویہ بن ابوسفیان سے دشمنی نہ تھی بلکہ آپ ہر اس شخص کے دشمن تھے جو دین و شریعت کو پامال اور تبدیل کرے۔ لیکن رائج عزاداری میں نمائندگان یزید خود شامل ہوتے ہیں، یہاں یزیدی کردار کے حامل افراد کو خصوصی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اکثر محافل و جلوس ہائے عزاداری کی باگ دوڑ یزید جیسے بدکردار افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں احتجاج کسی یزید کے خلاف نہیں ہوتا یہاں احتجاج کرنے والے صرف انہیں ہی یزید کہتے ہیں جو ان کے یزیدی کردار و عمل پر اعتراض کرتے ہیں۔ لہٰذا اس عزاداری کے دین و شریعت پر مثبت اثرات مرتب نہیں ہو رہے اور نہ ہی یہ عزاداری عزاداران حسین کو قرآن و شریعت پر عمل کی ترغیب دیتی ہے۔ چنانچہ جہاں یہ عزاداری ہے وہاں تیزی سے بے دینی پھیل رہی ہے۔ جہاں شراب کی دوکان نہ ہو عزادار شراب کی دوکان کھولتے ہیں کیونکہ یہ

یزید کا پسندیدہ مشروب تھا، یہ عزاداری انہیں چرس و ہیروین کے کاروبار اور استعمال سے بھی نہیں روکتی' جہاں گانوں کی کیسٹیں نہ ملتی ہوں وہاں عزادار اس کے کاروبار کو فروغ دیتے ہیں، شہر کے جس محلے اور جس گاؤں میں فلموں کی کیسٹوں کا نام ونشان تک نہ ہو یہ عزادار وہاں عریانی و بے حیائی پھیلانے والی فلموں کو رواج دینے کیلئے ویڈیو کی دکان بھی کھول لیتے ہیں۔حتیٰ جن فلموں پر پابندی لگائی جاتی ہے اور جنہیں دیکھنے والے دوسروں کو ان فلموں کے نام بتانے سے شرماتے ہیں یہ عزاداران فلموں کی کیسٹیں بھی سرعام بیچتے ہیں' اس عزاداری کے نتیجے میں بازاروں میں نوجوان لڑکیاں ننگے سر بے پردگی وفحاشی پھیلانے کے انداز میں گھومتی ہیں اور اسے عزاداری کا نام دیا جاتا ہے۔غرض آج جس عزاداری پر اہل تشیع کی جانی ومالی توانائیاں خرچ ہو رہی ہیں اس کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام انحرافات وخرافات کو کھلے عام فروغ مل رہا ہے۔ہم جس عزاداری کو یزیدیت کے خلاف گردانتے تھے آج اسی عزاداری کو پروان چڑھانے والے عزاداران یزیدان وقت کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ یزیدی افکار واعمال کے جنہیں معاشرے سے نسیت و نابود کرنا ان عزاداروں کا فرض بنتا تھا آج وہی یزیدی افکار واعمال ان عزاداروں کا امتیازی نشان بنے ہوئے ہیں، یہ اس کے فروغ پر جان ودل نثار کرتے نظر آتے ہیں۔چنانچہ شیعہ مذہب کے پیروکار آئے دن آئمہ طاہرینؑ کی پیروی وتاسی سے دور ہوتے جارہے ہیں۔جسکے نتیجہ میں لادینت ویزیدیت کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

تحفظ عزاداری کے نام سے مذموم عزائم کی مُہم جوئی

بعض الحادی، سیکولرزم تنظیموں اور انکے ایجنٹوں نے تحفظ عزاداری کے شعائر کو بلند کر کے شیعوں کو اہل سنت سے نفرت دلا کر اپنے بلاک میں شامل کیا ہے۔

عزاداری امام حسین دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اسکا پیغام ایک ہی ہے کہ نواسہ رسول محبوب امت اسلامیہ، اسلام کی خاطر بے یار و مددگار وقت کے طاغی وظالم یزید کے خلاف امت اسلامی کو

دعوت وحدت دیتے ہوئے میدان کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔لیکن جو عزاداری اس وقت ہم کررہے ہیں اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا یزیدی لشکر کا تعلق یہاں ہی کسی اکثریتی طبقہ سے ہے اور ہماری جنگ انہی لوگوں سے ہے چنانچہ جلوس جب مساجد کے قریب پہنچتا ہے تو وہ زیادہ جنونی کیفیت اختیار کرلیتا ہے۔

قیام امام حسینؑ جہاں وقت کے ظالم و جابر حکمران کے خلاف تھا وہاں ہی امام حسینؑ نے اپنی رقاب میں مفاد پرستوں کو بھی شامل کرنے سے گریز کیا، امام نے کہا میں ظالمین کا پشت پناہ نہیں بنوں گا اور نہ ہی ظالمین سے مدد لوں گا، ظالمین وہی ہیں جو حلال محمدؐ کو حرام اور حرام محمدؐ کو حلال کرتے ہیں اور بندگان خدا پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

لیکن ہمارے یہاں ظالم و غیر ظالم کی شناخت اس میں ہے کہ جو شخص اس عزاداری میں نذر و نیاز دے، علم کو پکڑے یا گھوڑے کی لجام تھامے، وہ سب عزادار و طرف دار حسینؑ ہیں چاہے وہ وقت کے فرعون اور اسلام کا مذاق اڑانے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

قارئین کرام! ان باتوں سے اچھی طرح واقف ہیں کہ فی زمانہ ہمارے مجالس عزا کی اکثر محافل میں ذاکرین و مقررین حضرات مندرجہ ذیل نکات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں:

۱۔ عزاداری برائے عزاداری یعنی اہداف و مقاصد سے خالی اقامہ عزاداری کی دعوت دی جاتی ہے۔

۲۔ تمام اہل سنت والجماعت کو دشمن اہل بیتؑ قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ حقیقت میں اہل سنت حضرات اہل بیت اطہارؑ کے نام پر صلواۃ وسلام بھیجتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔

۳۔ عزاداری امامؑ کو اس کے اہداف و مقاصد پر استوار کرنے اور اس کے اندر ٹھونسی گئیں خرافات کو نکالنے کا مطالبہ کرنے والوں کو عزاداری بند کرنے کی تہمت لگا کر روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔درحقیقت اس سے انکا مقصد عزاداری میں نت نئی خرافات داخل

کرنے کیلئے دروازہ کھلا رکھنا ہے۔

۴۔ فضائل اہل بیتؑ کے نام سے تشیع میں غلو اور نصیریت پھیلانے کی مہم جاری ہے۔

۵۔ آئے دن نئے شعائر حسینی کے نام سے نئی شبیہ، نئے تعزیئے کے ماڈل ایجاد کرنیکی مہم شروع کر رکھی ہے دراصل ان اقدامات کی آڑ میں یہ لوگ عزاداری امامؑ کو نصیّریت پھیلانے کیلئے بطور پلیٹ فارم استعمال کرتے ہیں۔

۶۔ برملا حکمران اور اکثریتی طبقہ کی مذمت کر کے ملت تشیع کو خوفزدہ اور ہنگامی حالات اور غیر یقینی زندگی میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جبکہ اسکے بالمقابل تحفظ عزاداری کے صحیح مصداق ومفہوم یہ ہیں:

۱۔ حیات وقیام حسینی کے تاریخی صفحات کو ہر قسم کے تغیر وتحریف (کمی پیشی) سے محفوظ رکھنا۔

۲۔ آئمہ طاہرین نے جن مقاصد کیلئے عزاداری امام حسینؑ قائم رکھنے کی سفارش کی ہے انہی مقاصد کی راہ پر اقامہ کرنا۔

۳۔ ان مجالس عزاء میں ہر فرد مسلمان بلکہ ہر ظالم سے نفرت اور مظلوم کی حمایت کے خواہاں افراد کو شرکت کی دعوت دینا ہے۔

۴۔ ہر قسم کی تقسیم اور گروہ بندی کے عوامل کو اس سے دور رکھنا۔

۵۔ عزاداری کے اجتماع اور مراسم کو بارونق اور بامعنی اور ناظرین وسامعین کے لئے محفوظ بنانا ہی تحفظ عزاداری کا صحیح مفہوم ہے۔

موقوفات عزاداری

مذہب تشیع میں امام حسینؑ سے ایک خاص قسم کی وابستگی پائی جاتی ہے۔ اس وابستگی کے نتیجہ میں نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں جتنی دولت واملاک آپ کے نام سے موجود ہیں اتنی کسی اور امام کے نام سے منسوب نہیں۔ یہاں پر ان موقوفات کے اعداد وشمار بیان

کرنے کی ضرورت تونہیں اور نہ ہی اسکی گنجائش ہے۔

جب امام حسینؑ کے نام سے منسوب، مختلف شکل وصورتوں میں اتنی کثیر موقوفات موجود ہیں تو ظاہر ہے ان پر وہ شرعی احکام بھی نافذ العمل ہونگے جو فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں بیان فرمائے ہیں اسی لئے ان احکام کو بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ علماء وفقہاء فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں پانچ نکات اہم ہیں:

الف۔ وقف: جو چیز وقف کی گئی وہ چیز خود اپنی اصل حالت میں باقی رہنی چاہیے، صرف اس سے حاصل ہونے والا فائدہ موقوف علیہ کے استعمال میں آسکتا ہے۔

ب۔ واقف: جو شخص کوئی چیز وقف کرتا ہے اسے واقف کہتے ہیں جیسے ہی یہ وقف وقوع پذیر ہوتا ہے، خواہ وہ وقف عام ہو یا وقفِ خاص، وہ چیز واقف کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔

ج۔ موقوف علیہ: موقوف علیہ جس کے نام پر وقف کیا جائے، اگر موقوف علیہ وقف شدہ چیز کو اپنے قبضہ میں لینے کی اہلیت نہ رکھتا ہو جیسے نابالغ، دیوانہ، مجور تصرف ہو یا خود موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے ولی یا متولی کو حق تصرف حاصل ہو جائیگا۔

بعض موقوف علیہ کو ولی کی ضرورت ہوتی تو ہے لیکن ولی نہیں ہوتا یا دوسرے لفظوں میں املاک کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں حاکم شرعی کی ذمہ داری ہے کہ اسکے انتظام وانصرام کا بندوبست کرے کیونکہ اس طرح کی موقوفات یا جائیداد کو متروک حالت میں نہیں چھوڑا جاسکتا، چناچہ قدیم زمانہ سے لیکر آج تک فقہاء کا طریقہ رہا ہے کہ اطراف وکنار میں اپنے نمائندوں کو ایک اجازت نامہ جسے ''امور حسبیہ'' کہا جاتا ہے دیکر بھیجتے ہیں تاکہ وہ ایسے معاملات کو سنبھال سکیں، تمام علماء دین اس طریقہ کار سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آج اگر آپ ملک کے گوشہ وکنار میں نظر دوڑائیں تو آپ مشاہدہ کریں گئے کہ کتنی ہی املاک ایسی

ہیں جو امام حسینؑ کے گھوڑے کے نام سے وقف ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے آیا ان املاک کا مالک گھوڑا ہے یا کوئی اور جو اس کی طرف سے جائیداد پر قابض ہے؟ اگر یہ چیزیں کسی کے قبضے میں نہیں ہیں تو پھر ان کا مصرف کیا ہے؟ کیا ان حالات میں ہزاروں کروڑوں کی املاک غیر شرعی مصارف میں ضائع نہیں ہو رہی؟ تمام اہل دین، بالخصوص علمائے دین سے درخواست ہے کہ وہ خود بھی اس مسئلے پر غور کریں اور فقہاء و مجتہدین سے بھی دریافت کریں۔

آج سب کچھ ہوتے ہوئے بھی مکتب امام حسینؑ بے بس ہے، صد افسوس کہ اس قیام کی تفسیر و توضیح کرنے اور اس سے متعلق سوالات کے جوابات دینے میں عقل و منطق کی بجائے گالی گلوچ اور ڈنڈے سے کام لیا جاتا ہے، کیا یہ ایک المیہ اور لمحہ فکریہ نہیں ہے؟۔

عزاداری امام حسینؑ اور دینی ادارے

ہمارے ملک میں عزاداری سید الشہداء علیہ السلام اور مجالس امام حسینؑ میں ہونے والی ذاکری، سوز خوان، نوحہ خوان اور سلام و مرثیے میں جو مواد پیش کیا جاتا ہے، اس کا بیشتر حصہ من گھڑت قصوں اور افسانوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ قیام مقدس امام حسینؑ سے متعلق مستند کتب کی عدم دستیابی، حیات و قیام مقدس ابا عبداللہ سے متعلق تحقیقی روش اپنانے میں کوتاہی اور اس موضوع پر ملک میں دروس، سیمینار اور مذاکرات کے انعقاد کی کمی ہے۔ صد افسوس کہ ہمارا دین تو حسینؑ کے دم سے قائم ہے مگر ہمارے دینی ادارے ان حقائق سے چشم پوشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ وہ قوم جو امام حسینؑ سے بے پناہ عقیدت رکھتی ہے، عزاداری پر ہمہ وقت اپنا تن من دھن غرض سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہے اسے اسکی غلط روش کے خطرات سے آگاہ کون کرے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ان نقصانات کی طرف متوجہ کرانے کیلئے خطرہ کی اس گھنٹی کو کم از کم اب تو بج ہی جانا چاہے۔

ہمارے یہاں ہر شخص محکم یقین، عقیدت و احترام اور انتہائی جذبہ کے ساتھ یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے

عزاداری ہماری شہ رگِ حیات ہے یہ جملہ گویا ایک ایسی قانونی دفعہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے جسے انسان آخری مرحلہ پر استعمال کرتا ہے، جبکہ اسکے برعکس پہلے مرحلہ میں اپنے دینی و مذہبی حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس طرح حقوق نہ مل پائیں تو بین الاقوامی حقوق انسانی کی دفعات کا سہارا لیتا ہے۔ جب اس سے بھی کام نہیں بنتا تو آخر میں حقوق حیات کے قانون کو اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ زندہ رہنے کا حق ہر ذی حیات کو حاصل ہے لہٰذا ہمیں بھی یہ حق ملنا چاہئے۔

جسطرح درختوں اور دیگر سبزہ جات کے زندہ رہنے کیلئے پانی اور آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح انسانی حیات کیلئے بھی پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس پانی کا نام عزاداری ہے یہ پانی ہمیشہ ملنا چاہے ہمیں اس کے طلب کرنے کا حق بھی حاصل ہے اس حق کو نظر انداز کرنا یا اس سے دستبردار ہونا ہمارے لئے گویا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اب ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ وہ عزاداری امام حسینؑ جو دین اسلام کیلئے موت و حیات کا درجہ رکھتی ہے، اس کی بقا کیلئے جو ادارے قائم ہیں وہ اس سلسلے میں کس حد تک سرگرم عمل ہیں اور کہاں تک اس طرف متوجہ ہیں۔ ہمارا مخاطب کوئی خاص گروہ یا ادارہ نہیں ہے ہمارا کسی سے کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی ہم کسی سے کسی چیز کے طالب ہیں ہمارا اگر کسی سے اتفاق ہے تو وہ فکر کی بنیاد پر ہے اور اگر کسی سے اختلاف ہے تو وہ بھی فکر کی وجہ سے ہے۔

کلمات اختتامیہ

قرآن وسنت کی رو سے ہر کام کا آغاز بسم اللہ سے شروع کرنے اور الحمد اللہ سے اسکا اختتام کرنے کا حکم ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں بعض جگہ الحمد اللہ سے بھی آغاز ہوا جیسے سورہ حمد، انعام، کہف، سباء اور فاطر الحمد اللہ سے شروع ہوتی ہیں جبکہ سورہ صافات کا اختتام الحمد اللہ سے ہوتا ہے اسی طرح اہل جنت کا آخری کلمہ بھی الحمد اللہ رب العالمین ہے۔ یہ سب اس لئے ہیں کہ نعمت کا نصیب ہونا بھی دعا ہے۔اسی طرح نعمت کو اسکی صحیح جگہ پر استعمال ہونے کی توفیق کیلئے بھی الحمد اللہ کی ضرورت ہے۔ہم نے دین و مذہب کے حوالے سے اس مختصر سی کاوش کی ابتداء بھی الحمد اللہ سے کی ہے اور اسکے اختتام کے موقع پر بھی خداوند رؤف و مہربان کی اس عنایت پر الحمد اللہ رب العالمین کہتے ہیں۔ ہر نعمت کیلئے ایک شکر ہے اور کمال شکر الحمد اللہ سے ہے الحمد اللہ کا نصیب ہونا اپنی جگہ ایک نعمت ہے اس نعمت کے لئے سجدۂ شکر کرنے کے بعد اب اپنی گفتگو کا خلاصہ اور کچھ رہ جانے والی گزارشات کو آپ قارئین کرام میں پیش کر کرتے ہیں:

اصول وقوانین عقائد

کسی فکر کو اسلامی فکر اور عقیدے کو اسلامی عقائد گردانا، کسی مستحب کو واجب قرار دینا ہر ایک کے دل بخواہ نہیں بلکہ اسکے بھی اصول وضوابط متعین ہیں ہمارے معاشرے میں جو چیز بطور نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ اصول دین میں کسی چیز کو شامل کرنے یا خارج کرنے کیلئے کسی اصول و ضوابط کے ہونے کا فقدان ہے اس عمل میں ہر کوئی آزاد ہے۔ بلکہ یہاں تو سب کچھ غالیوں اور نصیریوں کی صوابدید پر ہو رہا ہے وہ جسے چاہیں اصول دین میں شامل کریں اور جسے چاہیں دین ہی سے خارج کر دیں۔ چنانچہ ایک طویل عرصہ سے انہوں نے عزاداری کو اصول دین میں شامل کرنے اور نماز، روزے، حج کو دین سے خارج کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ہم یہاں ان کے

فریب اور دھوکہ میں آنے والے سادہ لوح شیعوں سے مخاطب ہیں اور انکی خدمت میں گزارش کرتے ہیں، وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ کسی چیز کو اصول دین اور فروغ دین میں شامل کرنا کسی کے دل بخواہ یا صوابدید پر نہیں، بلکہ اس کے لئے عقل وشرع کی طرف سے اصول و ضوابط متعین ہیں۔ ذیل میں ہم اسکے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ وہ فکر یا عمل جسے اگر دین سے خارج کیا جائے تو دین کے دیگر اصول از خود منہدم ہو جائیں۔ بطور مثال دین وشریعت پر پابند رہنے کے لئے تین اصول وضع ہیں، توحید ،نبوت، اور ایمان با آخرت ان تینوں میں سے اگر ایک اصول کو بھی آپ منہا کریں گے تو دوسرے دواز خود گر جائیں گے۔ اگر توحید سے صرف نظر کریں تو نبوت و آخرت کا کوئی محل نہیں رہتا اسی طرح آخرت کو منہا کرنے کے بعد عمل کی ضرورت باقی نہیں رہتی ،اور نبوت کو منہا کرنے کے بعد عمل کی کوئی بنیاد نہیں رہتی، لہٰذا تینوں میں سے کسی سے بھی بے نیازی ممکن نہیں۔

۲۔ جسکی ضرورت عقل سے ثابت ہو۔ نقل کا اس میں کوئی کردار نہ ہو۔ جیسے توحید اور نبوت، اثبات خالق وتوحید اور ضرورت بعثت انبیاء دونوں خالص عقل سے ثابت ہیں۔ جب تک نبی نہیں آئیں گے نقل کے دروازے نہیں کھل سکتے۔

۳۔ عقل ونقل دونوں سے ثابت ہو اور جس سے کسی بھی صورت میں انکار ممکن نہ ہو۔ جیسے ایمان بہ آخرت جو کثیر آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ حتیٰ بعض علماء نے کثیر آیات قرآنی روز آخرت کیلئے پیش کی ہیں اسی طرح روایات متواتر بھی شاہد و گواہ ہیں سورۂ یٰسین آیت ۵۹ میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مجرمین کو الگ ہونے کیلئے کہا جائے گا:

﴿وامتازوا الیوم ایھا المحرمون﴾ ''اے مجرمو! آج تم الگ ہوجاؤ''

سورۂ رحمٰن ۴۱ میں فرماتے ہیں کہ مجرمین اپنی پیشانی سے پہچانے جائیں گے:

﴿یعرف المحرمون بسیمٰھم﴾ ''مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے''

سورۂ انعام ۵۵ فرماتے ہیں مجرمین کو ہم واضح کریں گے:

﴿وکذلک نفصل الاٰیٰت ولتستبین سبیل المحرمون﴾ ''اوراسی طرح آیات کو ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ مجرمین کا راستہ نمایاں ہوجائے''

سورۂ سجدہ ۲۲ میں فرماتے ہیں ہم نے مجرمین سے انتقام لینا ہے:

﴿انامن المحرمین منتقمون﴾ ''ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں''

ہم مجرمین کی مدد نہیں کریں گے:

﴿فلن اکون ظھیرًا للمحرمین﴾ ''اس کے باعث میں آئندہ کبھی بھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں بنوں گا'' (قصص/۱۷)

ان آیات سے ثابت ہے اس دنیا میں مجرمین ومومنین کے حوالے سے الگ سے پہچان نہیں کہ یہاں ان سے انتقام لیا جائے گا، لہٰذا عدلِ خدا کا تقاضا ہے، جس نے خود سے ہر قسم کے ظلم وزیادتی کی نفی کی ہے، ایک دن مقرر کریں جہاں مومنین اور مجرمین کے درمیان تمیز ہو، وہ ایک دوسرے سے الگ ہوں، لہٰذا ایمان بہ آخرت عقل ونقل، قرآن وسنت تینوں سے ثابت ہے۔

۴۔ وہ عقائد جنکے ثبوت میں آیات وروایات کثیرہ موجود ہوں، لیکن انکی تفصیل اور تشریح نہ کی گئی ہو یا یہ تفصیل وتشریح علماء اعلام کی طرف سے کی گئی ہو، تو ایسی صورت میں انکا شمار ضروریات دین میں سے نہیں ہوگا۔ بطور مثال ایمان بآخرت پر ایمان ناگزیر ہے جس سے انکار کفر شمار ہوگا لیکن اس کی تفصیل کہ نامہ اعمال کا وزن کیسے ہوگا وغیرہ اس بارے میں تفصیل موجود نہیں۔ لہٰذا ان پر اجمالی عقیدہ رکھنا ہوگا جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

۵۔ روایات معتبرہ فریقین سے ثابت ہے لیکن یہ عقائد دین کی اساس اور بنیاد میں شمار نہیں ہوتے جیسے بعض فضائل ومناقب آئمہ طاہرینؑ جنکا اصل امامت میں کوئی بنیادی کردار نہیں ہے۔

کسی نظریہ اور فکر کو صرف اس وقت عقیدہ تسلیم کیا جا سکتا ہے جب اسے مسترد کرنے کی صورت میں مسلمہ اصول میں سے کسی سے دستبردار ہونا پڑے، جیسے معاد سے انکار کی صورت میں عقیدۂ بعثت انبیاء' عدل خدا اور تمام اوامر ونواہی بے معنی ہو کے رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کسی عقیدے کے بارے میں عقلی اور قرآنی اور متواتر نقل سے مطابقت نہ رکھنے کی صورت میں اگر وہ تجربہ سے ثابت بھی ہوا سے عقائد میں شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سے انکار کی صورت میں نہ کوئی اشکال پیش آتا ہے اور نہ ہی انسان گناہ گار ہوتا ہے، جیسے بعض کرامات جو آئمہ طاہرینؑ سے نقل کی جاتی ہیں، جو عقل وقرآن اور روایات متواتر سے ثابت نہیں ہیں۔

ایمان وعمل میں ربط

ایمان وعمل میں ربط کی چند صورت بنتی ہیں:

ا۔ ایمان ہے عمل کا فقدان ہے، جیسے فرقۂ مرجئہ جسکی مسلمان حکمرانوں کے ایماواشارے پر درباری علماء نے بنیاد رکھی، حکمرانوں نے اس کے فروغ واشاعت کیلئے دولت صرف کی

۲۔ ایمان کے بغیر عمل جسے ابتداء اسلام میں ہی دشمنان اسلام یہود ومشرکین نے مسلمانوں سے معلومات حاصل کرنے کی خاطر اپنایا، اپنے آدمیوں کو فرائض وواجبات ادا کرنے کی تلقین کی تاکہ یہ مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوں۔ قرآن نے انھیں ''منافقین'' کہا ہے

۳۔ ایمان عمل کی بنیاد بنا ہے، اگر ایمان نہ ہوتا تو وہ یہ عمل انجام نہ دیتا اس کا ربط علت ومعلول جیسا ہے یعنی ایمان نے اس کے اندر عمل پیدا کیا ہے۔

۴۔ عمل اس کے ایمان میں ہر روز اضافہ کرتا ہے جس کا خدا نے مومنین کو وعدہ دیا ہے۔ ان

چار صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے دین داروں کے بارے میں نظریہ قائم کرنا ہے تاکہ کسی سے دھوکہ نہ کھاسکیں ۔اس موضوع پر علماءِ اعتقاد نے زاویۂ اعتقاد یا پس منظر عقائد کے عنوان سے گفتگو کی ہے۔

عقائد کی مختلف ومتعدد زاویوں سے تقسیم بندی کی جاسکتی ہے، معتقدین اپنے اعتقادات میں مطابقت نہیں رکھتے، کیونکہ بہت سے محکم و پائیدار عقائد کے حامل افراد کی سرگرمیاں اپنے عقائد کے تقاضوں سے کوسوں دور ہیں بلکہ یہ کفر والحاد کیلئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔لیکن وہ خود کو ہمیشہ دین ومذہب کے عقیدت مند کے طور پر ہی متعارف کرواتے ہیں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اعتقاد کو جن اہداف ومقاصد کیلئے اپنایا ہے وہ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔اس سلسلے میں ہم عقائد کی دو قسم کی تقسیم بندی کریں گے۔

ا۔خود عقیدت مند کے حوالے سے

ا۔ایک شخص جو دین وعقیدے کو بالکل مسترد کرتا ہے اسے قرآن وسنت میں کافر وملحد قرار دیا ہے۔

۲۔دوسرا وہ جو اپنے عقیدے کے ساتھ کوئی اور اہداف ومقاصد بھی رکھتا ہے اسے مشرک کہا ہے چنانچہ سورۂ یوسف میں آیا ہے اکثر مومن مشرک ہیں:

﴿ومایومن اکثرھم باللہ الاوھم مشرکون﴾ ''ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لائے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں'' (یوسف/۱۰۶)

۳۔ وہ افراد جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ہی انکا عقیدہ ہے۔قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو مخلص کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ یہ لوگ مخلص ہیں جو نشیب وفراز میں دگرگوں نہیں ہوتے ،انہیں کے بارے میں مولا امیر المومنینؑ کا فرمان ہے، پہاڑ ہل سکتا ہے لیکن یہ افراد اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتے ان کا عقیدہ کم نہیں ہوسکتا، لوہا آگ میں گرم ہوکر نرم ہوسکتا ہے لیکن یہ نرم نہیں ہوتے۔انہی کے بارے میں شیطان نے خدا سے کہا ہے، میں تیرے

بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

۲۔ دوسرا زاویہ اعتقاد کے حوالے سے

وہ معتقد انسان جس نے اپنے اندر کفر وشرک کو جمع کیا ہے یعنی بیک وقت ایمان باخدا وآخرت کے ساتھ ایمان دنیا کو بھی ساتھ رکھے ہوئے ہیں، انہی کیلئے قرآن نے کہا یہ مشرک ہیں۔ اگرچہ ان میں شرک جلی نظر نہیں آتا کاش شرک جلی ہوتا تاکہ انسان اس سے بچ سکتا۔ شرک خفی رکھنے والے مومنین کو ورغلانے کیلئے شیطان اور اس کے کارندے سرگرم ہیں۔

☆ ایمان بہ خدا ونبوت وآخرت کا بنیادی محرک اقتصاد ہے، ایمان وعقیدے کے دروازے ہی سے ان مومنین سے استفادہ کرسکتے ہیں ان سے مال ودولت بناسکتے ہیں۔ یہ نظریہ رکھنے والے ظاہری طور پر ستارہ پرست وبت پرست ہیں لیکن حقیقت میں یہ مادہ پرست ہی ہیں۔ ان کی منطق مشرکین کی ہی منطق ہے، جو کہتے ہیں ہم اقتصاد کے ذریعے دین کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

☆ سیاسی افراد: ایسے لوگ بھی خود کو دین دار کہلاتے ہیں، انکا دین دکھاوے اور زبان کی حد تک محدود ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے دلوں میں اقتدار کے بت نے جگہ بنائی ہوئی ہے۔ ان کیلئے قرآن کی وہ آیت ہیں جس میں فرمایا یہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔ ایسے افراد کی معاشرے میں فراوانی ہے، یہ افراد اپنے گردو پیش ہارون الرشید جیسے ظالم وجابر خلیفہ کی طرح بہت سے عبا وقبا والے افراد کو بھی ساتھ رکھتے ہیں تاکہ ان کے اندر کا شرک لوگوں کی نظروں میں نہ آجائے۔ ایسے ہی افراد کے توسط سے دین وملت اور سرزمین سب کفر کے قبضے میں جارہے ہیں اگر کوئی شخص آنکھ کان کو صحیح سمت پر استوار کرے تو ایسے لوگوں کو پہچاننا چنداں مشکل

نہیں ہے۔

علماء وفقہا اصول وفروع دین کے حافظ ونگہبان ہیں

حدیث صحیح ومتظافر میں آیا ہے علماء دین کے پاسدار ہیں۔ ہروہ چیز جو دین سے خارج کی جائے یا دین میں داخل کی جائے اس کے مسئول ذمہ دار علماء ہیں۔ علماء وارث انبیاء ہیں اس نسبت سے انھیں فضیلت وامتیاز حاصل ہے۔ لہٰذا اسی تناسب سے انھیں مسائل ومشکلات کا سامنا بھی ہوگا۔ جن بہانہ تراشی سے انبیاء کی دعوت کو مسترد کیا گیا انھی بہانوں کا علماء کو بھی سامنا ہوگا۔ تاریخ بشریت میں ابنیا و اولیاء اور فقہا و علماء کی دعوت اصلاح کو عوام الناس وامت نے اس دلیل سے مسترد کیا کہ اس دعوت کو ماننا گزشتان کی تاسی سے روگردانی ہے۔ چنانچہ ہر مذہبی اصلاح کرنے والے کو اس جملہ کا سامنا کرنا پڑا، کیا ہمارے آباؤ واجداد غلط راستے پر تھے کہ ہم ان کے راستہ وفکر کو چھوڑ دیں، اس ذہنیت کے حامل افراد ہر دور میں مختلف شکل وصورت اور کلمات وانداز بدل کر اصلاح کی راہ میں آکھڑے ہوتے ہیں۔ عصر حاضر میں اصلاح کی راہ میں رکاوٹ بننے والے اس غلط و بے بنیاد اور جھوٹی منطق کا سہارا لیتے ہیں کہ سابق علماء وفقہا و مجتہدین نے اس بارے میں کچھ نہیں فرمایا، لہٰذا ہم اس اصلاحی دعوت کو قبول نہیں کرتے، ان کی یہ منطق کسی بھی حوالے سے نہ تو عقلی بنیادوں پر قائم ہے اور نہ ہی اس کی سند میں ان کے پاس کوئی نقل معتبر ہے، نہ ہی یہ جدید سائنسی انکشافات کا کوئی جز ہے بلکہ یہ بھی انبیاء واولیاء کے مخالفین کی منطق کو اپنائے ہوئے ہیں، البتہ اصلاح میں مزاحم ہونے والے زمانے اور مقام ومحل کے تحت اپنی منطق بدلتے رہتے ہیں یہ شیطان کی اس منطق پر قائم ہیں کہ جس میں شیطان نے درگاہ خداوندی میں کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا اور نیکی اور اصلاح کا قدم اٹھانے والوں کو چاروں طرف سے گھیر لوں گا اور اس کی خاطر ہر رنگ اور ہر وسیلے کو استعمال کروں گا شیطانی راستے کے پیروکاروں نے یہ فلسفہ بھی پیش کیا ہے کہ گزشتگان ہمیشہ افضل واشرف ہوتے

ہیں جبکہ انکی اس بات کی نہ تو از روئے عقل ونقل اور نہ ہی از روئے تجربہ کوئی منطق بنتی ہے کہ گزشتگان حاضرین سے اور عمر میں بڑے چھوٹوں سے افضل واشرف ہیں ہماری اس بات کے ثبوت میں آپ دیکھ سکتے ہیں حضرت موسیٰ عمر میں حضرت ہارونؑ سے چھوٹے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اولی العزم پیغمبر کے طور پر حضرت موسیٰ ہی کو منتخب کیا اور حضرت ہارون کو ان کی وزارت و مشاورت کا کام سونپا گیا، حضرت عبدالمطلب کے بارہ فرزند تھے اور ان میں سے سب سے چھوٹے حضرت عبداللہ تھے مگر اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں کے گھر خاتم الانبیا حضرت محمدؐ کو پیدا کیا، حضرت ابوطالب کے چار فرزند تھے اور حضرت علیؑ ان چاروں میں سب سے چھوٹے تھے۔مگر تاریخ اسلام میں پیغمبر اکرمؐ کے بعد مقام ومرتبت کے لحاظ سے آپ ہی کو منتخب کیا گیا، حضرت امام حسینؑ کے بڑے فرزند حضرت علی اکبرؑ تھے مگر امام زین العابدینؑ کو منصب امامت عطا کیا گیا جو ان سے چھوٹے تھے۔اسی طرح امام جعفر صادقؑ کے فرزندوں میں سے آپؑ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت موسیٰ ابن جعفر صادقؑ امامت کیلئے منتخب ہوئے ،شہید باقر الصدرؒ اپنے بڑے بھائی حجۃ الاسلام اسمٰعیل الصدر کے شاگرد بننے کے بعد ان کی حیات ہی میں مرجع ومفکر عالم بنے ، حال ہی میں حضرت امام خمینیؒ اپنے بڑے بھائی آیت اللہ پسندیدہ کی شاگردی میں رہے اور انھوں نے انہیں سے ابتدائی دروس پڑھے لیکن انہیں کی حیات میں عظیم انقلاب اسلامی کے قائد ورہبر بنے ، عقل اور آیات وروایات نے صرف معصومین کے سکوت کو ہی حجت قرار دیا ہے۔کسی بھی غیر معصوم کو کسی چیز کے بارے میں حکم شرعی جعل کرنے کی اجازت نہیں ہے ، شریعت پیغمبر اکرمؐ ہی ہے جو قیامت تک قابل عمل ہے ،آئمہ اطہارؑ کی سنت وسیرت بھی شریعت پیغمبر ہی کا تسلسل ہے کسی نے بھی کسی فقیہ ومجتہد وعالم کی خاموشی وسکوت کو ابھی تک شرعی لباس نہیں پہنایا، اکثر علماء بلکہ تمام علماء کے کہنے کے باوجود بھی عید نوروز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بن سکتی۔اتنے فقہاومجتہدین کے ہوتے ہوئے بھی ایران میں عید نوروز بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور وہ

خاموش رہتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ کہنا کہ ان باتوں پر تمام علماء خاموش رہتے ہیں اس کی بھی کوئی منطق نہیں کیونکہ ممکن ہے کسی نے آواز اٹھائی ہو مگر آپ کے اندر تعلیمات اسلامی سے آشنائی کی رغبت اور شوق مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسی آواز آپ تک نہ پہنچ سکی ہو یا شاید کسی نے آواز اٹھائی ہو مگر مفاد پرستوں نے اسے چھپا دیا ہو اور اسے متہم کیا ہو تا کہ احکام وتعلیمات قرآن ومعصومینؑ کے سامنے آنے کیوجہ سے آپ کے خودساختہ افکار واعمال ریت کی دیوار ثابت ہو کر نیست ونابود نہ ہو جائیں۔لہٰذا علماء مجتہدین کا سکوت وخاموشی کسی بھی زاویئے سے کسی فعل کی سند شرعی نہیں بن سکتی۔

اسلام اور تشدد

اسلام کے خلاف ایک بڑی تہمت اور الزام تراشی یہ ہے کہ مسلمان تشدد پسند ہیں۔اہل شرک وکفر نے یہ ڈھنڈورا پیٹا ہے۔مسلمانوں کو اہل تشدد کہنے کی مثال یوں ہے کہ دنیا کے رائج طریقہ کار میں وہ انسان جسے موت کی سزا دی جاتی ہے اُسے سزا دینے سے پہلے ایک خاص لباس پہنا کر تختۂ دار پر لے جایا جاتا ہے جس سے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب میری موت آگئی ہے۔اسی طرح کون نہیں جانتا ہے طالبان کو تشدد کا لباس کس نے پہنایا' کس نے انکی پشت پناہی کی' کس نے ان کے ہاتھوں میں اسلحہ دیا' کون نہیں جانتا ہے کہ صدام نے مسلمانون کے خون سے وضو کروایا۔تشدد ہمیشہ کفر وشرک کا شیوہ وعلامت رہا ہے، قرآن وسنت وسیرت رسول کریمؐ ہمیشہ تشدد کے خلاف رہے ہیں۔

''اور جب یہ کفار آپ کے خلاف تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو نکال دیں'' (انفال/۳۰)

تشدد اور قتل وغارت گری تو ہمیشہ کفار ومشرکین کا وطیرہ امتیاز اور انکی طاقت وقدرت کا مظہر رہا ہے۔بتائیں کون کہتا ہے ہم نے مسیح کو قتل کیا ہے۔بتائیں مکہ کے دارالندوہ میں حضرت محمدؐ نے

تیرہ سالوں میں تشدد کی خاطر ایک پتھر تو چھوڑیں کسی کو زبانی سب وشتم بھی نہیں کیا، نہ سخت لہجہ میں گفتگو کی، لیکن ان کے بارے میں یہ فیصلہ کس نے کیا کہ انہیں یا تو ملک بدر کیا جائے یا پس دیوار زندان اور صعوبتوں میں مبتلا کیا جائے، یا انہیں قتل کیا جائے۔ بتائیں کس نے اسلام و مسلمین کو نیست و نابود کرنے کے لئے اتحاد و محاذ بنائے، کس نے شہید ہونے والوں کے کلیجے کو چبایا، آئے دیکھتے ہیں دین اسلام کس حد تک تشدد کو خود سے دور کرتا ہے۔

۱۔ ہابیل نے قابیل سے کہا کہ میں تمہیں قتل کرنے کے لئے اپنے ہاتھ کو آگے نہیں بڑھاؤں گا۔ ”اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں۔ میں تو عالمین کے پروردگار اللہ سے ڈرتا ہوں“ (مائدہ/۲۸)

۲۔ قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے، اگر کوئی انسان کہے کہ ”اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو“ (نساء/۹۴)

۳۔ ”تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین“ (کافرون/ ۶) ”اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے: میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں“ (یونس/ ۴۱) ”کہہ دیجئے: ہمارے گناہوں کی تم سے پرستش نہیں ہوگی اور نہ ہی تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا“ (سباء/۲۵)

۴۔ وجود منافقین: آیات قرآن اور تاریخ دونوں گواہ ہیں، اسلام کی صفوں میں منافقین موجود تھے، مگر قرآن و سنت پیغمبرؐ اور تاریخ شاہد ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے منافقین کے نفاق پر نہ تو انہیں کوئی سزا دی اور نہ ہی ان پر تشدد کیا۔

۵۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ”میرے بعد خوارج کو قتل نہ کرنا“ (خطبہ/۶۱)

۶۔ مثلہ اس دین میں نہیں ہے۔

۷۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب کسی صحابی نے یہ کہتے ہوئے پرچم لہرایا کہ آج شجاعت و مردانگی دکھانے کا دن ہے تو پیغمبر اکرمؐ نے پرچم کو ان سے لے کر کسی اور صحابی کو دیا اور فرمایا آج رحم کرنے کا دن ہے۔

۸۔ خدا اور سول خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جنگ سے فرار کرنے والوں اور زخمیوں کو قتل نہ کریں (کلام/۱۴)

۹۔ حلف فضول: جسکا قیام حقوق مظلومین کے دفاع کے خاطر وجود میں لایا گیا۔ پیغمبر بعثت سے پہلے اس کے رکن تھے آپ نے بعثت کے بعد بھی اس معاہدے کو جاری رکھنے کا اعلان فرمایا۔

اہل تشدد وہ ہیں جو کسی افہام و تفہیم کے قائل نہیں ہوتے، جو کہتے ہیں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے، اہل تشدد کی یہ کوشش ہوتی ہے کسی نہ کسی بہانے فریق مخالف کی باتوں سے آگاہ ہونے سے بچیں۔ مسلمان کبھی تشدد نہیں کرتے بلکہ یہ تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ کفار و مشرکین کو یہ ہمت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ جانتے ہیں، مسلمان دو قسم کی کمزوریوں کا شکار ہیں۔

۱۔ مسلمان اپنے ایمان کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں، اور اس ایمان کی وجہ سے وہ تشدد سے دور رہتے ہیں۔

۲۔ مسلمان حیلہ بازی، دھوکہ و فریب سے گریز کرتے ہیں، جیسا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: ''ایہا الناس! یاد رکھو وفا ہمیشہ صداقت کے ساتھ رہتی ہے اور میں اس سے بہتر محافظ کوئی سپر نہیں جانتا ہوں اور جسے بازگشت کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ غدّاری نہیں کرتا ہے'' (خطبہ/۴۱، جوادی، ص۹۳)

مسلمان چونکہ اپنے دین کی حقانیت کے بارے میں محکم دلائل رکھتے ہیں۔ لہٰذا پہلے دن سے اس

دین سے تشدد کو مسترد کیا ہے، تشدد اس انسان کی ضرورت ہے جس کے پاس اپنے مقصد کے حصول کیلئے کوئی دلیل ومنطق نہیں ہوتی ،مسلمان اپنی تمام مظلومیت کے ساتھ اس تہمت کو برداشت کرتے ہوئے اس دن کا انتظار کررہے ہیں جس دن وہ مسلمانوں سے تشدد کے ذریعے ان کے دین سے ہاتھ اٹھانے پر مجبور کرائیں گے۔ حقیقی مسلمان درگاہ خدامیں دست دعا بلند کررہے ہیں اس دن کے آنے سے پہلے ان پر موت آجائے۔

علماء ومومنین سے درخواست

ہمارے معاشرے میں دین ومذہب کے فروغ واشاعت میں جو رکاوٹیں اور دیواریں مفاد پرستوں نے قائم کی ہیں۔ان میں سے ایک رکاوٹ ثقافتی یلغار ہے،جسکا سامنا کرنے کے بعد یا تو دین ومذہب قدیم یونانی سوفسطائی کی شکل بن جاتا ہے جنکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔یا یہ کہنا جولوگ کرتے ہیں وہی حقیقت ہے۔دور جدید میں اسے فلسفہ میکاولی کہا جاتا ہے،اہل دین اسے آج کل اجتہاد یا تشخیص مصلحت کا نام دیتے ہیں۔اس کی دومثالیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔

ا۔دونوں ہی صحیح راہ پر ہیں

ایک انسان معاشرے میں قرآن وسنت وسیرت معصومین سے ملنے والے دین حقیقی کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہے،جبکہ دوسرا انسان اسے صراط مستقیم سے ہٹانے کے لئے یا اسے خاموش کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں مصروف ہے۔مفاد پرست لوگ ''نماز علی کے پیچھے اور غذا معاویہ کے دسترخوان پر اور استراحت کسی چوٹی پر'' کے مصداق بنتے ہیں،اور کہتے ہیں خداوند متعال دونوں پر رحم فرمائے دونوں کے سائے کو ہم پر قائم رکھے، دونوں ہی دین کی خدمت کے لئے کام کررہے ہیں۔گویا انکا کہنا ہے کہ فروغ دین میں مشکلات ومصائب اٹھانے

کے باوجود اس کام کو جاری رکھنے والے اور انہیں اس کام سے روکنے والے دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کے اس جملے کی تفسیر کس آیت و روایت یا عقل سے نکلتی ہے، مومنین خود اس کی تفسیر و تاویل تلاش کریں۔

۲۔ دونوں ہی غلط راستے پر ہیں۔

دوسرا جملہ یہ کہ ہم دونوں پر لعنت بھیجتے ہیں کہ دونوں ہی غلط راستے پر ہیں، اس جملہ کے استعمال کرنے والوں کے پس منظر میں جانے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس کے مفاد میں کام کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض بزرگان اور مومنین کرام کو اس حوالے سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم غالیوں پر بھی لعنت بھیجتے ہیں اور ڈھکو پر بھی، غالیوں پر لعنت بھیجنے کی بات تو "توریہ" ہو سکتی ہے، لیکن ڈھکو بیچارے پر لعنت بھیجنا صرف اس لیے ہے کہ انہوں نے حلال کو حلال کہا اور حرام کو حرام کہا، حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے والے کو منع کیا ہے چونکہ وہ غالیوں کے مشن کی راہ میں دیوار بنے ہیں اس لئے وہ لعنت کے مستحق بنے، اسی طرح اس بات کی بھی کوئی منطق نہیں بنتی کہ ڈھکو صاحب نے مجتہد ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے چند صفحے عربی میں نہیں لکھے ہیں۔ بتائیے آیت اللہ العظمیٰ سید محمود شاہرودی آیت اللہ سید عبداللہ شیرازی اور دیگر چندین آیت اللہ اور دیگر صاحبان رسالہ نے عربی میں کتنے صفحات لکھ کے پیش کیے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے عالم و زاہد، پرہیز گار اور خدمت گار دین گلاب شاہ اور عالم زاہد مرحوم صفدر حسین نجفی کو ایسی تہمتوں سے دبا کے رکھا تھا، یہ باتیں دشمنی اور مخالفت میں مکھی نکالنے کی مانند ہیں، کاش یہ دشمنی غلبہ حق کی خاطر ہوتی نہ کہ کسی کی شخصیت کیلئے۔

اسی طرح آج کل دوئی اصطلاح کو بہت فروغ دیا جا رہا ہے، مومنین کو چاہیے کہ وہ انہیں قرآن و سنت سے سمجھیں۔ پہلی اصطلاح "انتہا پسند" ہے جسکا معنی دین کے اصول و فروع کا پابند ہونا ہے۔ جبکہ دوسری اصطلاح "اصلاح پسند" ہے جسکا معنی اسلام کے اصولوں کو پس پشت ڈال کر سب کچھ دشمنان دین کے سپرد کرنا ہے۔

بزرگ علمائے دین سے درخواست:

وہ علمائے کرام جو اس وقت اندرون ملک اور حوزات علمیہ میں سربلندی ملت و مذہب کی خاطر علوم عربی اور فقہ و اصول میں مصروف و مشغول ہیں۔ جو اپنی بود باش کی تمام سہولتیں اور امتیازات میسر ہونے کے باوجود یہاں کی ملت پر گزرنے والے حالات کے بارے میں بہت پریشان ہیں۔ کاش ان کا دورانیہ تحصیل علم جلد ختم ہو جاتا، تاکہ وہ اس ملت کی کماحقہ خدمت کر سکتے۔ انہیں ملت کے بارے میں اس حد تک تشویش ہے کہ ان کے بقول لوگوں کے پاس جو بچا کھچا دین ہے کہیں وہ ہماری وجہ سے غصے میں آ کر اسے بھی نہ چھوڑ دیں، ہماری ان افراد سے درخواست ہے کہ وہ ایام عزاء میں یہاں تشریف لا کر، یہاں پر موجود منکرات پر اپنے محققانہ بیان اور دلپذیر مواعظ حسنہ سے ملت سے خطاب کریں تاکہ ان پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی واضح ہو جائے۔ وہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔

مجھے کہا جاتا ہے کہ آپ فقہا و مجتہدین کے حق میں جسارت کرتے ہیں اس سلسلہ میں عرض ہے، میری کیا مجال کہ فقہاء و مجتہدین کے حق میں جسارت کروں، میں تو ان کیلئے دعا گو ہوں، مجھے کہا جاتا ہے کہ آپ علماء کی مخالفت پر اتر آئے ہیں تو عرض ہے، میں ان علماء میں عمر کے حوالے سے معلوم نہیں کس سے بڑا اور کس سے چھوٹا لیکن علم و فکر کے حوالے سے انکا ایک چھوٹا ساتھی ہوں۔

پاکستان کے شیعوں کی مذہبی و دینی ذمہ داری

پاکستان کے شیعہ قرآن و سنت اور سیرت آئمہؑ اثنا عشری اور گزشتہ و حاضر فقہاء کرام کے تحت مکلّف ہیں یہاں پر اسلامی نظام قائم کرنے، اور اس کے نفاذ میں جدوجہد کرنے والے افراد کے ساتھ شامل ہوں، چاہے ان افراد سے ظلم و زیادتی کا خدشہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عقل اور قرآن کی رو سے اگر انسان کو دو ظلم کا سامنا ہو تو کم ظلم کو اپنانا چاہئے، اسی وجہ سے آئمہؑ ان ظالمین کے سائے

میں رہے اوران سے فرار کر کے کفر کا ساتھ نہیں دیا بلکہ ان کا ساتھ دے کر کفر کے مقابلے کا اعلان کیا، کیونکہ ایک مسلمان ظالم اور ایک کافر ظالم کے درمیان کافر ظالم سب سے بڑا ظالم ہے، ''شرک'' بڑا ظلم ہے لہٰذا ہمیں بڑے ظالم سے گریز کرتے ہوئے چھوٹے ظالم کا ساتھ دینا چاہیے، اور شاید ایسا کرنے سے وہ اپنے ظلم سے بھی باز آجائے۔ اسی طرح ہر وہ سیاسی پارٹیاں جو دنیائے کفر وشرک کی نمائندگی کرتی ہیں، جو پاکستان میں لادینی نظام کے قیام کیلئے کوشاں ہیں، شیعوں کو ان سے دوری و برائت کا اعلان کرنا چاہیے اگر وہ خود کو علیؑ کا پیرو سمجھتے ہیں تو وہ وقت یاد کریں جب علیؑ سورۂ برائت لے کر حرمِ خدا میں گئے اور مشرکین سے دوری و برائت کا اعلان کیا، لہٰذا آپ بھی مشرکین سے دوری اور برائت کا اعلان کریں، یہاں تک کہ مذہب کے نام سے قائم ہونے والی نام نہاد تنظیموں سے بھی دوری اختیار کریں، جو ابھی تک قوم کو خرافات کے تاریک کمروں میں سلانے کے لئے دائیوں کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ شیعیان اثنا عشری کو چاہئے کہ وہ ملک سے باہر، اداروں اور شخصیات سے امیدیں وابستہ کئے بغیر اپنی تمام تر فکری، اجتماعی اور مالی توانائیوں، خدا اور روز جزاء کو سامنے رکھتے ہوئے دین کے اصول وفروع کی ترویج واشاعت کیلئے وقف کریں۔

ہم اپنی عرائض کے مقابل کسی قسم کے مقابلے کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

۱۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم ہر شخص سے مناظرہ ومجادلہ کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔

۲۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہیں کیونکہ میں رسول نہیں ہوں۔

۳۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

۴۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہمیں اپنے موقف سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

۵۔ ہر وہ شخص جو ان عرائض سے اتفاق نہیں رکھتا، اسے حق حاصل ہے وہ قرآن وسنت سے استناد کرتے ہوئے اسے مسترد کرے تا کہ ہماری بھی راہنمائی ہو یا وہ بدزبانی سے اپنے غم و

غصہ کا مظاہرہ کریں اور ہم یہ بھی ان سے نہیں کہیں گے کہ ہم بھی تمہیں دیکھیں گے۔ ہم تو صرف یہ ہی کہنے پر اکتفا کریں گے، آپ ناراض ہوں یا راضی، ہم نے اس عالم سے جانا ہے لہٰذا دوسرے عالم میں آپ سے ملیں گے اور وہاں ہی حقائق کشف ہونگے۔

یہ تھے ہمارے عقائد وتصوارت جو ہم شیعہ اثنا عشری کے بارے میں رکھتے ہیں۔ ان تصورات کو ہم نے آئمہ طاہرین سے لیا، اور آئمہ طاہرین نے پیغمبر اکرمؐ کی متواتر احادیث سے لیا، اور پیغمبر اکرمؐ نے قرآن کریم سے لیا۔ قرآن کریم اپنی حقانیت کی منہ بولتی تصویر ہے، جو بارگاہ الوہیت سے قلب پیغمبر پر نازل ہو کر ہمارے ہاتھوں تک پہنچا۔ چنانچہ اب آپ ان تصورات کے خلاف جو بھی الزام تراشی کریں یا فتوے جاری کریں۔ ہماری اور آپ کی ملاقات وہاں ہی ہوگی جسے قرآن نے ''یوم جمع'' کہا ہے، جہاں ہر ایک کو اسکی کتاب دی جائے گی۔ ہمیں وہاں ہماری یہ ہی کتاب ملے گی اور آپ کو وہ کتاب ملے گی جو آپ لکھیں گے۔ حق و باطل کی پہچان وہاں ہی ہوگی۔

مصادر و مآخذ کتاب

مصادر و مآخذ کتاب عقائد و رسومات شیعہ

تفاسیر اور قرآنیات

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆معجم المفهرس الفاظِ قرآن کریم	محمد فؤاد عبدالباقی
☆معجم المفهرس الفاظ القرآن الكريم	محسن بیدارفر
☆كشاف الموضوعی القرآن الكريم	دارالقرآن الكريم
☆معجم مفصل لمواضع القرآن	محمد خليل عيستانی
☆المقطف من عيون التفاسير	مصطفی الحصن منصوری
☆التفسير التبيان	الشيخ طوسیؒ
☆التفسير المجمع البيان	طبرسی
☆التفسير الشبّر	سید عبد اللّٰہ شبّر
☆التفسير الصافی	فیض کاشانی
☆التفسير دُرِ المنثور	جلال الدین سیوطی
☆التفسير الكبير	علی امام فخرالرازی
☆الفسير البيان	آیت اللّٰہ ابو القاسم الخوئی
☆تفسير الميزان۔	آیۃ اللّٰہ محمد حسین طباطبائی
☆تفسير الفرقان	آیۃ اللّٰہ محمد صادقی تهرانی
☆التفسير المنير	الدكتور وهبه الزحيلی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆تفسیرِ الشعراوی	الشیخ محمد متولی الشعراوی
☆ایسر التفاسیر	ابوبکر جابر الجزائری
☆تفسیرفی ظلال القرآن	سیدقطب شہید
☆تفسیرجلالین	جلال الدین سیوتی
☆امالی سید مرتضی	سید مرتضی علم الهدیٰ
☆تفسیرالمنار	شیخ محمدعبده
☆صفوة التفاسیر	الصابونی
☆من وحی القرآن	السید محمد حسین الفضل اللّٰه
☆تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّور	البقا ئینی
☆تفسیر النور الثقلین	الشیخ عبد علی بن جمعة الحویزی
☆التفسیر البرهان	علامة بحرانی
☆تفسیر الوجیز	وهبة الزحیلی
☆تفسیرتفهیم القرآن	ابواعلیٰ مودودی
☆تفسیرنمونه	آیت اللّٰه مکارم شیرازی
☆تفسیرموضوعی	آیت اللّٰه جوادآملی
☆تفسیرموضوعی	آیت اللّٰه مکارم شیرازی
☆تفسیرموضوعی	آیت اللّٰه جعفرسبحانی
☆من هدی القرآن	آیة اللّٰه محمد تقی مدرس

نام کتاب	تالیف٬ جلد٬ شمارہ
☆تفسیر قرآن	محی الدین ابن عربی اندلیسی
☆تفسیر مھمات القرآن	البلنسی
☆تفسیرالکاشف	علامہ جوادمغنیہ
☆تفسیر ابن بادیس	علامہ ابن بادیس
☆التفسیر و المفسّرون فی ثوبہ القشیب	آیت اللّٰہ ھادی معرفت
☆تفسیرو المفسرون	دکتورمحمدحسین ذھبی
☆علوم القرآن عندالمفسرین	مرکزثقافہ و المعارف القرآنیہ
☆تفسیرنوین	بانوئ ایران
☆تفسیر بہ راء ی	آیت اللّٰہ مکارم شیرازی
☆تفسیر القرآن الکریم	محمد علی تسخیری و نعمانی
☆تفسیر ابن عربی	محی الدیں العربی
☆نحو التفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم	مھمد الغزالی
☆منھج البیان فی التفسیر القرآن	السید ابن حسن الرضوی
☆محاضرات فی تفسیر القرآن الکریم	سید اسماعیل الصدر
☆تسنیم تفسیر القرآن	آیت اللّٰہ جواد آملی
☆زاد التفسیر	جمال الدین قریشی بغدادی
☆التفسیر و المفسرون	الدکتورمحمدحسین الذھبی
☆قواعد التفسیر	خالدبن عثمان السبت

تالیف، جلد، شمارہ	نام کتاب
عبد القادر الرازی	☆تفسیر اسئلة القرآن المجید و اجوبتها
محمدعلی بن محمد الشوکانی	☆تفسیرفتح القدیر
بهاالدین خرمشاهی	☆دانش نامه قرآن
زمخشری	☆الکشاف عن حقائق عوامض التزیل
دکتر حبیب اللّٰه طاهری	☆در سهیائی از علوم القرآنی
راغبِ اصفهانی	☆معجم مفردات الفاظ قرآن
محمدادریس	☆معجم التعبیرات القرآنیة
سید علی اکبر قرشی	☆ قاموس قرآن
استان قدس رضوی	☆فرهنگ نامه قرآنی
علامه شیخ محسن علی نجفی	☆ترجمه قرآن کریم
علامه جوادیؒ	☆ترجمه قرآن کریم
ابوالأعلی مودودی	☆ترجمه قرآن کریم
آیت اللّٰه محمدی گلپایگانی	☆پررسی و ترجمه انفال
پاسدارش ۵۰ ص۶۷	☆الحرکة الجهادیة فی سورة الناس
آیة اللّٰه سید محمد باقر الصدرؓ	☆ المدرسة القرآنیة
آیت اللّٰه محمد الیزدی	☆اسس الایمان فی القرآن
علامه جلال الدین السیوطی	☆الاتقان فی علوم القرآن
محمدبن ابی بکررازی	☆پرسش وپاسخهای قرآنی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆منهاج الجدل	الدکتورزاهرعواض الالمعی
☆احکام القرآن	قاضی ابی بکر ابن عربی
☆فتوحات مکیه	محی الدین ابن عربی
☆الکون و الارض و الانسان فی القرآن العظیم	عبد الحمید
☆درسهایی از علوم قرآنی	دکتر حبیب اللّٰه طاهری
☆روش شناسی تفسیر قرآن	محمود رجبی
☆علوم القرآن عند المفسرین	مرکز الثقافة و المعارف القرآنیه
☆فی ضلال القرآن	محمدجعفرالشس الدین
☆پژوهشی پیرامون تدبّردرقرآن	ولی اللّٰه نقی پورفر
☆الاعجازفی نظم القرآن	الدکتور محمود السید شیخون
☆الانسان فی القرآن	عباس محمود عقات
☆ الحوار فی القرآن	آیت اللّٰه فضل اللّٰه
☆اسرارالآیات	صدر الدین شیرازی
☆التعریف والاعلام	عبدالرحمٰن السهیلی
☆الاشتراك اللفظی فی القرآن الکریم	محمد نور الدین المنجد۔
☆معجزة القرآن الجدیده بنیة الآیات و السور	عمر النجد
☆اسلوب دعوت فی القرآن	آیت اللّٰه فضل اللّٰه
☆الفرقان والقرآن	الشیخ خالدعبدالرحمٰن العك

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆القرآن فی السلام	السید محمد حسین طباطبائی
☆قرآن و عرفان و برهان	استاد حسن زاده آملی
☆اطلس القرآن	الدکتور شوقی ابو خلیل
☆گنجینه معارف قرآن	ابو الفضل فخر السلام
☆القرآن حکمة الحیاة	السید محمد تقی المدرسی
☆اسرر التکرار فی القرآن	عبدالقادر احمد عطا
☆البیان فی روائع القرآن	الدکتور تمام حسان
☆دراسات فی القرآن۔الکریم	الدکتورمحمد ابراهیم الحفناوی
☆النهی فی القرآن الکریم	الدکتور جمال ادین المصر ی
☆الکتاب و القرآن	الدکتور محمد شحرور
☆القواعد الحسان لتفسیرالقرآن	شیخ عبد الرحمن بن ناصر
☆موجزعلوم القرآن	الدکتوردائو دالعطّار
☆درّة الرنزیل وغرة التّاویل	ابی عبداللّٰه خطیب الا سکا فی
☆المدخل لعلم تفسیر کتابِ اللّٰه تعالیٰ	ابی النّصر حدا دی
☆ملاك التاویل	احمدبن زبیرالغرناطی
☆قواعدالتّدبرالامثل	عبدالرحمٰن حسن حبنکه المیدانی
☆من وحی القرآن	آیة اللّٰه محمدحسین فضل اللّٰه
☆مجازات القرآن	شریف الرضی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆معالم القرآن فی عوالم الاکوان	الشیخ احمدمحی الدین العجوز
☆٥٥٠معمای قرآنی	محمدحسین قاسمی
☆التصویر الفنی فی القرآن	سید قطب
☆القرآن فی شهر القرآن	الدکتور عبدالحلیم محمود
☆شناخت قرآن	محمودرجبی، محمود اعراقی
☆التعریف و اعلام	عبد الرحمن السهیلی
☆من قضایا الاعلام فی القرآن	رمضان الاوند
☆سیر تحول قرآن و حدیث	علی فاضل عبد الرحمٰن انصادی
☆معرفت شناسی در قرآن	سید هسین ابراهیمیان
☆فی رحاب الله اضواء علی دعاء کمیل	عز الدین بحر العلوم
☆النهی فی القرآن الکریم	جمال الدین المصری
☆الفرقان و القرآن	الشیخ خالد عبد الرحمٰن العک
☆مجموعہ۔ سخنرانیها و مقالات	کنفرانس تهقیقاتی و مفاهیم قرآن
☆القیامة بین العلم و القرآن	الدکتور داود سلمان السعدی
☆اعجاز قرآن	علامه سید مهمد هسین طباطبائی
☆قرآن باب معرفت الله	امام خمینیؒ
☆العلاقة الجنسیة فی القرآن الکریم	محمد مهدی الاصفی
☆الظواهر الجغرافیة بین العلم و القرآن	عبد العلیم عبد الرحمٰن خضر

تالیف، جلد، شمارہ	نام کتاب
السید مهمود الهاشمی	☆معطیات آیة الموده
عبد الفتاح طباره	☆پایه ها ی اساسی شناخت قرآن
رجا عبد الحمید عرابی	☆الکون والارض والانسان فی القرآن الکریم
صدر الدین بلاغی	☆برهان قرآن
بنیاد باقر العلوم	☆معیارها و عوامل تمدن از نظر قرآن
علی الرضا صدر الدین	☆نقدی وبرسیر تحول القرآن
حمادة احمد العائدی	☆من الذرة الی المجرة
سید علی کمالی دزفولی	☆قرآن ثقل اکبر
محمد بیومی مهران	☆دراسات تاریخیة من القرآن الکریم
محمد عنایة اللّٰه اسد سبحانی	☆البرهان فی نظام القرآن
محسن محمد عطوی	☆الجنس فی التصور الاسلامی
آیة اللّٰه الفانی الاصفهانی	☆حول القرآن
دکتور سید عبد الرضا حجازی	☆قرآن در عصر فضا
دکتور محمد عبد اللّٰه دراز	☆دستور الخلاق فی القرآن
سعید ایوب	☆الانحرافات الکبریٰ
سید الجعفر الحسینی	☆اسالیب البیان فی القرآن
الشیخ محمد علی الصابونی	☆قبس من نور القرآن الکریم
الشیخ ابراهیم انصاری	☆ملاحم القرآن

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆متشابهات القرآن و مختلفه	محمد بن علی شهر آشوب
☆قاموس القرآن	عبد العزیز سید الاهل
☆تلخيص البيان فی مجازات القرآن	سید شریف الرضی
☆مباحث فی علوم القرآن	الدکتور صبیح الصالح
☆الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل	زمخشری
☆رحمة من الرحمٰن فی تفسير و اشارات القرآن	محی الدین ابن العربی
☆حقائق هامة حول القرآن الكريم	سید جعفر جعفر مرتضی العاملی
☆سوکندهای قرآن	استاد جعفر سبهانی
☆زوال اسرائیل	شیخ اسعد بیوض التمیمی
☆ادیان آسمانی و مسئلة تحریف	سید مرتضٰی عسکری
☆لباب نقول فی اسباب النزول	جلال الدین عبد الرحمن السیوطی
☆درآستانه قرآن	وکتور محمود رامیار
☆نامه هدایت	دکتور محمد مهدی رکنی
☆الفصحی لغةالقرآن	انور الجندی
☆آسمان وزمین و ستاره گان ازنظرقرآن۔	آیت اللّٰه محمدصادقی
☆بشارت عهدین۔	--------------
☆بشارات و المقارنات۔	--------------
☆نهاية الكون بين العلم و القرآن	محسن عبد الصاحب المظفر

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆تفسیر القرآن الکریم	صدر المتالهین
☆پژوهشی درباره قرآن و تاریخ آن	سید محمد باقر حجتی
☆واژه های قرآن	سید حسین شفیعی دارابی
☆الایات العجاب فی رحلة الانجاب	حامد احمد حامد
☆عجائب القرآن	السید الجمیلی
☆وجوة قرآن	ابو الفضل حبیش بن ابراهیم تفلیسی
☆مباحث فی تفسیر الموضوعی	الدکتور مصطفی مسلم
☆دراسات فی القرآن الکرین	علی مهمد الاصفی
☆من اشعه القرآن	محمد امین زین الدین
☆شگفتیها ازاعجاز در قرآن	الدکتور محمد جمال الدین فندی
☆کلید های فهم قرآن	علی رضا صدرلدینی
☆القرآن والا حوال المناخیة	محسن عبدالصاحب المضفر
☆علوم طب فی القرآن۔	استادخلیل
☆تفسیرالآیات فی کتاب التکامل فی الاسلام	استاداحمدامین
☆رحلة المدرسیة۔	آیت اللّٰہ جوادبلاغی
☆سیر تحول قرآن و حدیث	علی فاضل عبدالرحمن انصاری
☆افسانه تحریف قرآن	رسول جعفریان
☆رسالت قرآن	آیت اللّٰہ جوادی آملی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆آشنائی با قرآن	استاد مرتضی مطهری
☆علوم قرآن یا تفسیر موضوعی	آیت اللّٰہ مرتضی حائری یزدی
☆علوم القرآن	السید محمد باقر الحکیم
☆السنن التاریخیة فی القرآن المجید	الشیخ الزکابی
☆بحوث فی تاریخ القرآن و علومه	ابو الفضل میر محمدی
☆الکون و الانسان بین العلم و القرآن	بسام دفضع
☆اسرار الکوب فی القرآن	الدکتور داؤد سلمان السعدی
☆القرآن الکریم و روایات المدرستین	السید مرتضیٰ العسکری
☆شناخت شناسی در قرآن	آیت اللّٰہ جواد آملی
☆بحوث فی اصول التفسیر و مناهجة	فهد بن سلیمان الرومی
☆منهج القرآن فی تطویر المجتمع	الدکتور محمد البهی
☆القرآن الکریم و التوراة و الانجیل و العلم	موریس بوکائی
☆سنتهائی اجتماعی در قرآن کریم	احمد حامد مقدم
☆سورة اعلی و زلزال	ملا صدرا
☆هدایت در قرآن	آیت اللّٰہ جواد آملی
☆قرآن و کتابهائی دیگر آسمانی	شهید سید عبد الکریم هاشمی نژاد
☆الی لقرآن الکریم	الامام محمود شلتوت
☆الظاهرة القرانیة	مالك بن نبی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆الاعتذار محمد و القرآن	جان دیون پورت
☆المبادی العامة لی تفسیر القرآن الکریم	دکتور محمد حسین علی الصغیر ا
☆فرهنگ رائد الطلاب	جبران مسعود
☆النظریة الاجتماعیه فی القرآن الکریم	ڈاکٹر زهیر العرجی
☆الاستشراق فی میزان نقد الفکر الاسلامی	ڈاکٹر احمد عبد الکریم سابح
☆تاریخ از دیدگاه امام علیؑ	علامه محمد تقی جعفری
☆استناد به قرآن کریم در کلام معصومینؑ	محمد تقی واحدیان
☆آیت های و هدایت هائی پیامبران	ابو القاسم تجری
☆تاریخ الانبیاء حماسه بت شگنان	عزیز الله کاسب
☆الظاهرة القرآنیه	مالك بن نبی

ترجمہ وشروحات نہج البلاغہ

☆ شرح	محمّد عبده
☆شرح نهج البلاغه۔	ابو القاسم الخوئی علیه الرحمه
☆شرح نهج البلاغه .	ابن ابی الحدید
☆شرح نهج البلاغه	میثم بحرانی
☆شرح و ترجمه .	علامه محمد تقی جعفری
☆فی ضلال نهج البلاغه	علامه محمد جواد مغنیه
☆ترجمه	علامه ذیشان حیدر جوادی

نام کتاب	تالیف، جلد، شماره
☆ترجمه	علامه مفتی جعفر
☆قاموس نهج البلاغه	محمد علی شرقی
☆معجم نهج البلاغه	علامه محمد دشتی و محمد کاظم
☆ترجمه هنج البلاغه ـ	آیت اللّٰہ ناصر مکارم شیرازی
☆ترجمه .	محمد جواد فاضل
☆الدلیل الی موضوعات نهج البلاغه	-------------
☆معجم موضوعی نهج البلاغه	-------------
☆مصادر نهج البلاغه	-------------
☆خوارج از دیدگاه نهج البلاغه	آیة اللّٰہ نوری همدانی
☆فی رحاب نهج البلاغه ـ.	آیة اللّٰہ شهید مرتضی مطهری
☆نظامِ حکم دالأراده فی نهج البلاغه	مهدی شمس الدین
☆شرح نهج البلاغه	آیة اللّٰہ منتظری
☆فرهنگ آفتاب	حمیدمعادیخواه
☆تصنیف نهج البلاغه	لفیف بیضون
☆نهج البلاغه	صبحی سالم
☆ترجمه نهج البلاغه	علامه جوادی
☆ترجمه هنج البلاغه	علامه مفتی جعفر

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ

دعاوعرفان

☆صحیفه سجادیهء	امام زین العابدینؑ
☆سلوك عرفان	آیت اللّٰه جواد ملکی تبریزی
☆شرح الصحیفه السجادیه	محمد باقر بن محمد شفیع الحسینی
☆شرح دعای صباح	آقا نجفی قوچانی
☆شرح دعای صباح	مصطفیٰ بن محمد هادی خوئی
☆شرح دعاء الصباح	الحاج ملاهادی السبزواری
☆انیس اللیل در شرح دعای کمیل	شیخ محمد رضا کلباسی
☆سراج الصعود لیمعارج الشهود	محسن بینا
☆فصوص الحکم .	محی الدین ابن عربی
☆نصوص الحکم برفصوص الحکم۔	آیت اللّٰه حسن زاده آملی
☆ شرح دعاء مکارم اخلاق	استاد محمدتقی فلسفیؒ
☆شرح دعاء عرفه	ملامحمد فاضل خراسانی
☆وصال العارفین شرح دعاء عرفه	احمد زمر ودیان
☆شرح دعاء ندبه	--------------
☆ شرح دعاء افتتاح	--------------
☆عشق ورستگاری	--------------

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆فی رحاب دعاء افتتاح	آية اللّٰه فضل اللّٰه
☆فی رحاب دعاء كميل	آية اللّٰه فضل اللّٰه
☆شرح زیارت جامعه	آية اللّٰه احمدالاحسائی
☆العرفان الاسلامی	آية سيدمحمدتقی مدرسی
☆معرفت شناسی درعرفان	سیدحسین ابراهیمان
☆شرح دعاء جوشن كبير	محمدعلی رامهر مزی
☆سلوك عرفان	آية اللّٰه جوادملكی تبریزی
☆تازیانه سلوك از	آیت اللّٰه استاد حسن حسن زاده آملی
☆نور علیٰ نور۔	آیت اللّٰه حسن حسن زاده آملی
☆اسماء اللّٰه الحسنی	عبد اللّٰه بن صالح بن الغصن
☆اسماء اللّٰه الحسنی	دكتور حسن عز الدين
☆اسماء و صفات	شيخ عماد الدين احمد حيدر
☆اسماء اللّٰه الحسنی	محمد بن ابی بكر الزرعی دمشقی
☆شرح اسماء اللّٰه الحسنی	دكتورة حصة بن عبد العزيز الصغير
☆اللّٰه اسم الاعظم	دكتور عبد اللّٰه بن عمر الدميجی
☆القول الاسنی فی شرح اسماء اللّٰه الحسنی	مجدی منصور شوری
☆مقجم اسماء اللّٰه الحسنی	سيد احمد محسب مرسی
☆كتاب الدعا	مصطفی عبد القادر عطا

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆فلاح السائل و نجاح المسائل	السید ابن طاؤوس
☆شرح الاسماء و شرح دعا الجوشن الکبیر	الحاج ملا ہادی سبزواری
☆کمیل محرم اسرار امام علیؑ	ناموس عرفان
☆اسماء الهی ازدیدگاہ قرآن و عرفان	رضا رمضانی گیلانی
☆اسماء اللّٰہ الحسنیٰ	عبد العظیم ابراهیم فرج
☆معرفت شناسی در عرفان	سید حسین ابراهیمیان
☆خواص الاسماء الحسنی و شرح معانیها	ضیاء الدین الاعلیمی
☆فی رحاب اللّٰہ اضواء اعلی دعاء کمیل	عز الدین بحر العلوم
☆الدعاء عند اهل البیت	محمد مهدی الآصفی
☆تصحیح الدعاء	بکر بن عبد اللّٰہ بن ابو زید
☆موسوعة له الاسماء الحسنی	الدکتور احمد الشرباصی
☆اصول النظام اجتماعی فی السلام	الامام محمد الطاهر بن عاشور
☆الاسلام بین العلماء والحکام .	عبد العزیز البدری

کتب تاریخ وسیرت

☆احکام السرة و البیت المسلمه	شیخ محمد متولی شعراوی
☆السیرة النبویه۔	شیخ محمد متولی شعراوی
☆تشریع الاسلامی،مناهجه و معاصره	سلمان العید،

نام کتاب	تالیف' جلد' شمارہ
☆الاسلام والتطور الاجتمائی۔	عبدالعالی المظفر
☆ابعاد عالمیة فی عقیدة الاسلامیة ،	عبد الکریم فکر اسلامی ش۸ص۱۷۳
☆الاسلام فی مشاکل المجتمعات الاسلامیة	دکتور محمد البھی
☆العودة الی الاسلام لمنھاج وحل لمشکلات	محمد سعیدرمضان البو طی
☆الثورة الاسلامیة عقباتھا و مکاسبھا	خطب ھاشمی رفسنجانی
☆طاغوت۔	محمود حکیمی
☆الحریة و الفکریة ،ادواتھا اطرھا	رئیس التحریر فکر اسلامی ش ۱۱
☆الحرکة الاسلامیة، ھموم و قضایا	آیة اللّٰه فضل اللّٰه
☆دورالشعار فی النظریة الاسلامیة	سید محمد باقر الحکیم فکر اسلامی
☆حدائة الفکر و متانة الطرح ،	کلمة ھیئة التحریر مجله فکر اسلامی ش۱۷ ص٤
☆تاریخیة ،	ھانی ادریس،مجله بصائر ش ۱۰۱

معاجم وقوامیس

☆لسان العرب	ابن منظور
☆تاج العروس	--------------
☆المنجد	--------------
☆لسان للسان تھذیب لسان العرب	ابی الفل جمال الدین محمد بن مکرم
☆قاموس اللغات	--------------

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ
☆قائد اللغات	---------------
☆انوار اللغات	---------------
معجم الموضوعات المطروقة	---------------
☆آئینہ اردو لغت	---------------
☆اظهر اللغت	---------------
☆فیروز اللغت	---------------
☆حسن اللغت	---------------
☆فرهنگ فرهنگ رائد الطلاب	---------------
☆فرهنگ آصفی	---------------
☆فرهنگ عمید	---------------
☆لغات علمی	---------------
☆کشاف اصطلاحات	---------------
☆معجم فقه۔جواهری	---------------
☆کشاف الفنون	---------------
☆معجم و مؤلفین	---------------
☆موسوعة کشاف اصطلاحات	---------------
☆الفنون و العلوم	علامه محمد التحانوی

نام کتاب	تالیف، جلد، شمارہ

فرہنگ فرق و مذہب اسلامی و کتب عقائد شیعہ

☆فرهنگِ فرق شیعه اشکوری --------------

☆فرق معاصر --------------

☆قاموس المذاهب والاديان حسين على حمد

☆دائرة المعارف الأسلاميه الشيّعه (۱۱ جلد) حسن الأمين

دارالتعارف للمطبوعات بيروت

☆الفرق بين الفرق --------------

☆قاموس مذاهب واديان --------------

☆معيارشرك فى القرآن --------------

☆دراسات فى العقيده الأسلاميه محمد جعفر شمس الدين دار المتعارف

☆تحليل وحى از ديدگاه اسلام ومسيحيت محمد باقر سعيدى روشن

☆دعوة التقريب بين المذاهب الأسلاميه دارالجواد

☆ فلسفه دين محمد حسين زاده

☆عقليات اسلاميه محمد جواد مغنيه ۲ جلد دارالجواد

☆تمهيد الاصول در علم كلام اسلامى الشيخ محمد بن الحسن الطّوسى

☆ الاسلام دروس فى اصوله و أحكامه نخبة من الاساتذه

☆اصول العقيده فى التوحيد والعدل ۲ جلد السيد مهدى الصدر دار الزهراء

☆معاد شناسی — آیة الله الطهرانیؒ

☆الله شناسی — آیة الله الطهرانیؒ

☆حقائق الاسلام واباطیل خصومه عباس محمود العقاد

المکتبة العصریّه بیروت

☆ادیان معتقدات العرب قبل الاسلام — ڈاکٹرسیح دغیم

☆الفرق بین الفرق — عبدالقاهربغدادی اسفرانی

☆نصرانیة و التبشر — توحید٤٧،٤٦ ص١٣٣،٢٢

☆اصل اصول شیعه — آیت الله محمدحسین کاشف الغطاء

☆عقائدامامیه — آیت الله شیخ محمدرضامظفر

☆عقائدامامیه — آیت الله سیدابراهیم جنجانی

☆شیعه دراسلام — آیت الله سیدمحمدحسین طباطبائی

☆عقائدامامیه — علامه جوادمغنیه

☆عقائد الأمامیه الأُثنیٰ عَشریَّة — آیت الله ابراهیم الزنجانی النجفی

٣ جلد مؤسّسه الوفاء بیروت

☆نهج الحق و کشف الصِّدْق لِلأمام الحسن بن یوسف العلامه الحلی

مؤسّسه دارالهجرة

☆مجموعه رسائل اعتقادی — علامه محمد باقر مجلسی

☆عقائد الاسلام من القرآن الکریم السید مرتضی العسکری — ٢ جلد

☆روح التَّشَيُّعْ سماحة الشيخ عَبد الله نعمة دارللفكر اللبنانی

☆درساتٌ فی عَقائِد الشّیعة الامامية السيد محمد علی الحسنی العاملی

مؤسسه النعمان

☆العقائد الاسلاميه محمد جواد مالك مؤسسه البلاغ بيروت

☆الإِمامة من أبكار لأَفكار فی اصول الدين سيف الدّين الآمدی

دارللكتاب الغربی

☆الشيعه واهل بيت احسان ألهی ظهير اداره ترجمان السُّنّة

☆الشيّعه والتشيُّع فِرَق وَ تاريخ أحسان ألهی ظهير اداره ترجمان السُّنَّة

☆تاريخ الاماميّه وأسلافهم من الشيعه الدّكتور عبد اللّٰه فيَّاض

موسسه الاعلمی للمطبوعات

☆أظهار الحق رحمة الله بن خليل الرحمن الهندی

دارالكتاب العلميه بيروت

☆شبهات حول الشيعه عباس علی الموسوی

☆الأ مامه فی ضوء الكتاب والسّنة الشيخ مهدی السَّماوی

☆السقيفه والخلافة عبد الفتاح عبد المقصود مكتبه غريب

☆الشيّعه فی الميزان محمد جواد مغنيه دارالتعارف للمطبوعات

☆ الشيعه فی التاريخ محمد حسين الذين مكتبه النجاح

☆ التشيع نشوؤه مراحِلُهُ مُقومات عبد الله الغُريقی

☆جهاد الشيعه الدكتور سميرة مختار اليثی دار الجيل بيروت

☆الیوم الموعود　　محمد الصدر　　مکتبه الامام امیر المؤمنین ایران

☆پاسخ شبهاتی پیرامون مکتب تشیع　　عباس علی موسوی

☆الوحدة العقائدیّة عند السُّنة والشیعه الدکتور عاطف سلام دارالبلاغه

☆أمام شناسی　　آیة الله الطهرانی

☆ولایت وعلم امامؑ　　مؤسسه انتشارات امیرکبیر

☆راهنما شناسی　　آیت الله استاد محمد تقی مصباح یزدی

☆عقائدُنا　　الدکتور محمد الصادقی　　مؤسسه الصادق بیروت

☆فی الضلال التشیّع　　محمد علی الحسنی

☆امامت　　استاد علامه حسن زاده آملی　　انتشارات قیام

☆الخلافه والأمامة عبد الکریم الخطیب دارالمعرفة ـ بیروت

☆تشیع در مسیر تاریخ دکتر سید حسین جعفری دفتر نشر فرهنگ اسلامی

☆کذّبوا علی الشیّعه

☆نشأت الشیعة الامامیه نبیله عبد المنعم داوود دارلمؤرخ العربی بیروت

☆پیرامون وحی ورهبری　　آیت الله جواد آملی

☆مذهب اهل بیتؑ (اردو ترجمه) آیت الله عبدالحسین شرف الدین موسوی

دارالثقافة الاسلامیة پاکستان

☆النص والاجتهاد　　آیت الله عبدالحسین شرف الدین موسوی

☆التشیع نشاته معالمه هاشم الموسوی مرکز الغدیر دراسات الاسلامیه

☆الانتفاضات الشیعه عبرالتاریخ هاشم معروف الحسنی دارالکتب الشعبیه بیروت

☆بین التصوف والتشیع هاشم معرف حسنی دارالقلم بیروت

☆الامامت و القیادة دکتور احمد عزالدین

☆ رسالت القرآن دارالقرآن الکریم ش۱ تا ۱۲ قم ایران

☆پژوهشهائی قرآنی ش ۱ تا ۸ـ ۲۳تا ۲٦

☆ مجله بینات ش،۱،٦،۹،۱۲ قم ایران

☆المعارج ش،۱،۸،۹،لبنان ش ۱۸ـ۱۹ـ۲۰

☆ سیارۃ ڈائجسٹ قرآن نمبر ۱ـ۲ـ۳

☆ترجمان وحی ایران

☆ترجمان القرآن لاهور

☆مجله نقد و نظر دفتر تبلیغات اسلامی قم

☆مجله ثقافة الاسلامیة رایزنی ایران دمشق ش ۱/ ۷۰

☆مجله الرصد رایزنی جمهوری اسلامی ایران لبنان

☆کیهانِ اندیشه ــــــــــــــــــ

☆مجله التوحید سازمان تبلیغاث اسلامی تهران

☆مجله المنطلق لبنان

☆مجله البینات لبنان ـ خطابات مصاحبات آیة اللّٰه فضل اللّٰه

☆مجله نورالاسلام جامعة المدرسین

☆مجله حوزه ش۱۹،۲۰،۳۱،۳۹تا۴۲،۷۹،۸۰

☆مجله مشکوة مشهد

☆مجلات العربی	الکویت
☆رسالة الاسلام	کلیه اصول الدین بغداد
☆مجلاتِ النجف۔	نجف
☆مجلات۔ الاضواءِ النجف۔	نجف
☆الاعتصام۔سازمان تبلیغات اسلامی	ایران
☆نامه فرهنگ۔	وزارة ارشاد
☆نورالاسلام۔	موسسئه امام حسینؑ لبنان
☆اخبارِ جنگ۔	راولپنڈی
☆اخبار نوائے وقت۔	راولپنڈی
☆مجله ثقافتِ اسلامیه	رائیزنی جمهوری اسلامی ایران دمشق
☆مجله رسالت الثقلین	مجمع اهل البیتؑ ایران
☆مجله دارالتقریب	ایران
☆مجله رسالت الاسلام۔	دارالتقریب الاسلامی مصر
☆مجله فکرِ اسلامی	-------------
☆مجلهِ فکرِ جدید۔	لندن
☆مجله پاسدار۔	ایران
☆مجله فکروثقافت۔سوالات وجوابات	آیت الله محمد حسین فضل الله
☆مجله اندیشه حوزه	ش ۱ ص ۱۰۷
☆مجله کیهان اندیشه	ش ۳۲ ص ۵۸۔۸٤

☆مجله کیهان اندیشه ش ۱۶ ص۴۷،۳۳

☆مجله کیهان اندیشه ش ۱۷ ص ۳۷

☆مجله رساله تقریب ---------------

سماجیات وثقافت

☆نظام الحکم و الاداره محمدباقر شریف القریشی

☆نظام مجتمع والحکم عبد الهادی فضلی

☆نظام الحکم و الاداره دکتور محمد نوری

☆نظامِ المالی فی الاسلام محمد مهدی الآصفی

☆نظامِ التشریع فی الاسلام محمد مهدی الآصفی

☆منہج التفسیر صادقی م بصائرش۱۲،۱۳، ص۲ ۴

☆تکوین الاسرة فی السلام۔ الدکتور علی القائمی

☆نقشِ کتاب در تمدن و فرهنگ اسلامی ---------------

☆اسلام و ایران آیت اللّٰہ شهید مرتضی مطهری

☆سیمای مسجد۔ رحیم نو بهار

☆موسوعه سین و جیم۔ احمد سالم بادویلان

☆منهاج الرسل۔ السید احمد القبانچیی

☆علماء والمسئولیت تثقیف الامة حسن الصفاء بصائر ش ۱۰ ص۶۵

☆نصرانیة و التبشر توحید۴۷،۴۶ ص۲۲،۱۳۳

☆تاریخ الحرکة الاسلامیة المعاصرة فی العراق الخطیب ابن النجف

☆صراع الارادات ، سلیم الحسنی

☆قضایا معاصره هاشمی نژاد

☆الثقافی الجدید مسالیه و اثاره توحید ۱۶ ص ۱۸۱

☆الاسلام و الاسطورة حسن الباش،مجله بصائر ش ۱۰

☆خصوصیة ثقافیة و مشکلات النخیة فی المغرب الاقصیٰ بقاریة

☆الحیات ، محمد رضا حکیمی

☆الامامت و القیادة دکتور احمد عزالدین

☆الی و کلائنا فی البلاد آیة اللّٰه مهدی حسینی شیرازی

☆کیف تدبیر الامورتجدیددین واحیائه وواقعالمسلمین وسبیل الفهوض بهم،

ابو الاعلیٰ مودودی

☆الحوار فی الاسلام آیت اللّٰه محمد حسین فضل اللّٰه مجله منطلق عدد ۹۸

☆الثقافة الرسالیة احمد نائز

☆ خطاب الاسلامی و تحدیة المتقابل ---------------

☆احزاب بعد از مشروطیت پاسدار اسلام ش ۱

☆احزاب سیاسی پس از مشروطیت ، پاسدار اسلام ش ۲

☆نقش کتاب در تمدن و فرهنگ اسلامی ، ضیاء الدین

☆مفهوم التعلیم عند الغربیین ۹ ---------------

☆الدعوة و الخطابة ، علی عبد العظیم

☆علامه شیخ غلام محمدایک بے داغ قیادت امامیہ آرگنائزیشن بلتستان ریجن

سیرتِ آئمہ اور حسینیات

☆اثورة الحسينيه محمد نعمه السماوی

☆الامام حسین فی مکه مکرمه شیخ نبم الدین الطبسی

☆نگاه به حماسه حسینی۔ صالحی نجف آبادی

☆حماسه حسینی۔ آیة اللّٰه شهید مرتضی مطهریؒ

☆لؤلؤ مرجان آیة اللّٰه نوری

☆فی رحاب الحسینؑ۔ آیة اللّٰه حسین فضل اللّٰه

☆طریقه کربلا۔ آیة اللّٰه حسین فضل اللّٰه

☆ثورة الحسینؑ یقظة الضمیر وتحریر الادارة سید باقر الحکیم

مجله فکراسلامی ش۱۶

☆تحریفات عاشورا۔ حجةالاسلام و مسلمین آغاپیشوائی

☆الائمه الاثنیٰ عشر دراسة تحلیلة فی المنهج راشد الراشد

☆حیاتِ فکری و سیاسی امامانِ شیعه۔رسولِ جعفریان

☆الندوة۔ آیة اللّٰه سید محمد حسینِ فضل اللّٰه

☆مجاهدِ اعظم۔ علامه سید شاکر حسینِ امروهوئی

☆موسوعة مقتلِ الامامِ الحسینؑ۔ محمدِ عیسٰی آلِ مباکس

☆الفکر التربوی عند شهید ثانی محمد تهامی ،مجله بصائر ش ۱۱

☆تاریخ غیبِ صغراء۔ آیة اللّٰه سید محمد صدر

☆سیرت آئمہ اثنیٰ عشر۔	استاد عادل ادیب
☆فی رحاب الاهلبیتؑ۔	آیة اللّٰہ حسین فضل اللّٰہ
☆میزاری شیرازی۔	سید محمود مدنی
☆سیمائی مسجد	رحیمِ نوبہار

☆ازمتہ المدرسة بین تصنیفات الحل واستراتچیہ الحل الاجتمائی

عدد ۳،۲م۷۵الدکتور صیام المولی ۴۹

☆حیات امام حسن علیہ السلام تالیف علامہ محمدباقرشریف قرشی

☆حیات امام حسین علیہ السلام	--------------
☆حیات امام زین العابدینؑ	--------------
☆حیات امام محمدباقرؑ	--------------
☆حیات امام موسیٰ ابن جعفرؑ	--------------
☆حیات امام رضاعلیہ السلام	--------------
☆حیات امام علی نقی علیہ السلام	--------------
☆حیات امام حسن عسکری علیہ السلام	------------
☆تاریخ غیبت صغریٰ	شہیدآیت اللہ سیدمحمدالصدر
☆تاریخ غیبت کبریٰ	------------
☆یوم موعود	------------
☆الزام الناصب	------------

فہرست مضامین

کتاب عقائد ورسومات شیعہ

موضوع	صفحہ

عرض ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵

تمہید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷

یہ اختیار کس نے دیا؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴

اس کتابچہ پر مرتب متوقع آثار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵

بعض قارئیں شکایت کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲

شیعہ اثنا عشری اور دیگر شیعوں میں فرق ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵

تعریف شیعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۹

دین اسلام کے اصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹

اسلام نا قابل تقسیم ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴

توحید وحدانیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵

ایمان بہ توحید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۶

نبی کو اپنے لئے معجزہ کی ضرورت ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸

معجزہ فعل انبیاء ہے یا انبیاء مظہر فعل ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹

مذہب کے دو اصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱

امامت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۲

امامت وخلافت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۳

موضوع	صفحہ
عقیدۂ مہدویت	۵۵
وجود امام زمانؑ اور ہماری ذمہ داریاں	۵۶
مآخذ و مصادر شیعہ	۶۰
شیعہ مذہب میں دوسری دلیل	۶۲
۲۔سنت مسلمہ رسول اکرمؐ	۶۴
تصویر شیعہ روایات کی رو سے	۶۹
شعائر شیعہ اثنا عشری	۷۱
شیعیان علی علیہ السلام کی شناخت	۷۵
شرک و بدعت سے لاپروائی	۷۹
افکار و نظریات پر ظلم	۸۴
''نور'' یعنی کالی دھند	۸۵
انکار بشریت ''انبیاء''	۸۷
انکار اُمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۸۹
ظلم برائمہ معصومینؑ	۹۱
لایعنی چیزوں میں آئمہ طاہرینؑ کی غیب دانی	۹۷

موضوع	صفحہ

ظلم برقرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۸

ظلم برامتِ اسلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۱

مظاہر ظلم براُمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۵

ظلم براقتصاد شیعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۹

شیعیان علیؑ کے امام مہدیؑ کے بارے میں تصورات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۰

شیعیان حیدرہ کرار کے معجزات اور انبیاءؑ کے معجزات میں فرق ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۲

شیعیان حدرکردار کی درآمدات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۶

شیعیان حدرکرار کے مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷

شعائر مکانی رزمانی شیعیان حیدرکرار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸

شیعیان حیدرکرار جس سے زندہ وجاوید ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۱

خودساختہ شخصی پہچان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۴

شیعیان علیؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۰

شیعیان حیدرکرار کی عزاداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲

عزاداروں کی عزاداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۷

عزاداری کی عزاداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۸

موضوع	صفحہ

دین عزاداری کیلئے ہے ـــــــــــــ ۱۵۵
مجلس عزاداری سربلندی دین کیلئے ہے ـــــــــــــ ۱۵۷
تحفظ عزاداری ـــــــــــــ ۱۵۹
موقوفات عزاداری ـــــــــــــ ۱۶۱
کلمات اختتامیہ ـــــــــــــ ۱۶۵
اصول وقوانین عقائد ـــــــــــــ ۱۶۵
ایمان وعمل میں ربط ـــــــــــــ ۱۶۸
علماء وفقہا اصول وفروع دین کے حافظ ونگہبان ہیں ـــــــــــــ ۱۷۱
اسلام اور تشدد ـــــــــــــ ۱۷۳
علماء ومومنین سے درخواست ـــــــــــــ ۱۷۶
بزرگ علمائے دین سے درخواست ـــــــــــــ ۱۷۸
مصادر وماخذ کتاب ـــــــــــــ ۱۸۱
فہرست مضامین ـــــــــــــ ۲۱۰

عقائد اسلامی اور مکتب التشیع کے اعتقادات و نظریات

سے مربوط ہماری مطبوعات

☆ اثبات وجود خدا	آیت اللہ حسین نوری
☆ مادّہ یا خدا	ڈاکٹر محمد صادقی
☆ معاد یا قیامت	محسن قرآئتی
☆ اصول دین	ادارہ در راہ حق
☆ مجلّہ اعتقاد (۱)	سید علی شرف الدین موسوی
☆ مجلّہ اعتقاد (۲)	سید علی شرف الدین موسوی
☆ مجلّہ اعتقاد (۳)	سید علی شرف الدین موسوی
☆ مجلّہ اعتقاد (۴)	سید علی شرف الدین موسوی
☆ آسان عقائد (اول)	مجلس مصنفین
☆ آسان عقائد (دوم)	مجلس مصنفین
☆ شیعیت کا آغاز کب اور کیسے	شہید محمد باقر الصدر

☆ مذہب اہل بیتؑ	آیت اللہ عبدالحسین شرف الدین
☆ مکتب تشیع اور قرآن	سید علی شرف الدین موسوی
☆ فلسفہ امامت	علامہ محمد مہدی الآصفی
☆ عقائد امامیہ	شیخ محمد رضا مظفر
☆ افق گفتگو	سید علی شرف الدین
☆ پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی
☆ ہو جاؤ سچوں کے ساتھ	ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی
☆ ۲۰ جواب	مجلس مصنفین
☆ قرآنی معارف	آیت اللہ مصباح یزدی
☆ سوالات و جوابات معارف قرآن	سید علی شرف الدین
☆ تعلیم دین حصہ (اول)	آیت اللہ ابراہیم امینی
☆ تعلیم دین حصہ (دوم)	آیت اللہ ابراہیم امینی
☆ اسلامی تعلیم و تربیت (اول)	سید ہاشم موسوی
☆ اسلامی تعلیم و تربیت (دوم)	سید ہاشم موسوی
☆ اسلامی تعلیم و تربیت (سوم)	سید ہاشم موسوی

دار الثقافة الإسلامية باكستان
١٤٠٣هـ

دار الثقافة الاسلامية
١٤٠٣هـ
پاکستان

ہم قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟